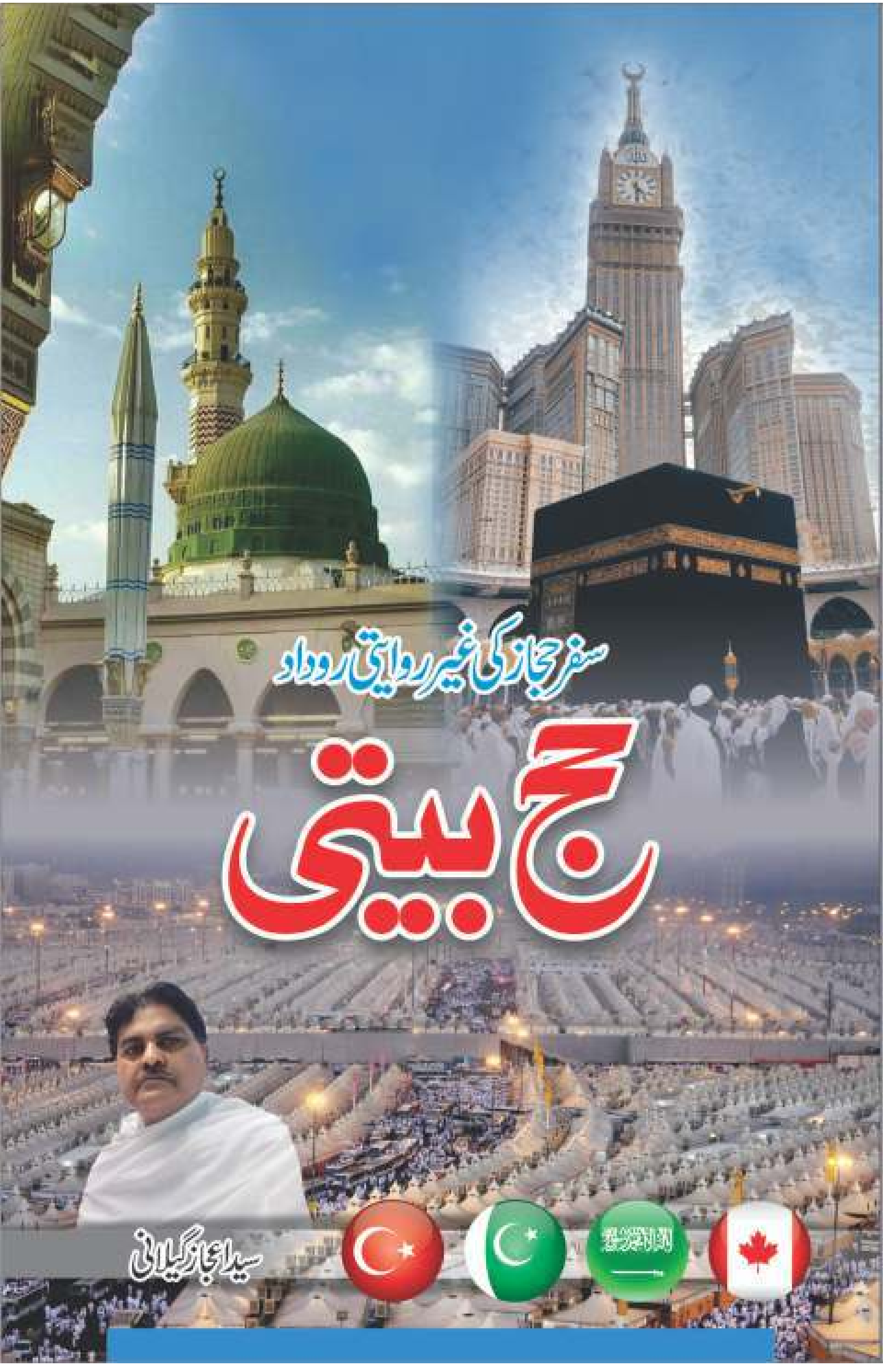
سفرِ حجاز کی غیر روایتی روداد
حج بیتی
سید اعجاز گیلانی

سفرِ حجاز کی غیر روایتی روداد

حج بیتی

سیّد اعجاز گیلانی

طٰہٰ پبلی کیشنز

19۔ ملک جلال الدین (وقف) بلڈنگ چوک اُردو بازار لاہور
Ph: 0333-4470509 - 0340-4091087

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ طٰہٰ پبلی کیشنز سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جا سکتا، اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتِ حال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔ (قانونی مشیر: فیاض احمد مہر-ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	:	حج بیتی
ناشر	:	محمد عفیف طٰہٰ
اشاعت اوّل	:	جنوری 2024ء
سرِ ورق	:	مجاہد چوہان
کمپوزنگ	:	عقیل احمد
قیمت	:	1000 روپے
بیرون ملک	:	20 ڈالر
مطبع	:	ثناءاللہ پرنٹرز، لاہور

زیرِ اہتمام: عوامی ثقافتی انجمن، چونیاں، ضلع قصور

انتساب

بالخصوص اپنے والدین

اہلِ خانہ اور تمام عزیز و اقارب

کے نام

جو دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں

✧✧✧

پیش لفظ

رواں صدی میں کرونا کی وبا ایک عذاب کی شکل میں وارد ہوئی۔ اس وبا کے نتیجہ میں دنیا بھر میں نہ صرف لاکھوں افراد لقمہ اجل بنے بلکہ تمام زندہ انسانوں کے ساتھ ساتھ عالمی معیشت پر جو تباہ کن اثرات مرتب ہوئے اس کی تاریخ عالم میں عالمی جنگوں کے علاوہ کوئی مثال نہیں ملتی۔

کرونا بھی ایک طرح سے حیاتیاتی جنگ ہی تھی جس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مرض کے فوری علاج و معالجہ میں بے بسی کی کیفیت اور لاک ڈاؤن کی صورت میں انسانی تاریخ بدل کر رکھ دی۔

خانہ کعبہ میں طواف اور مسجد الحرام میں نمازوں سے متعلق کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ بیت اللہ میں کسی پابندی کا سامنا ہوگا۔ تاریخ عالم میں صدیوں بعد کرونا کی عائد عالمی پابندیوں کی وجہ سے بیت اللہ میں نماز، طواف، عمرہ اور حج موقوف ہو گئے۔ دو سال تک حج اور عمرہ کے معاملات میں بے یقینی رہی اور صرف چند ہزار مقامی زائرین کو 2021 میں محدود حج کی اجازت دی گئی۔

ان دیکھے خوف اور بے یقینی کے سائے اس وقت چھٹنا شروع ہوئے جب کرونا سے محدود بچاؤ کی ویکسین ایجاد ہوئی اور لوگوں کو مرحلہ وار لگائے جانے کے بعد عائد سخت پابندیوں میں نرمی کا آغاز ہوا۔

2022 میں ہونے والا حج بھی اسی ماحول میں منعقد ہوا۔ ہماری خوش نصیبی کہ ہم اس تاریخ ساز حج بیت اللہ کا حصہ تھے جس میں 10 لاکھ ایسے زائرین جن کی عمریں 65 سال سے کم تھیں شریک ہوئے۔

حج کی صورت میں بیت اللہ حاضری اور پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شہر اور روضہ انور پر حاضری کے دوران جن واقعات' کیفیات اور مشاہدات سے گزرے ان کو بیان کرنا اور ضبط تحریر میں لانا بھی ایک خاص کام تھا۔اس مقصد کے لیے ارادہ اور کوشش کے باوجود سال بھر ایک صفحہ بھی نہ لکھ سکے۔ہم اکثر کہتے اور سنتے رہتے ہیں کہ کسی بھی کام کے لیے ارادہ اور کوشش ضروری ہے۔اس قول میں حقیقت ضرور ہے مگر کوئی بھی ارادہ اور کوشش اللہ تعالیٰ کی رضا اور عطا کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتی۔اپنے مبارک سفرحج کو تحریر کرنے کے سلسلے میں ہمارے ساتھ ایسا ہی معاملہ تھا۔اللہ تعالیٰ سے نمازوں میں مسلسل دعائیں کیں کہ لکھنے کی توفیق' ماحول اور آسانی عطا ہوجائے۔بالآخر رب العزت کی عطا سے لکھنے اور کتاب مکمل کرنے میں کامیابی ہوئی۔

حج وعمرہ کی سعادت کے لئے اپنے انتخاب سے متعلق بہت سے احباب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کثرت سے درود وسلام کو معمول بنانے کا تذکرہ کیا تھا۔ہم نے بھی سورہ احزاب کی آیت نمبر 56 (ترجمہ) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو اور سورہ الم نشرح جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے بلند کرنے کا فرمایا ہے' کوئی سال سے باقاعدگی کے ساتھ ہر نماز میں تلاوت کرنا معمول بنا رکھا تھا۔

نیت خاص اللہ اور اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضل اور کرم کا حصول تھی۔اللہ کریم نے ہماری نیت کو قبول فرمایا اور حج بیت اللہ کے ساتھ زیارت مدینہ و در نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سفر ہمارے مقدر میں لکھ دیا۔یہ سفر الحمدللہ بہت خاص رہا اور اس کی تفصیلات اس کتاب کی صورت میں آپ کی نذر کر رہے ہیں۔

حج بیت اللہ سے متعلق اُردو سفر نامہ لکھنے کا آغاز 1817 میں ہوا تھا' جب محمد منصب علی خان نے" ماہِ مغرب" کے نام سے اپنا سفر نامہ حج لکھا۔تاریخی طور پر اسے اوّلین سفر نامہ حج قرار دیا جاتا ہے۔معلوماتی اور واقعاتی انداز میں لکھے اس سفر

نامے کا اسلوب سادہ اور سلیس تھا، جسے پذیرائی ملی۔ گذشتہ کئی دہائیوں میں لکھے گئے حج بیت اللہ کے سفرناموں میں عاجزی وانکساری، خودنمائی کی بجائے ذات کی نفی، محسوسات اور قلب و روح کی کیفیات قلم بند ہوتی رہی ہیں۔ ایسے سفرناموں میں نسیم حجازی نے 'پاکستان سے دیارِ حرم تک" 1960 میں لکھا تھا۔ شورش کاشمیری نے 'شب جائے کہ من بودم' لکھا جو 1971 میں شائع ہوا۔ انہوں نے یہ سفرِ حج 1960 میں کیا تھا۔ اس سے قبل ممتاز مفتی کا سفرنامہ حج ''لبیک'' 1970 میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کا سفرنامہ حج ''روداد سفرِ حجاز'' اور غلام ثقلین کا سفرنامہ ''ارضِ تمنا مکہ و مدینہ'' 80ء کی دہائی میں شائع ہوئے۔

عبداللہ ملک کا سفرنامہ ''ایک کیمونسٹ کا روزنامچہ حج حدیثِ دل'' نام سے 2003 میں شائع ہوا۔ شوکت علی شاہ کا سفرنامہ حج ''پہنچے تیرے حضور میں'' اس کے بعد شائع ہوا۔ 2018ء میں ناصر بشیر کا سفرنامہ حج ''حج بیتی'' شائع ہو کر مارکیٹ میں آیا۔

اس کے بعد ماہر تعلیم غلام یٰسین قادری (جہانیاں) کا سفرنامہ حج ''اثاثہ'' اور معروف ادیبہ محترمہ شمیم عارف کا سفرنامہ حج ''عشق کی نگری'' گذشتہ سالوں میں شائع ہوئے۔

ان تمام سفرناموں کو شہرت اور پذیرائی ملی، کیونکہ یہ اپنے دور کے نامور ادیبوں نے لکھے تھے۔ حج کے ان سفرناموں کی ادبی اہمیت و مقبولیت کے باوجود ہمیں ان کے مطالعہ کا موقع نہیں ملا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم اپنا سفرنامہ لکھنے سے پہلے ان شاہکار سفرناموں کا مطالعہ کرتے، مگر ایسا ممکن نہیں ہو سکا۔

بلاشبہ یہ تمام سفرنگار اعلیٰ پائے کے صوفی، استاد، صحافی، محقق، شاعر اور زبان و بیان پر عبور رکھنے والی نابغہ روزگار ہستیاں تھیں۔ ان کے لکھے ہوئے سفرناموں کو آج بھی ادبی دنیا میں اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

''حج بیتی'' کو لکھنا ہمارے لیے بھی اللہ کریم کا ایک انعام اور اعزاز ہے۔ ہمارا شمار علمی و ادبی لحاظ سے ابھی تک کہیں بھی نہیں ہوتا اور ہمیں اس کا احساس و ادراک ہے۔

بایں وجہ حج بیت اللہ اور درِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حاضری کے ساتھ دیگر مقامات مقدسہ پر جو واقعات رونما ہوئے اور جن مشاہدات و کیفیات سے گزرے انہیں عام فہم انداز اور سادہ الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

عمومی طور پر حج بیت اللہ کے سفرناموں میں حج کے سفر کے ارادے اور اس کی تیاری کو مختصر انداز میں بیان کیا جاتا ہے لیکن ہم نے اس بارے تفصیل سے مختلف واقعات میں موجود کرداروں ان کے روّیوں اور حالات کو بیان کیا ہے تاکہ قارئین اس سے کچھ رہنمائی حاصل کریں اور اگر وہ اپنی آنکھیں کھلی رکھیں تو ان کا وقت اور سرمایہ بچ سکے گا۔سفر کی روداد میں ایسے کردار بھی سامنے لانے کی جسارت کی ہے جو حج وفود کا حصہ تو ہوتے ہیں مگر ان کی نشست و برخاست اور مطمع نظر بالکل ہی مختلف ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ ہمارے سفر میں مشاہدات کا حصہ رہا ہے اور ہمارے نقطۂ نظر سے ہر ایک کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ ہر ذی شعور تصویر کو اپنے اپنے انداز سے دیکھنے اور پرکھنے کا حق رکھتا ہے۔

دورانِ سفر جہاں کہیں ہمیں کچھ ایسے معاملات نظر آئے ہیں جو من حیث القوم مسلمانوں کی زندگی اور کردار میں بہتری لا سکتے ہیں اور بطور اُمت ہمارا وقار بلند ہو سکتا ہے اس کا بھی احاطہ کرنے میں بخل سے کام نہیں لیا گیا۔

بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں کی طرف سے کاروبار اور دیگر ممالک سے روابط کے سلسلے میں جو قابل عمل تجاویز ہو سکتی ہیں انہیں سامنے لانے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔اس کا مقصد یہ ہے کہ قارئین کو اپنی قلبی واردات کے ساتھ ساتھ کھلی آنکھوں سے گردو پیش کے حالات وواقعات سے بھی باخبر اور امکانات کے بارے آگاہی دی جائے۔

اور بھی بہت سے موضوعات کو زیر بحث لایا جا سکتا تھا مگر دور حاضر کا قاری الفاظ اور سطور کی طوالت کو پسند نہیں کرتا کیونکہ اس کے پاس وقت ہونے کے باوجود وقت کی قلت ہوتی ہے۔سوشل میڈیا پر بھی پڑھنے سے پہلے تحریر اور کتاب کا حجم دیکھا جاتا ہے اس کے بعد فیصلہ کیا جاتا ہے کہ اس کو پڑھنا ہے یا نہیں۔؟

حج بیت اللہ کے کسی بھی سفر نامے کا گذشتہ دہائیوں میں شائع ہونے والے اور آنے والے دنوں میں لکھے جانے والے سفر ناموں سے کوئی موازنہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے۔ حج بیت اللہ کے لکھے تمام سفر ناموں میں ہر ایک اپنی اہمیت کا حامل ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ اس سفر نامے کو پڑھنے کے بعد آپ کی معلومات میں اضافہ ضرور ہوگا۔ ممکن ہے کہ غور و فکر اور تدبر کے کچھ نئے در وا بھی ہوں۔

سفر نامہ کے مندرجات میں مختلف کرداروں اور ان کے رویوں کو دیانتداری سے بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں اگر کسی شخص یا گروہ کی انفرادی یا مجموعی ناگواری، تضحیک یا دل آزاری کا پہلو نکلتا ہو تو پیشگی معذرت و معافی کے خواستگار ہیں۔

اپنے والدین کی شفقت، محبت اور شب و روز دعاؤں، اپنی اہلیہ محترمہ، پیارے اور باکمال بچوں سیّد شہروز حسن، سیّد ضیاء الرحمٰن اور سیّد حسیب الرحمٰن کی محبت و وابستگی پر اللہ رب العزت کا شکر بجا لاتے ہیں۔ اس کے ساتھ اپنے اساتذہ کرام بالخصوص پرائمری سکول کے استاد شیخ محمد اختر، ہائی سکول چونیاں میں سیّد عباس علی شاہ گیلانیؒ اور ہیڈ ماسٹر چوہدری محمد یعقوب ساجد۔ صحافت و خدمت خلق میں محمد سعید بدر اور پروفیسر محمد حفیظ جنجوعہ مرحوم و مغفور کی تربیت و رہنمائی پر ممنون اور احسان مند ہیں۔

اس سفر نامے کی اشاعت کے سلسلے میں نامور اقبال شناس پروفیسر ڈاکٹر ہارون رشید تبسم (سرگودھا)، پروفیسر ڈاکٹر وقار ملک (شعبہ ابلاغیات پنجاب یونیورسٹی)، معروف صحافی ظہیر احمد بابرؔ، اپنے بڑے بھائی ماہر تعلیم سیّد ارشد گیلانی، قیصر سلمان غوری اور صحافی سیّد عامر حسین تقوی 49 نیوز کا تہہ دل سے شکریہ جو ہمیشہ رہنمائی اور سرپرستی فرماتے رہے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام محسنین اور خیر خواہوں سمیت قارئین کو دین و دنیا کی آسانیاں اور جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

سیّد اعجاز گیلانی (لاہور)

ejazgillani@gmail.com

فکروفن اور جذبۂ اسلامی کا آئینہ دار سفرنامہ

ممتاز صحافی، سفرنامہ نویس، شاعر، ادیب اور دانش ور سیّد اعجاز گیلانی ہمہ صفت انسان ہیں۔ وہ احساس اور عزم و استقلال کے پیکر تراشتے ہیں اور اپنی مسکراہٹوں اور دل فریبیوں سے میدانِ گلستاں میں پھول نچھاور کرتے ہیں۔ 14 اکتوبر 2023ء کو وہ سرگودھا پریس کلب تشریف لائے۔ اُن سے ملنے اور گفت گو کی دل آویزی سے ساعتوں کو پُرسکون کرنے کا موقع ملا۔ پریس کلب کے بعد پی سی ہوٹل سرگودھا میں اُن کی فری سٹائل باتوں نے بہت متاثر کیا۔ اُن کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات ہمیشہ یاد رہیں گے۔ اُن کی محبت اور رفاقت کے ریشمی لمحے اور گفت گو کی مٹھاس ساعتوں سے ہوتی ہوئی دل میں مقید ہو چکی ہے۔ وہ شہرِ اَدب اور ریاستِ صحافت کے چمکتے دمکتے ستارے ہیں۔ وہ معاشرتی بے حسی اور بے چارگی کے خلاف آواز بلند کرنے والے مجاہد ہیں۔ شعوری انقلاب کی رشک آفریں بہاریں اُن کی ذات کا حصہ ہیں۔ اُن کا ظاہر زمانے کے ساتھ چلتا ہے جب کہ اُن کا من خالقِ حقیقی کے ساتھ دوستی نبھانے میں مصروف رہتا ہے۔ اُن کے باطن سے پھوٹنے والی ایمان و تصوف کی مہک دوسروں کی دلوں میں گھر کر لیتی ہے۔ اُن کی ذات اور تحریر کی سادگی اُن کی شرافت کی عکاس ہیں۔ اُن کی رشحاتِ قلم میں ایک ضوفشانی ہے جس کی قوت حالات سے مواد کشید کرتی ہے۔

مختلف موضوعات پر 5 مقبول عام کتب کی اشاعت کے بعد اب اُن کا سفرنامہ "حج بیتی" منظرِ عام پر آ رہا ہے۔ سیّد اعجاز گیلانی کا یہ شاہکار سفرنامہ اَدبی دنیا میں اپنی مثال آپ ثابت ہوگا۔ سیّد اعجاز گیلانی مخلوقِ خدا سے پیار کرتے ہیں۔ اِسی لیے خالقِ

کائنات نے اُن کے لیے آسانیاں پیدا کردی ہیں۔ وہ ایک عرصہ سے پاکستان اور کینیڈا کی درمیان رابطہ کار ہیں۔ فکرِ روزگار کی وجہ سے اُنھیں دیارِ غیر میں وقت گزارنا پڑتا ہے لیکن وطن کی سوندھی مٹی کی خوشبو اُن کے ساتھ دامن گیر رہتی ہے۔ سیّد اعجاز گیلانی بیک وقت علمی، اَدبی، ثقافتی، صحافتی، معاشرتی، تحقیقی اور تنقیدی محاذوں پر برسرِ عمل ہیں۔ نفیس انسان، شفیق دوست، قلم کے حرمتوں کے پاسدار، کھرے پاکستانی، انسان دوست، دانش ور اور تخلیق کار ہیں۔ اُنھیں لفظوں کی شیرازہ بندی میں کمال حاصل ہے۔ اُن کی گفت گو اور تحریر میں توازن پایا جاتا ہے اور وہ بڑے سلیقے سے اپنے جذبات و احساسات سپردِ قرطاس کرتے ہیں۔

اُن کے سفر نامہ ”حج بیتی“ کے مطالعہ سے قاری خیال، جلال، جمال، کمال، اور استقلال کی قوتوں سے آشنا ہوجاتا ہے۔ سیّد اعجاز گیلانی کی سوچ رت نے کمال کر دکھایا ہے۔ مناسک حج کی ادائیگی اور سفر کا حال بالترتیب ہمارے سامنے ہے۔ سیّد اعجاز گیلانی نے ”حج بیتی“ کے کل سفر کے ساتھ جزئیات کو بھی فراموش نہیں کیا۔ سفر نامہ کے دوران رونما ہونے والے واقعات کی لفظی تصویر کشی اس سفر نامہ کی خوبی ہے۔ بعض مقامات ایسے ہیں جہاں قاری خود کو ان کا ہم سفر تصور کرتا ہے۔ دل، جسم، روح، اخلاق، اخلاص، نیت، عمل، یقین اور ریاضت ایسے جذبوں کو اُنھوں نے لفظی سانچے میں ڈھال کر تجسیم نگاری کا فن اُجاگر کیا ہے۔ من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں، تن کی دولت تو آنی جانی ہے۔ رب العالمین یا رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ کچھ بھی لکھا جائے اس میں خونِ دل کی نموشامل ہوتی ہے۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے کہا ہے:

نقش ہیں سب نا تمام، خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

قلم تو ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہے لیکن لکھنے کی قوت اُوپر سے آتی ہے۔ یہ سب کچھ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مظہر ہے۔ جو مسلمان تاجدارِ ختم نبوت، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

سرشار ہو کر قرطاس وقلم سے رشتہ جوڑتا ہے تو کائنات اس پر محبت کی گل پاشی کرتی ہے۔ دورانِ حج "لبّیك اللّٰھم لبّیك" کے صوتی اثرات روح پرور ہوتے ہیں۔ اس آواز سے انسان تو انسان کوہ و دمن بھی وجد میں آجاتے ہیں۔

کتاب کا ہر موضوع خزینہ معلومات ہے۔ اُنھوں نے سیدھے سادے انداز میں سفر کے دوران پیش آنے والے تمام واقعات کو اپنی گرفت میں رکھتے ہوئے سپردِ قلم کیا ہے۔ سیّد اعجاز گیلانی چوں کہ زندگی کے متعدد شعبوں میں مقبول ہیں بطور صحافی، سماجی کارکن اور کالم نویس اُن کا تجربہ اور مشاہدہ قابلِ قدر ہے۔ مرنجاں مرنج شخصیت کا پیرہن انسان دوستی اور اسلام شناسی کا مظہر ہے۔ پاکستان سے محبت اُن کا پیرہن ہے۔ حج بیتی میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حرارت اور روشنی جا بجا محسوس کی جاسکتی ہے۔ ہر تخلیق کار اپنے اسلوب سے پہچانا جاتا ہے۔ سیّد اعجاز گیلانی کی تحریروں کا خاصا ہے کہ وہ موقع محل کے مطابق اپنے لفظوں کی نشست و برخاست کرنے کا حسن جانتے ہیں۔ موقع محل کے مطابق انگریزی، پنجابی اور فارسی زبان سے بھی استفادہ کر لیتے ہیں۔ پرورش لوح وقلم اُن کا مشن ہے۔ اس سفرنامہ میں عقیدت اور حرمتِ تحریر کا سنگم ملتا ہے۔ اُن کے اسلوب کی چند جھلکیاں مختلف حوالوں سے نذرِ قارئین ہیں:

حج بیت اللہ ایک افضل سفر میں سیّد اعجاز گیلانی نے عزم ویقیں اور ایمان کی پختگی کے حوالے سے لکھا ہے:

☆ "کوتاہ اندیش انسان ہونے کے ناطے ہم جلد باز واقع ہوتے ہیں۔ اپنی خواہشات اور مرادوں کی جلد از جلد تکمیل چاہتے ہیں لیکن اللہ کریم اس کا وقت اور ترتیب کے حساب سے اہتمام و انصرام کرتے ہیں۔ بس ضرورت اس ایمان اور یقین کی ہوتی ہے کہ ہم اپنے ارادوں کو اللہ کی منشاء سے جوڑ دیں۔ اس پر توکل کا مظاہرہ کریں تو زندگی اور اس کے معاملات آسان ہو جاتے ہیں۔"

کامیاب انسان حقوق اللہ اور حقوق العباد میں توازن قائم رکھتا ہے۔ شکستہ دلوں کو

حوصلہ دینا حج اکبر سے کم نہیں ہے۔ اَدب اور احترام کرنے سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ زندگانی کو مدعا احترامِ انسانیت سے ہی ملتا ہے۔ خدا نہ جانے کس بھیس میں ہمارے سامنے آجائے۔ سیّد اعجاز گیلانی کی شخصیت اور عمل میں یہ پہلو بہت نمایاں ہے۔ اُنھوں نے ”میدانِ عرفات میں حقوق العباد کی معافی“ عنوان میں ایک اہم نکتہ پیش کیا ہے:

☆ ”جامعہ اشرفیہ کے جید عالم کی طرف یہ بیان فہم سے بالاتر تھا۔ وہاں سیشن کے اختتام پر شرکاء نے متعدد سوالات پوچھے جن میں زیادہ تر احرام باندھنے اور عام فہم معاملات سے متعلق تھے۔ سیشن کے منتظمین حضرات نے شرکاء کو سیشن میں بیان کی ویڈیو بنانے سے منع کر دیا تھا۔ وجہ شاید یہ تھی کہ وہ خود اس کی ریکارڈنگ کر رہے تھے اور بعد میں یوٹیوب پر اپ لوڈ کرتے ہیں۔“

کہا جاتا ہے کہ سفر وسیلہ ظفر ہے لیکن سفر کے مراحل دشوار گزار ہوں تو یہ ذہن پر بوجھ بن جاتا ہے۔ ”مساکین سے سعودی ایئر لائن کا خاص سلوک“ میں سیّد اعجاز گیلانی رقم طراز ہیں:

”سعودی ایئر لائن کے کاؤنٹر پر یہ چالاکی کی جا رہی تھی کہ ہر ایک کو واپسی کے بورڈنگ کارڈ بھی جاری کر رہے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ اگر کوئی حج کرنے کے بعد مقررہ تاریخ سے پہلے واپسی کی کوشش کرے تو یہ بکنگ ضائع ہو جائے کیوں کہ بورڈنگ کارڈ جاری ہونے کے بعد اس میں ردو بدل نہیں ہوسکتا۔ پہلے تو اس کارروائی کی سمجھ نہیں آئی لیکن جب حجاج نے قبل از وقت واپسی کی کوششیں کیں تو انھیں نئے سرے سے ٹکٹ خریدنا پڑی۔ مجھے یقین ہے کہ سعودی ایئر لائن یہ خاص کارروائی پاکستانی حجاج کے ساتھ کرتی ہوگی کیوں کہ ان کے لیے یہاں ”مساکین“ بستے ہیں جن سے اس طرح کا سلوک روا رکھنا ثواب کا کام ہے۔“

تخلیقی آہنگ سے وجدان کو فروغ ملتا ہے۔ الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا پر مناسک

حج دیکھنے والوں کو یہ تمنا دامن گیر ہوتی ہے کہ وہ کب مکہ و مدینہ کی فضاؤں میں سانس لینے کی سعادت حاصل کریں گے۔ عمریں گزر جاتی ہیں یہ لمحہ دیکھنے کے لیے۔ "پہلی مرتبہ حج کے سفر کی کشش" کے حوالے سے سیّد اعجاز گیلانی کی پُرکشش سطور ملاحظہ ہوں:

☆ "جب تک آپ حج کا سفر نہیں کرتے آپ کو اس کے احساس اور مسرت کا اندازہ نہیں ہوتا لیکن ایک نقطہ اور بھی ہے کہ یہاں پہلے سفر حج کا ذکر ہے' جو خواتین و حضرات متعدد حج کر چکے ہیں ان کے احساس اور جذبات کو کسی اور زاویے سے پرکھا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں دو طرح کے خواتین و حضرات حجاج ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو اپنی تمنا و تڑپ کے ساتھ جانے پر شاداں ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جو کاروبار کے سلسلہ میں عازم سفر ہوتے ہیں۔ بعض ٹریولز ایجنٹس اور اس کے اہل خانہ بتیس بتیس اور اس سے زائد حج کر چکے ہوتے ہیں۔ انسانی فطرت بھی ہے کہ جو کام اور سفر پہلی مرتبہ کرنے جا رہے ہیں اس کا شوق اور تجسس کچھ اور ہوتا ہے۔ ابتدائی معلومات کے باوجود آپ عملی طور پر جا کر سیکھتے ہیں اور خود پر طاری کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حج کے سفر کی کشش نئے حاجی کو بارہا سفر حج کرنے والے حاجی سے کہیں زیادہ محسوس ہوتی ہے۔"

ایک لمبے سفر کے بعد حرم شریف کا دیدار انسان کو مسرت و شادمانی عطاء کرتا ہے۔ حرم شریف کے اُونچے مینار خالقِ کائنات کی عظمت اور جلال سے مرعوب کرتے ہیں۔ زائرینِ کعبہ اپنی ظاہری آنکھ سے بالاتر ہو کر دل کے دروازے وا کر لیتے ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ آنکھوں کی نمی اس عظیم والشان بیت اللہ پر نچھاور کر دیں۔ حرم شریف سامنے ہے۔ اپنے گناہوں کا احساس بھی ہے اور اس در سے بخشش کی اُمید ہے۔ زائرین بوجھل قدموں سے درِ بیت اللہ کی طرف قدم بڑھاتا ہے یہ روح پرور منظر دیکھنے والے بخوبی محسوس کر سکتے ہیں کہ یہ منظر آنکھوں کے راستے دل کا مکیں بن جاتا ہے۔ سیّد اعجاز گیلانی بھی "بیت اللہ پر پہلی نظر" میں یہ لمحے لفظوں میں پرو لیتے ہیں۔

"اے اللہ! تیرے در پر جیسے بھی عاجز اور گناہ گار پہنچے ہیں تو آنا قبول کر لے۔ تو

ستار العیوب ہے، تیرا وعدہ ہے کہ میں توبہ اور عاجزی پر معاف کردوں گا۔ہم اپنی نافرمانیوں اور گناہوں پر شرمندہ اور توبہ کرتے ہیں اور آئندہ اس گھر، اس سرزمین اور اس سے دور ہر جگہ جہاں جہاں بھی تجھ سے نعمت و بخشش مانگیں اور دُعا کریں اسے مستجاب کردینا۔یہی عرض ہے، یہی تمنا ہے اور یہی مدعا ہے۔"

حرم شریف سوچ کے پندار کو تقدیس عطاء کرتا ہے۔اُس ماحول میں نماز ادا کرنے کا سرور ناقابلِ بیان ہے۔ زندگی کی بحرِ بیکراں میں وہ لمحات سنہری حروف سے لکھے جاتے ہیں جب اللہ رب العزت کے حضور جھکنے کی سعادت مل جاتی ہے۔ظاہر و باطن کی دوریاں ختم ہوجاتی ہیں۔لبیک اللّٰھم لبیک، کی صدائیں روح کو طہارت عطاء کرتی ہیں۔ زائر اپنی قسمت پر متحیر ہوتا ہے۔تصوف کے دروازے اس کے سامنے کھلنا شروع ہو جاتے ہیں۔سوزِ حرارت کی پیکار سامنے نظر آتی ہے۔سیّد اعجاز گیلانی نے" حرم میں نمازِ فجر اور طوافِ کعبہ" کا نقشہ بڑی خوبصورتی سے کھینچا ہے۔

☆ " مطاف احاطہ حرم میں جانے والے راستہ میں رکاوٹ لگا کر بند کرنے کے بعد ہمیں اوپر والی منزل پر بھیج دیا گیا۔ بیت اللہ کا نظارہ سبحان اللہ۔وقت فجر کا سکوت اور پاکیزگی، اجلا ماحول روح پرور تھا۔طواف جاری تھا کہ نماز کے لیے صف بندی شروع ہوگئی۔صبح صبح قرآت کا اپنا ہی لطف ہوتا ہے۔ وہ بھی خانہ کعبہ کے نامور قراء حضرات پڑھ رہے ہوں۔نماز کے بعد طواف مکمل کیا اور شادمان و معطر روح کے ساتھ ہوٹل واپسی ہوئی اور سیدھا ناشتہ کے لیے میس کا رُخ کیا۔"

کعبۃ اللہ میں سرور و کیف کی دولت عام ملتی ہے۔ لاشعور میں رحمت و برکت کی قوتیں سمانے لگتی ہیں۔اُنھوں نے" حرم میں نمازیں اور طواف" مزید لکھا ہے:

" حرم شریف میں داخل ہوئے تو مطاف میں رش کم ہونے کی وجہ سے جانے کا موقعہ مل گیا۔مطاف میں طواف کا اپنا سرور ہوتا ہے جب خانہ کعبہ کے درودیوار سے آپ قریب تر ہوتے ہیں۔اللہ کریم کی وحدانیت و پاکی بیان اور استغفار کرنے کا موقعہ نعمت

عظیم ہوتا ہے۔ وہیں پر عصر کی نماز ادا کی اور پھر سے طواف کیے۔ مطاف میں طواف کا دورانیہ 12 منٹ ہوتا ہے۔ اس لیے میں تو اللہ کریم کی دی توفیق اور طاقت سے موقعہ ملنے پر مطاف میں دو سے تین طواف کر لیتا تھا۔ نوافل کی ادائیگی کے بعد وہیں صحن میں بیٹھ کر دُعائیں کرنے اور خانہ کعبہ کو دیکھنے کا ثواب سمیٹتے ہوئے مغرب کی اذان اور پھر با جماعت نماز ادا کرنے کے بعد سرشار واپس ہوٹل کا رُخ کیا۔"

آبِ زم زم کی افادیت و اہمیت کے بارے میں دنیا انگشت بہ دنداں ہے۔ حوضِ کوثر کی تمنا کرنے والوں کے لیے آبِ زم زم کا ایک ایک قطرہ آبِ حیات کہلاتا ہے۔ مشرق و مغرب نے آبِ زم زم پر تحقیق و جستجو کی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی اس نعمتِ بے بہا پر اُن کی ریسرچ مکمل نہ ہو سکی۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں "آبِ زم زم ایک "برانڈ ڈرنک" بن سکتا ہے" میں سیّد اعجاز گیلانی کیا لکھتے ہیں:

"آبِ زم زم پر دنیا کے ماہرین نے تحقیق کے بعد اسے بہترین پانی قرار دیا ہے جس کے حیرت انگیز طبی فوائد ہیں۔ بے شمار حجاج نے تصدیق کی ہے کہ گھروں میں آبِ زم زم سالہا سال پڑا رہنے کے باوجود خراب نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا ذائقہ تبدیل ہوتا ہے۔ بلا شبہ آبِ زم زم ہم مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی خاص نعمتوں میں سے ایک ہے۔ ہمارے وہاں قیام کے دوران رپورٹ تھی کہ حجاج کے لیے ابتدائی دو ہفتوں میں 12 ملین لیٹر آبِ زم زم تقسیم کیا جا چکا تھا۔ حدودِ حرم میں جو زم زم پیا یا استعمال کیا گیا اس کی مقدار کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کیوں کہ 24 گھنٹے اس کی فراہمی و استعمال جاری رہتا ہے۔"

خانہ کعبہ اسلامی تشخص کا آئینہ دار ہے۔ اس شہر کی فصیلوں میں ہر زائر کی محبت جلوہ گر رہتی ہے۔ حرم شریف سے مدینہ کا سفر محبتوں اور عقیدتوں سے بھرپور ہوتا ہے۔ جیسے خانہ کعبہ میں ایک جلال کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ اِسی طرح مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ایک جمال نظر آتا ہے۔ درود و سلام کی کیفیت سے آنکھوں کو سرور اور سماعتوں کو لذتِ آشنائی محسوس ہوتی ہے۔ تاجدارِ ختم نبوت، محسنِ انسانیت، اسرارِ رموزِ رحمانی، صدرِ فیوضِ

یزدانی، قاسمِ برکاتِ ہمدانی، مقصدِ کائنات، مقصودِ کائنات، سرورِ کائنات اور رونقِ کائنات، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا در دیکھنے والے پھر کسی اور در کی تمنا نہیں کرتے۔

سیّد اعجاز گیلانی "مدینۃ النبی: عقیدت واَدب کی سرزمین" میں اس ماحول میں نعت کی عظمت محسوس کرتے ہیں۔

☆ "اللہ اور اس کے فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجتے ہیں، ایمان والو تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود وسلام بھیجو۔ اسی درود وسلام کے لیے حاضری کی تڑپ اور تمنا لیے ہم بھی مدینہ کی پاک حدود میں داخل ہو گئے۔ مکہ میں انکساری و عاجزی کی کیفیت مدینہ میں ادب وعقیدت میں ڈھل گئی۔ مجھے بڑی حیرت اور افسوس ہوتا ہے کہ جب ہمارے اکثر اُردو، پنجابی کے نعت لکھنے اور پڑھنے والے یثرب کا لفظ ابھی تک لکھتے بولتے یا پڑھتے ہیں۔"

یہ وہ مقام ہے جہاں سے تخلیق کار کو غیب سے مضامین موصول ہوتے ہیں۔ ہر تخلیق کار اس ماحول میں بیٹھ کر جب قرطاس وقلم سامنے رکھتا ہے تو لفظ عقیدت کی سیاہی سے قرطاس پر نور پھیلاتے محسوس ہوتے ہیں۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جالیاں اس کے سامنے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بھیجے گئے درود کی برکتیں زائر پر ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ آنکھیں اس مقام پر اپنے مقید آنسو کیسے روک سکتی ہیں؟ یہ وہ مقام ہے جہاں پر فرشتے بھی مؤدب ہو کر گزرتے ہیں۔ وقت ایک ضدی بچے کی طرح گزرتا رہتا ہے لیکن مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں گزرا ہوا وقت ذہن میں نقش ہو جاتا ہے۔ یہاں خواب حقیقتوں کا روپ دھارتے ہیں۔ احساس حقیقت میں بدلتا ہے۔ سکوت ٹوٹ کر احساس کی آنکھ سے شعوری کیفیتوں کو جلاء بخشتا ہے۔ "مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: اَدب کا اعلیٰ مقام آیا" میں اعجاز گیلانی کا اسلوب بھی احتراماً درِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لپٹ جاتا ہے۔ اُن کی آرزوئیں اور تمنائیں حقیقتوں میں ڈھلنے کی خواہش رکھتی ہیں۔ چند سطور ملاحظہ ہوں:

☆ "یہ وہ مقام ہے جہاں محبت اور اَدب یکجا ہو جاتے ہیں اور بات وارفتگی تک

پہنچتی ہے۔ نماز اور نوافل کی ادائیگی کے بعد دُعا سلام کے نذرانے سے اپنے یہاں بلائے جانے کے شکرانے سے التجاؤں تک بات پہنچی تو آنکھیں بھی نم ہوگئیں۔ یہ دُعا ختم ہوئی اور واپس ہوٹل آنے کا مختصر پیدل سفر ایسا تھا کہ جیسے منزل مل گئی ہو، بے قراری کو قرار آگیا ہو اور سارے منظر ڈھل کر حسین ہو گئے ہیں۔ اگر ایسی تطہیر نہ ہو تو پھر یہاں آنے کی قبولیت کہاں سے ملے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تو وہ ہستی ہیں اور یہ وہ مقام اولیٰ ہے جہاں سے آگہی و ہدایت، محبت و اخوت، انسانیت، ایثار اور قربانی کے تمام چشمے پھوٹتے ہیں۔ یہی سرزمین تو جنت کا ٹکڑا ہے اور جنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے مشروط ہے۔"

"حج بیتی" کے مطالعہ سے قاری خود کو اعجاز گیلانی کے ہمراہ محسوس کرتا ہے۔ سفر کی رکاوٹوں سے اُلجھنے کا انداز سیکھتا ہے اور حجِ بیت اللہ کی خواہش اس کے دل میں مچلنے لگتی ہے۔ رواں، سلیس اور معلومات سے بھرپور یہ سفرنامہ سیّد اعجاز گیلانی کے فکر و فن اور جذبہ اسلامی کا آئینہ دار ہے۔ مَیں اس کی اشاعت پر اُنھیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر ہارون رشید تبسم
چیئرمین پاکستان ادب اکادمی
319Y۔ اقبال کالونی، سرگودھا
drharoonsgd@gmail.com

ایک صحافی کی حج بیتی

اگر آپ کو حج کی سعادت مل چکی ہے تو اس کتاب کو پڑھتے ہوئے آپ کا دل ایک بار پھر رختِ سفر باندھنے کو چاہے گا اور اگر ابھی حجاز مقدس کا سفر کرنا ہے تو بالکل ٹھیک کتاب آپ کے ہاتھ میں آئی ہے۔ کیسے؟ اس بات کا جواب ہر صفحہ پڑھتے ہوئے آپ کو ملتا جائے گا۔

ایک پیر صاحب کا حج کا قرعہ نکل آیا۔ وہ اپنے مرشد کے پاس حاضر ہوئے تاکہ دعا لے سکیں۔ وہاں مریدین کا رش لگا تھا جو اپنی باری پر جا کر بتاتے کہ اللہ کے گھر سے بلاوا آیا ہے۔ مرشد خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس کا کندھا تھپتھپا کر کہتے: ''ستے خیراں ہون گیاں، نہائے دھوئے واپس آؤ گے''۔ (سب خیر ہوگی، پاک صاف ہو کر واپس آؤ گے)۔ مرید، مرشد کی بات سنتے تو ان کے چہرے مطمئن ہو جاتے۔ پیر کی باری جب آئی تو مرشد نے کہا: ''جیسے جاؤ گے ویسے ہی آؤ گے''۔ پیر نے پریشانی سے مرشد سے پوچھا: ''گنہگار مریدوں کو آپ ستے خیراں ہون گیاں۔ کہہ رہے ہیں اور مجھے جو پابند صوم وصلوٰۃ واذکار ہے۔ اسے آپ کہہ رہے ہیں جیسے جاؤ گے، ویسے ہی آؤ گے''؟ مرشد نے مسکراتے ہوئے کہا: ''مریدوں کے دل میں اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کا خوف ہے۔ جیسے وہ حاضری سے جانے سے پہلے فکرمند ہیں۔ وہ وہاں بھی رب کے حضور پشیمانی کا اظہار کرتے ہوئے توبہ کے طلب گار ہوں گے۔ اس لیے وہ اپنے گناہوں کی پوٹلی وہاں چھوڑ کر خالی ذہن و دل میں نئے وعدے اور ارادے بھر کر واپس لوٹیں گے۔ اس

لیے انہیں پاک صاف ہو کر واپس آنے کی بات کرتا رہا!'' ایک آپ ہیں جنہیں جانے سے پہلے ہی اپنی پارسائی اور عبادت گزاری کا زعم ہے۔ آپ کا ذہن و دل پہلے ہی اپنے تئیں نیکیوں سے بھرا پڑا ہے۔ اب یہ تو ممکن نہیں کہ آپ اور باقی مریدوں سے ایک جیسا سلوک ہو۔ جب تک اپنے ذہن کے بھرے برتن کو خالی نہیں کریں گے تب تک اسے دوبارہ کیسے بھرا جائے گا۔ اس لیے آپ سے کہا۔ جیسے جاؤ گے ویسے ہی آؤ گے۔ اگر چاہتے ہو کہ اللہ کے گھر اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در سے خیر و برکت لاؤ تو پہلے اپنی پارسائی کا لبادہ اتارنا پڑے گا اور نیکی کے زعم سے بھرا برتن خالی کرنا پڑے گا۔

سیّد اعجاز گیلانی کی حج بیتی کا مسودہ ملا تو برسوں کی شناسائی کی وجہ سے یہ اشتیاق ہوا کہ دیکھیں، کینیڈا میں برسوں گزارنے اور کئی ممالک کا سفر کرنے والا صحافی جب حج پر نکلا تو ان کی تنقیدی نگاہ سے کوئی بچ پایا یا نہیں؟۔ جیسے جیسے ورق الٹتے گئے، اسے مزید پڑھنے کی طلب بڑھتی گئی۔ سادہ اندازہ بیان۔ کیا پسند آیا کیا ناپسند، اپنے مخصوص انداز میں سب پر لگی لپٹی رکھے بغیر تبصرے کرتے چلے گئے یعنی دل کی باتیں کرتے ہوئے دماغ کا دامن کہیں نہیں چھوڑا۔ مطالعہ کرتے ہوئے یوں لگتا ہے جیسے سیّد اعجاز گیلانی انگلی پکڑ کر ساتھ ساتھ لیے پھر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ قیام کرنے والوں کے مزاج اور انداز سے آپ بھی اتنے ہی واقف ہو جائیں گے جتنا کہ مصنف خود ہوئے۔

یہ بات تو اب عام ہو چکی ہے کہ حج پر صرف حج کرنے والا جاتا ہے باقی سارے کاروبار کرتے ہیں۔ اس پر ظلم یہ کہ اس معاملے میں بھی زیادہ تر آپ کے اعتبار کے لوگ ہی ہاتھ کر جاتے ہیں۔ سیّد اعجاز گیلانی نے ایسے ہر ہاتھ کرنے والے کا ذکر بھی صاف صاف کر دیا کہ سرکاری حج میں نام شامل کرانے کے لیے جس دوست اور واقف کار نے لیت و لعل سے کام لیا پھر اس نے ہی پرائیویٹ حج کے لیے بکنگ کرائی اور بغیر بتائے تگڑا کمیشن بھی لے گئے۔ اسے پڑھتے ہوئے یونہی لگا جیسے سرکاری ہسپتال جانے والوں کو کئی ڈاکٹر اپنے پرائیویٹ کلینک یا ہسپتال کا راستہ دکھا دیتے ہیں۔

سعودی ایئر لائنز کے رویے کا ذکر کرتے ہوئے اس سفر کا بھی ذکر آیا جس پر جاتے ہوئے سیّد اعجاز گیلانی کے ساتھ ہم بھی نشانہ بنے۔ لاہور ایئر پورٹ پر ایک گھنٹہ پہلے ہی کاؤنٹر بند کر کے فوری طور پر نئی تاریخ کا ٹکٹ لینے کا کہا گیا۔ بھاگم بھاگ ایئر لائن کے دفتر پہنچے تو وہاں موجود افراد نے بات سننے کے بجائے الٹی گنتی شروع کر دی کہ جیسے ہی طیارے کا دروازہ بند ہوا آپ کے ٹکٹ کینسل ہو جائیں گے۔ اس افراتفری میں اضافی رقم دے کر ٹکٹ بچائے اور پھر بعد میں ٹکٹ واپس نہ ہونے پر مزید رقم دے کر ہمیں رمضان المبارک میں استنبول جانا پڑا۔ جب سفر پر نکلے تو اس دوران سعودی ایئر لائنز کا پاکستانیوں سے نیا رویہ دیکھنے کو ملا۔ لاہور ایئر پورٹ کے لاؤنج میں کیفے ٹیریا کے سٹاف نے پوچھا۔ کھانے کو کچھ لا دیں۔ انہیں بتایا کہ روزے سے ہیں۔ افطار کا وقت فلائٹ میں ہوگا۔ کھانے پینے کی اشیا ویسے بھی طیارے میں لے جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اس نے کہا بھی کہ سعودی ایئر لائنز میں ابھی ایسی کوئی پابندی نہیں لیکن سیّد اعجاز گیلانی اور میں اپنے بین الاقوامی سفر کے تجربے کی بنیاد پر نہ مانے۔ اس دوران ایک مسافر کو دیکھا جس نے کوئی پانچ ڈبوں والا کھانے کا ٹفن اپنی سیٹ کے ساتھ رکھا ہوا تھا۔ سوچا جب سعودی ایئر لائنز کا سٹاف یہ رکھوائے گا تب پتہ چلے گا۔ بورڈنگ کارڈ لینے کے بعد طیارے میں بیٹھنے کے لیے ٹیوب میں گھنٹہ بھر طویل قطار میں کھڑا ہونا پڑا کہ ہینڈ کیری کی چیکنگ دوبارہ کی گئی۔ اپنی ہی سرزمین پر سعودی ائیر لائنز کا یہ رویہ بہت ناگوار گزرا لیکن عشق کے امتحان ابھی اور بھی تھے۔ اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھے تو افطاری کا وقت ہو گیا۔ ہمیں انتظار کہ سعودی عرب کی نمائندہ ایئر لائنز مذہبی فریضہ ادا کرنے والوں کیلئے بہترین انتظام کیے ہوگی لیکن مغرب کی اذان ہونے کے بعد بھی افطاری کا اتا پتا نہ چلا۔ وہ پانچ ڈبوں کا ٹفن لانے والے صاحب دو تین سیٹیں چھوڑ کر بیٹھے تھے۔ ٹفن سے افطار کا لطف اٹھا رہے تھے۔ کچھ دیر گزری تو ایک اسٹیورڈ جگ میں پانی لے کر، جی بالکل، جگ میں پانی اور دوسرے ہاتھ میں گلاس لے کر روزہ افطار کرانے لگا جبکہ دوسرا اسٹیورڈ دو کھجوریں

پکڑا رہا تھا۔روزہ داروں کی اس افطاری کے بعد اپنے وقت پر کھانا فراہم کیا گیا۔

سعودی ایئر لائنز کا یہ سلوک صرف لاہور سے جدہ جانے والوں کے ساتھ تھا لیکن جیسے ہی جدہ سے استنبول کی فلائیٹ پکڑی۔فوری طور پر احساس ہوا کہ انٹرنیشنل فلائٹ پر تو اب بیٹھے ہیں۔استنبول سے واپسی پر مسافروں کو حسب معمول کھانا سرو کیا گیا۔جدہ ایئر پورٹ پر لینڈ کرتے وقت افطاری میں ابھی ایک گھنٹہ رہتا تھا۔اس کے باوجود مسافروں کو افطار باکس دیئے گئے کہ اپنے ساتھ لے جائیں۔سعودی ایئر لائنز کے اس دہرے معیار پر دل خون کے آنسو روتا رہا کہ اتنے بے توقیر کیونکر ہوئے ہم۔

سیّد اعجاز گیلانی کی کتاب میں ایسے کئی خون کے آنسو ملتے ہیں جو کبھی حج پر لے جانے والوں کے رویے پر بہائے گئے اور کبھی ایئر لائنز کی سرد مہری پر۔کتاب کو آسان بنانے میں جہاں اس کے چھوٹے چھوٹے ابواب ہیں کہ پڑھنے والا مطالعے کی سیڑھی پر ایک کے بعد دوسرا قدم رکھتا چلا جاتا ہے۔اگر کہیں تھک کر ستا تا بھی ہے تو جب تک کتاب دوبارہ کھول نہیں لیتا اس کے اندر ”آگے کیا ہو“؟ کی کسک بے قرار کیے رکھتی ہے۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ المنورہ کا سفر کرنے کی سعادت دوبار ہمیں بھی مل چکی ہے۔حج اور عمرہ پر جانے کی وجہ سے کتاب پڑھتے ہوئے اپنی یادیں بھی تازہ ہوتی گئیں۔اس لیے سیّد اعجاز گیلانی کے ساتھ ہم نے اپنے ماضی کا حج اور عمرہ بھی دہرالیا۔عزیزیہ سے روزانہ خانہ کعبہ پہنچنے کی جدوجہد یاد آئی۔غارحرا کے باہر بچھی چٹائیوں پر عصر کی باجماعت نماز تو آج بھی روح کو سرشار کیے رکھتی ہے۔جنید جمشید ٹورز اینڈ ٹریولز سے پرائیویٹ حج کرنے کی وجہ سے منیٰ میں شروع کا مکتب ملا۔میدان عرفات سے نکلتے ہوئے بے انتہا رش دیکھا تو کراچی کے محمد عثمان کے ساتھ طے پایا" اللہ نے جوانی کا حج نصیب کیا ہے تو مزدلفہ تک پیدل چلتے ہیں"! پھر یوں ہوا کہ ہماری بسیں رات بارہ بجے کے بعد پہنچیں اور ہم نے پیدل ہوتے ہوئے بھی مزدلفہ جا کر مسجد میں باجماعت نماز ادا کی۔

سیّد اعجاز گیلانی کی حج بیتی پڑھتے ہوئے یادوں کی ایسی برسات ہوتی رہی کہ

مطالعے کی رفتار سست ہوگئی اور یہ شکوہ سننے کو ملا کہ آپ تو بہت جلد پڑھ لیتے تھے۔ کیا بتاتے کہ بھائی میاں! آپ نے دل کے نہاں خانوں کو کھول دیا ہے اور اس انداز میں درِ کعبہ اور درِ نبی پر ساتھ لیے پھر رہے ہیں کہ دل چاہ رہا ہے، دنیا کے جھمیلے چھوڑ چھاڑ کر ایک بار پھر رختِ سفر باندھ لیں۔ یقینی بات ہے یہ سیّد اعجاز گیلانی کی تحریر کا اثر تھا جو وہی جان پائے گا جو روح اور جسم کے اس سفر کو حج بیتی کے ذریعے طے کرے گا۔

اس کتاب میں صرف پاکستانی ہی نہیں دوسرے ممالک سے آئے عازمین کے رویوں کا بھی جائزہ ملتا ہے۔ وہ اس دکھ کا اظہار کرتے ہیں کہ جب دنیا بھر سے آئے مسلمان آپس میں گھلتے ملتے نہیں تو حج کا ایک بڑا مقصد رہ جاتا ہے۔ سیّد اعجاز گیلانی کا دوسرے ممالک سے آئے مسلمان بھائیوں سے جب بھی سامنا ہوا وہ مسکراہٹوں کے تبادلہ خیال پر ایک خوشگوار حیرت کا اظہار کرتے ملے۔ اس کیفیت کو جب خود حج پر گیا تب شدت سے محسوس کیا تھا کہ ایک نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُمتی حج پر آ کر بھی ایک جسم کی مانند نظر نہیں آتے۔ جیسا کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ تمام مومن ایک جسم کی مانند ہیں۔ جسم کے کسی ایک حصے میں تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم درد محسوس کرتا ہے۔ مجھے یاد ہے مکہ ٹاور کے ایکسلیٹر پر کھڑا باب عبدالعزیز کے باہر صحن میں الگ الگ ٹولیوں میں بیٹھے حاجیوں کی ملکی شناخت کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ ایسی کیا شے ہے جو اس امت نے کھو دی اور یہ ایک جگہ جمع ہونے کے باوجود آپس میں گھل مل نہیں پا رہے۔ تب دماغ میں روشنی ہوئی اور جواب آیا" سارا مسئلہ رابطے کی زبان کا ہے۔ ہم نے قرآن مجید کی زبان عربی جو ہم میں رابطے کی زبان بھی تھی۔ اسے چھوڑ دیا"۔ باہمی کلام کیلئے زبان نہ رہی تو جو امت واحدہ تھی وہ بس نام کی امت مسلمہ رہ گئی۔

سیّد اعجاز گیلانی نے پاکستانی عازمین میں چھپے کئی ایسے کرداروں کو بھی بے نقاب کیا ہے جو ملک اور قوم کی بدنامی کا سبب بن رہے ہیں۔ اب تو سرکاری طور پر بھی پارلیمنٹ میں یہ اعتراف سامنے آ چکا ہے کہ سعودی عرب، عراق، ایران میں زیارات پر پکڑے

جانے والے زیادہ تر بھکاری پاکستانی ہوتے ہیں۔ چوری چکاری میں بھی بڑی تعداد پکڑی جاتی ہے۔ حج بیتی میں ایک خاتون کا ذکر پڑھتے ہوئے حیرانی اور پشیمانی دونوں کیفیت سے گزرے۔ وہ خاتون بار بار عمرے پر جاتی تھی اور جب واپس آتی تو اس کا خاندان علاقے میں مزید زمین خرید لیتا۔ لوگ حیران تھے یہ کیسی برکات ہیں جو یہ خاتون اپنے ساتھ لاتی ہیں۔ ایک بار معمول سے زیادہ وقت گزرنے کے بعد خاتون لوٹی تو اس کے دونوں ہاتھ کلائی سے کٹے ہوئے تھے۔ پتہ چلا کہ وہ خاتون جا کر جیب تراشی کرتی تھی۔ پکڑے جانے پر اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا گیا اور اسے زخم کے باعث ہسپتال بھیج دیا گیا۔ وہ خاتون پھر باز نہ آئی اور بچ جانے والے دوسرے ہاتھ سے ایک سٹاف کی جیب کاٹ لی۔ کیمروں کی مدد سے پکڑے جانے پر اس کا دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا اور زخم ٹھیک ہوتے ہی واپس بھجوا دیا گیا۔

ایک اور رویہ جس پر پاکستانیوں کو اکثر طعنہ سننے کو ملتا ہے کہ نماز کے اوقات میں بھی عمرہ اور حج پر جانے والے پاکستانیوں کی ایک بڑی تعداد کھانا تقسیم ہونے والی جگہ پر قطار بنائے کھڑی یا بیٹھی ملتی ہے کہ جیسے ہی کھانا تقسیم ہونے لگے انہیں مل جائے۔ سیّد اعجاز گیلانی اس رویے پر کڑھتے نظر آئے۔ ہم نے تو (کل باکستانی مسکین) کا طعنہ بھی سنا ہے کہ تمام پاکستانی مسکین ہیں۔ اس پر جب قطار میں بیٹھنے والوں سے بات کرنے کا موقع ملا تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ معاملہ صرف مفت کھانا لینے کا نہیں ہے بلکہ ایک طرزِ زندگی کا بھی ہے۔ پاکستانی کلچر میں ایک بڑے طبقے کے نزدیک لنگر کھانے کو کارِ ثواب سمجھا جاتا ہے۔ اس کے لیے وہ یہاں بھی قطاروں میں لگنے اور انتظار کرنے کو بُرا نہیں سمجھتے‘ بلکہ سعادت خیال کرتے ہیں۔ جب وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہوتے ہیں تو اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہمان ہونے کی توجیہہ پیش کرتے ہوئے جہاں کھانا تقسیم ہونے کی توقع ہوتی ہے، اسے کائنات کا سب سے بابرکت لنگر سمجھ کر وہ قطار میں لگ جاتے ہیں۔ اب انہیں کون سمجھائے کہ ان کا یہ عمل دیکھنے والوں کو کیسا لگتا ہے؟ حج اور عمرے کے

اخراجات پورے دے کر جانے والے اگر سمجھ پائیں تو اتنا جان لیں کہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

حج بیتی کا مطالعہ کرتے ہوئے ایسے کردار بھی ملتے ہیں جو محبت اور عقیدت کے نام پر کچھ بھی جگاڑ لگانے کو معیوب نہیں سمجھتے۔ ایسے کردار بھی ملتے ہیں جنہیں گھر والوں کے دباؤ پر آنا پڑتا ہے اور حجاز مقدس پہنچ کر وہ اس کا اظہار کرنے سے نہیں چوکتے کہ میں آیا نہیں بجھوایا گیا ہوں۔ کئی بار تو گیلانی صاحب کے ہم سفروں سے ہمدردی بھی ہوئی کہ قلم کی روانی میں ان کے اچھے برے رویے اس کتاب میں رقم ہو چکے ہیں۔ اب ان کو تنبیہ یہی ہے کہ وہ اس کتاب سے دور رہیں ورنہ واپس آنے کے بعد عشق و مستی کی کیفیات بتانے والوں کو تھوڑی مشکل ہو جائے گی۔ یہ صورت حال بالکل ویسی ہی لگی جیسے قیام پاکستان کے بعد ہر زبان پر پیچھے حویلیاں، سونے چاندی کے صندوق، کھیت اور باغ چھوڑ کر آنے کی باتیں سن سن کر یہ طنز دہرایا جانے لگا" ہاں ہاں! ان کے وہاں دھنیے کے کھیت اور پودینے کے باغ تھے اور مرلہ بھر کی حویلیوں کا تو شمار ہی کوئی نہیں"۔

سیّد اعجاز گیلانی کی حج بیتی کو چالیس دن کی ڈائری کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اسے صحافی کی رپوتاژ بھی کہا جا سکتا ہے۔ جس میں جو دیکھا وہ بتایا اور جو خود پر بیتی وہ لکھا۔ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ اللہ کے گھر جانے کے خواہش مند اگر صرف جذباتی انداز بیان چاہتے ہیں تو کوئی اور کتاب پڑھ لیں لیکن اگر آپ یا آپ کا کوئی اپنا حج پر جانے کا ارادہ باندھ چکا ہے تو پہلی فرصت میں یہ کتاب پڑھ لیں۔ آپ کو پیش آنے والی بہت سی مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔

ظہیر احمد بابر
صحافی۔ مصنف
zab786@gmail.com

حج بیت اللہ ایک افضل سفر

جو سفر آپ کی قسمت میں ہو وہ اپنے وقت پر ہو کر رہتا ہے۔ جیسے بہت سارے اچھے اور برے واقعات ہر انسان کی زندگی کا حصہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہاتھ میں سفر کی لکیروں کا بھی چرچا رہتا ہے۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا اچانک ایسے اسباب بنتے ہیں کہ کسی معقول یا بعض اوقات سمجھ میں نہ آنے والی وجوہات کی بناء پر انسان ایک سے دوسری جگہ، شہر سے دوسرے شہر اور حتیٰ کہ ایسے ممالک کا سفر کر لیتا ہے جن کا اس نے سوچا نہیں ہوتا۔ انسان کی زندگی تغیر و تبدل سے عبارت ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ارتقاء کے عمل کے بغیر زندگی بے رنگ اور خوشی و غم سے خالی ہو جائے۔ بحیثیت مسلمان ہمارا یقین ہونا چاہئے کہ اپنی دُعاؤں کے نتیجہ میں یا ہمارے لئے کسی اور کی نیک دُعاؤں کے بدل میں اللہ تعالیٰ ہمارے لئے آسانیاں پیدا فرماتا ہے کیونکہ وہ سنتا اور عطا کرتا ہے۔ لیکن اس کا معیار اور وقت مقررہ ہے جس کے بارے وہ خود ہی جانتا ہے۔ انسان کی زندگی قرآن کے احکامات کی روشنی میں تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ تکلیف، رنج، تنگی اور مشکل کے بعد آسانی اور کامیابی کے جڑے ہونے کا اللہ تعالیٰ نے یقین دلایا ہے۔

کوتاہ اندیش انسان ہونے کے ناطے ہم جلد باز واقع ہوتے ہیں۔ اپنی خواہشات اور مرادوں کی جلد از جلد تکمیل چاہتے ہیں لیکن اللہ کریم اس کا وقت اور ترتیب کے حساب سے اہتمام و انصرام کرتے ہیں۔ بس ضرورت اس ایمان اور یقین کی ہوتی ہے کہ ہم اپنے ارادوں کو اللہ کی منشاء سے جوڑ دیں۔ اس پر توکل کا مظاہرہ کریں تو زندگی اور اس کے معاملات آسان ہو جاتے ہیں۔

حج بیت اللہ ارکان اسلام کا حصہ ہے اور صاحب حیثیت مسلمان پر فرض ہونے کی

وجہ سے بہت بڑی سعادت ہے۔ دنیا میں اگر کوئی افضل سفر ہے تو وہ حج بیت اللہ کا سفر ہے۔ باقی سب سفر پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اس سفر میں خالصتاً اللہ کے حکم و رضا کے لئے اس کے گھر کی زیارت اپنے گناہوں کا اقرار اور مغفرت طلب کرنا مقصود ہوتا ہے جبکہ باقی تمام سفر روزگار، سیر و تفریح، کاروبار یا عزیزوں سے میل ملاپ کے ہو سکتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ اللہ کریم اس سفر کے لئے اگر کسی مالی طور پر کمزور اور بے کس بندے اور بندی کے دل میں تڑپ ڈال دے اور اس کی قسمت میں لکھ دے تو اس کے لئے اسباب بن جاتے اور آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس سفر کی منظوری کسی انسان کی زندگی کا بڑا مبارک فیصلہ ہوتا ہے۔ خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے گھر کے مہمان بنتے ہیں۔

ہمارے ساتھ بھی اللہ کریم نے کچھ ایسا ہی کرم فرمایا اور اہلیہ کے ساتھ حج کے مبارک سفر کرنے والوں میں ہمارا نام لکھ دیا۔ ہمارے گھر سے میرے والدین کو ۲۰۰۶ء میں حج کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ ان کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ ہوا کہ والد صاحب بینک میں کچھ رقم جمع کروانے گئے تو منیجر نے انہیں بتایا: ’’حج کی درخواستیں جمع ہو رہی ہیں آپ بھی ارادہ اور کوشش کریں‘‘۔ والد صاحب نے گھر آ کر میری والدہ محترمہ سے بات کی۔ گو وہ دو سال سے بیمار تھیں مگر انہوں نے حج کے سفر کے لئے ہاں کر دی۔ تمام مراحل مکمل ہو گئے اور دونوں سرکاری گروپ کے ساتھ حج کے مبارک سفر پر روانہ ہو گئے۔ ان دنوں ہم فیملی کے ساتھ کینیڈا میں تھے اور گذشتہ سال ہی پاکستان سے آئے تھے۔ اچانک والد صاحب کا مجھے فون آیا کہ میں مکہ مکرمہ سے بول رہا ہوں تو میری حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی کیونکہ اس سے قبل ہمیں بتایا ہی نہیں گیا تھا کہ وہ حج بیت اللہ کے لئے تیاری کر رہے ہیں یا روانہ ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کم و بیش ۷۰ سال کی عمر میں حج کے لئے بلایا اور ان پر اپنا کرم فرمایا۔ اس کے بعد والدین‘ دو بھائی اور ہمشیرہ عمرہ پر گئے۔ ہمارے ذہن میں ایسا خیال ضرور تھا کہ ہم سب ایک مرتبہ پھر سے والدین اور خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ عمرہ پر جائیں گے۔

پاکستان اور کینیڈا کے درمیان سفر اور عمرہ کا معاملہ

۲۰۰۷ء سے ۲۰۲۲ء تک ہر سال پاکستان اور کینیڈا کے درمیان میں نے سفر کیا۔ یہ سفر جاب کے سلسلہ میں تھا کیونکہ ۲۰۱۰ء میں ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ بچوں کو کینیڈا کی بجائے پاکستان کے سکول کالجز میں پڑھانا ہے اور ہم واپس پاکستان رہائش پذیر ہو گئے۔ کرونا کی وجہ سے سفری پابندیوں کے ایک دو سال نکال کر باقی ہر سال میں نے ہوائی سفر کئے۔ اس دوران میں متعدد ایسے دوستوں سے ملا جو کینیڈا سے پاکستان آتے ہوئے عمرہ کے لئے سعودیہ میں مختصر قیام کر لیتے یا پھر پاکستان سے کینیڈا جاتے ہوئے ٹرانزٹ میں عمرہ کر لیتے تھے۔ ذاتی طور پر میں اسے کوئی افضل عمل نہیں سمجھ پایا تھا۔ میرے خیال میں آپ اس طرح اضافی فائدہ اُٹھا رہے ہیں آپ کے سفر کی نیت کچھ اور ہے۔ اگر آپ عمرہ کی نیت سے نکلتے ہیں تو پھر ''سولو فلائٹ'' ہونی چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ میرے ذہن میں ایسا خیال آیا نہ میں نے کوشش کی۔ ارادہ یہی تھا کہ جب بھی اللہ کا حکم ہوگا۔ حج و عمرہ کے لئے پاکستان سے ہی سفر کریں گے۔ پاکستان سے ہر سال مختلف محکموں سے خدام حجاج کے طور پر سرکاری ملازم حج مشن پر بھجوائے جاتے ہیں۔ ان کا کام سرکاری طور پر حجاج کی خدمت اور راہنمائی کرنا ہوتا ہے۔ جس کے لئے انہیں معقول معاوضہ دیا جاتا ہے ان کی سرکاری تنخواہ کے علاوہ۔ اس دوران وہ حج بھی کر لیتے ہیں اور متعدد افراد ایسے بھی ہیں جو اس ذریعے سے کئی حج کر چکے ہیں اور پھر سے اس تاک میں رہتے ہیں کہ ان کا نام ایسے خدام کی فہرست میں آ جائے۔ چاہے اس کے لئے انہیں کوئی تعلق یا سفارش استعمال کیوں نہ کرنی پڑے۔ اس لسٹ میں شامل ہونے کے لئے

سرکاری طور پر نام طلب کئے جاتے ہیں اور پھر قرعہ اندازی سے ’’خوش نصیبوں‘‘ کا اعلان کیا جاتا ہے۔ایسے افراد کے لئے محکمانہ این او سی بھی جاری ہو جاتے ہیں۔ یہ خدام حجاج سعودیہ میں سرکاری طور پر قیام وطعام کے اہل ہوتے ہیں اوران کو مخصوص ایام و اوقات میں ڈیوٹی دی جاتی ہے۔

یہ میرا ذاتی خیال ہے اور آپ اس سے اختلاف بھی کر سکتے ہیں کہ حج بیت اللہ کے لئے سرکاری وسائل سے جانا اور اپنے ذاتی وسائل سے جانا کیا ایک جیسا عمل ہو سکتا ہے؟ آپ وہاں ڈیوٹی کے لئے گئے ہیں اس کا معاوضہ لے رہے ہیں اور ساتھ میں حج بیت اللہ بھی کر رہے ہیں؟ جو لوگ سعودیہ میں بسلسلہ روزگار مقیم ہیں ان کی تو سمجھ آتی ہے کہ وہ وہاں مقیم ہیں اور جب بھی وقت ملتا ہے وہ عمرہ کی سعادت حاصل کر لیتے ہیں اور روضہ رسولؐ پر حاضری دیتے ہیں۔لیکن انہیں بھی حج بیت اللہ کے لئے ادائیگی کر کے مقامی طور پر مقیم افراد کے کوٹہ میں شامل ہونا پڑتا ہے۔حکومت پاکستان کو سعودی حکومت نے کوٹہ کے طور پر وزیراعظم کو ایک جہاز جس میں تین سو خواتین و حضرات ہوتے ہیں کو بلا معاوضہ حج کی سہولت دے رکھی تھی۔ جسے شاید گذشتہ سالوں میں عارضی طور پر معطل کیا گیا ہے۔ وزیراعظم کے اس کوٹہ میں سرکاری ملازمین کے ساتھ سیاسی کارکنوں اور خوش قسمت غرباء و مساکین کے نام بھی شامل ہوتے ہیں جو وزیراعظم آفس کو حج کے لئے اپیل کرتے ہیں۔ اسی طرح وزارت حج میں بھی تقریباً دو سو افراد کے لئے ہارڈ شپ کے نام پر ایک کوٹہ ہے جس میں وہاں کے افسران و ملازمین اپنے من پسند خواتین و حضرات کو سرکاری طور پر قرعہ اندزی کے علاوہ شامل کروا لیتے ہیں۔اس ملک خداداد پاکستان میں اقرباء پروری، بے ضابطگیوں، ہیرا پھیری اور قانون شکنی کے جو حالات ہیں اس سے حج بیت اللہ کے سلسلہ میں معاملات کا گڑبڑ ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ہم سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اعمال سے زیادہ نیت دیکھتا ہے اور حقدار سے زیادہ اخلاص اور معیار کا درجہ بلند ہے۔ پھر بھی دُعا ہے کہ اللہ سب کی نیت، اخلاص اور عمل قبول کر لے۔

سفر حج کا ارادہ اور اسباب

فروری ۲۰۲۲ء میں میری کینیڈا سے واپسی ہوئی تو اتفاق ایسا تھا کہ ہماری عمومی ضرورت سے کچھ زائد رقم پاس تھی۔ میں نے اپنی اہلیہ سے کہا: ''چلو کہیں بیرون ملک سیر کے لئے چلتے ہیں''۔ انہوں نے اثبات میں جواب دیا کیونکہ گذشتہ دس سال میں انہوں نے بیرون ملک سفر نہیں کیا تھا۔ پھر میں نے خود ہی مشورہ دیا کہ عمرہ پر جاتے ہیں۔ اس پر وہ خوش ہوگئیں اور کہنے لگیں: ''اس سے بڑی بات کیا ہوسکتی ہے''۔ میں نے کہا: ''چلو پھر تیاری کرتے ہیں اور کہیں سے عمرہ پیکیج کا معلوم کرتا ہوں''۔ شام کو میں نے اپنے دوست علی غوری سے فون پر بات کی اور عمرہ کے حالیہ پیکیج کے بارے پوچھا: ''اس کی تفصیل اور اخراجات کے بارے بتائے۔ اس نے وعدہ کیا کہ ایک آدھ دن میں بتائے گا۔ جو بھی اچھا پیکیج ہوگا اس کی تفصیلات شیئر کرے گا۔ یہ سلسلہ ابھی چل رہا تھا اور ہم ذہنی طور پر اس سفر کے لئے خود کو تیار کر رہے تھے۔ ایک شام میری اہلیہ اپنی چھوٹی ہمشیرہ کے گھر جو بالکل پاس ہے سے کچھ دیر ٹھہر کر واپس آئیں تو مجھے کہنے لگیں: ''میں نے وہاں اصغر بھائی (میرے ہم زلف) سے بات کی تھی کہ ہم عمرہ پر جانے کا پروگرام بنا رہے ہیں تو انہوں نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ حج بیت اللہ فرض ہے۔ آپ اس کی کوشش کریں تو زیادہ مبارک ہے''۔

میں نے سن کر جواب دیا: ''مشورہ تو بالکل ٹھیک ہے۔ حج فرض ہے اور اس کی ادائیگی کا زیادہ ثواب ہے۔ کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں''؟ میں نے اپنی اہلیہ سے سوال کر کے ان کا ارادہ جاننے کی کوشش کی۔ انہوں نے کہا: ''کیوں نہیں ابھی صحت

اچھی ہے اور فرصت بھی ہے تو ضرور کوشش کرنی چاہئے‘‘۔ ساتھ ہی انہوں نے سب سے چھوٹے بیٹے حسیب کے بارے اپنی فکر مندی کا اظہار کر دیا کہ اس کو بھی ساتھ لے کر جائیں کیونکہ یہ اکیلا کیسے رہے گا؟ میں نے کہا ایک تو ابھی حج کے اخراجات کے بارے کوئی حتمی پالیسی سامنے نہیں آئی اور پھر یہ کہ اس سال حج پالیسی کیا ہو گی کیونکہ کرونا کی وجہ سے دو سال یعنی ۲۰۲۰ء میں تو حج ہوا ہی نہیں تھا اور منسوخ کر دیا گیا تھا۔ ۲۰۲۱ء میں ۶۰ ہزار مقامی خواتین و حضرات کو محدود تعداد میں پابندیوں میں حج کی اجازت دی گئی تھی۔ دنیا میں کرونا کی کسی حد تک ویکسی نیشن اور پابندیاں اٹھانے کے بعد سعودی حکومت تذبذب کا شکار تھی کہ کتنی تعداد اور کس عمر کے خواتین و حضرات کو حج کی اجازت دے۔ پاکستان میں حکومت بھی سعودیہ کی حج پالیسی کے انتظار میں تھی اس کے بعد ہی حج کے لئے درخواستیں طلب کی جاسکیں گی۔ ایسا لگتا تھا کہ حج کی درخواستوں اور تیاری میں بہت کم وقت ملے گا۔

بیٹے کے بارے میں طے ہوا کہ وہ اپنی خالہ کے پاس رہ لے گا۔ اس نے بھی اس بارے رضامندی کا اظہار کر دیا کیونکہ ان ایام میں کالج سے اس کو موسم گرما کی چھٹیاں تھیں۔ یوں ذہنی طور پر ہم حج بیت اللہ کے سفر کے لئے تیار تھے اور دُعاؤں میں اللہ سے اس کے گھر کے سفر میں کامیابی مانگنا شروع کر دی۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ آپ کے لئے جو راستہ اور امکانات منتخب کرتا ہے اس کا پہلے خیال آپ کے ذہن میں اتارتا ہے اور پھر اگلے مرحلوں کو آسان کرتا ہے۔ ورنہ ایسے ارادے اور منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں یا پھر پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتے جن میں اللہ کریم کا فضل اور مدد شامل حال نہ ہو۔

✧✧✧

حج کی درخواست اور ویکسین کی ۵ خوراکیں

اب ہم اس انتظار میں تھے کہ جیسے ہی حکومت کی طرف سے پالیسی کا اعلان ہو اور پتہ چلے کہ اس کی تفصیلات کیا ہیں تو فوری پیپر ورک کیا جائے۔ ہمارے پاس بجٹ کے مطابق یہ فیصلہ کرنا تھا کہ سرکاری حج وفود میں جائیں یا پھر پرائیویٹ طور پر۔ حجاج کے آنے جانے اور ملنے ملانے میں کبھی تفصیل سے پوچھنے کا موقع نہیں ملا تھا کہ سرکاری اور پرائیویٹ حج کے اخراجات میں کتنا فرق ہوتا ہے اور سروسز کا معیار کیسا ہوتا ہے؟

ٹیلی ویژن پر جیسے ہی حج پالیسی کا اعلان ہوا تو پتہ چلا کہ سعودی حکومت نے اس سال ۸۰ ہزار پاکستانیوں کو حج کی اجازت دی ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ۵۰ فیصد کوٹہ کم کر دیا ہے۔ حجاج کے لئے زیادہ سے زیادہ عمر کی حد مقرر کر دی ہے جو ۶۵ سال تھی۔ اس اعلان اور سرکاری طور پر درخواستوں کی وصولی کی حتمی تاریخ میں صرف ایک ہفتہ کا وقت تھا۔

ہم نے اپنے پاکستانی پاسپورٹس جنہیں زائد المیعاد ہوئے ۷ سال ہو چکے تھے اور کینیڈین پاسپورٹس کی موجودگی میں ان کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ تجدید کے لئے تمام رکاوٹیں عبور کر کے بنوا لئے تھے کیونکہ یہی سب سے بڑی دستاویز ہوتی ہے حج بیت اللہ کے سفر کے لئے۔ نئی حج پالیسی میں سرکاری طور پر درخواست دہندگان کے لئے کرونا کی ویکسی نیشن کی بوسٹر ڈوز لگوانا ضروری قرار دیا گیا اس لئے ہم نے سب سے پہلے جناح ہسپتال سے فائیزر کی بوسٹر ڈوز لگوائی۔ اہلیہ کی تو یہ تیسری ڈوز تھی لیکن میرے

لئے یہ پانچویں ڈوز تھی۔ قصہ کچھ یوں ہے کہ کرونا کے ابتدائی دنوں ۲۰۲۰ء میں پاکستان میں لاک ڈاؤن کی وجہ سے گھر میں رہے۔ ۲۰۲۱ء میں جب اس وبائی مرض کی ویکسین پاکستان میں آئی تو چائینز ویکسین کی دو خوراکیں لگوانے کے بعد اگست میں کینیڈا جانا ہوگیا۔ وہاں بڑی سختی تھی کہ آپ کو ویکسین لگی ہو ورنہ کورنٹین کرنا پڑے گا جو دو ہفتہ کا تھا۔ مجھے پاکستان میں سائینووک ویکسین لگی تھی جو کینیڈا میں قابل قبول نہیں تھی۔ ٹورنٹو ایئرپورٹ پر میں نے خاتون امیگریشن آفیسر کو اپنی جاب کا لیٹر دکھایا کہ میرا پیشہ ''ایسنشل ورکر'' کیٹیگری میں آتا ہے۔ اس نے پوچھا: ''آپ کو ویکسین لگی ہے''؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ اس نے ثبوت مانگا تو میں نے نادرا سے ویکسین کی تفصیل والا کلرڈ پرنٹ دکھا دیا۔ وہ مطمئن ہوگئی اور اس نے میرے پاسپورٹ پر گول سبز سٹیکر لگا کر مجھے جانے دیا۔ اب جب میں نے کام شروع کیا تو مجھے دفتر سے بتایا گیا کہ آپ سمجھیں کہ آپ کا چودہ دن کا کورنٹین ہی ہے کیونکہ ۱۴ دن سے پہلے آپ کو امریکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ میرے پاس ویکسین لگوانے کا پاکستانی سرٹیفکیٹ تو تھا مگر جاب کے علاوہ شاپنگ مالز اور ریسٹورنٹس میں بھی دکھانے پر وہ سوال جواب کرتے اور کینیڈا کے ویکسین کارڈ کا مطالبہ کرتے تھے۔ اس صورت میں بالآخر فیصلہ یہ کیا کہ ادھر کینیڈا میں بھی فائیزر کی ویکسین جو بلا معاوضہ کلینکس پر دستیاب تھی لگوا لی جائے۔ اپنے ڈاکٹر سے مشورہ کیا اور ایک ماہ کے وقفہ سے دونوں خوراکیں مکمل کرلیں۔ پاکستان میں لگوائی چائینز ویکسین سے جسمانی طور پر کچھ درد یا بخار نہیں ہوا تھا مگر ادھر کینیڈا میں دونوں ڈوز لگوانے کے بعد جسم درد اور بخار کی کیفیت کا دو دن تک سامنا رہا۔ اب کینیڈا سے بھی ویکسین لگوانے کا کارڈ بن گیا۔ صوبہ کا کارڈ بننے کے بعد مرکز یعنی فیڈرل گورنمنٹ نے بھی ایک آن لائن یونیورسل ویکسی نیشن کارڈ متعارف کروا دیا جسے ایئرپورٹس پر دکھا کر بین الاقوامی فضائی سفر ممکن ہوتا تھا۔ اس طرح اب حج بیت اللہ کے سفر میں بوسٹر ڈوز سے پانچ ڈوز مکمل کرنے والے لوگوں میں ہمارا بھی

شمار ہو گیا۔

ہسپتال سے میڈیکل سرٹیفکیٹ بنوانا ویکسین لگوانے کے بعد کا مرحلہ تھا۔ میڈیکل فارم تصدیق ہونے کے بعد بینک میں اپنے ایک دوست آپریشن منیجر سنی مہران کے ذریعے فارم جمع کروا دیئے۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ حکومت نے حج فارمز کے ساتھ پچاس ہزار روپے جمع کروانے کا کہا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے اور بعد میں حج درخواست گذاروں کو پیکیج کی پوری رقم جمع کروانا ہوتی ہے۔

✧✧✧

سرکاری حج کوٹہ میں کمی کا سامنا اور خدشات

حکومت نے حجاج کے ۸۰ ہزار کے کوٹہ کو فوراً ۳۰ ہزار سرکاری اور ۵۰ ہزار پرائیویٹ کردیا۔ اس سے قبل عام طور پر یہ ۶۰ فیصد سرکاری اور ۴۰ فیصد پرائیویٹ حج ٹور آپریٹرز کے ذریعے مختص کیا جاتا تھا۔ اس فیصلے سے ایسا لگتا تھا کہ پاکستان میں جس جماعت کا وزیر مذہبی امور منصب پر بیٹھا ہے وہ سرکاری طور پر عازمین حج کی تعداد کم کرکے پرائیویٹ حج ٹور آپریٹرز کو نوازنا چاہتا ہے۔ یہ وزیر اب اس دنیا میں نہیں رہے اور اگلے سال حج سے پہلے ہی حادثہ میں انتقال کر گئے تھے۔ اس کی اور بھی کئی وجوہات تھیں جیسے کہ سرکاری طور پر حج اخراجات تین سال پہلے کے اخراجات سے دوگنا ہو چکے تھے۔ اس کی بھی کئی وجوہات تھیں۔ ڈالر اور ریال کے مقابلہ میں پاکستانی روپے کی گرتی ہوئی قدر اور پھر سعودی حکومت نے اپنے طور پر حج اخراجات میں ہوش ربا اضافہ کردیا تھا۔ اخراجات زیادہ ہونے اور تیاری میں کم وقت کے باعث بینکوں میں حج کی درخواستوں کی رفتار خاصی سست اور کم تھی۔ ہماری اس برانچ میں پہلی درخواست تھی کیونکہ ڈیڈ لائن میں کچھ دن باقی تھے۔ ہماری درخواست جمع کروانے کے بعد حکومت نے حتمی تاریخ میں تین دن کا اضافہ کردیا تھا۔

معلوم ہوا کہ ۳۲ ہزار کے کوٹہ پر تقریباً ۷۰ ہزار درخواستیں جمع ہوئی ہیں اور ہم قرعہ اندازی کے انتظار میں بیٹھ گئے تھے۔ دُعائیں بھی کیں اور امید بھی تھی کہ نام نکل آئے گا۔ ہم نے کوشش کی کہ حکومت کے کسی ذمہ دار شخص یا فورم کو یہ بتاسکیں کہ ہم اوورسیز پاکستانی ہیں اور اس مد میں تقریباً ۲ ہزار کا کوٹہ مختص تھا۔ مگر یہ پاکستان ہے

ماشاء اللہ ادارے لکیر کے فقیر ہیں اور جزا و سزا کا کوئی نظام قابل عمل نہیں رہنے دیا گیا۔ اس لئے سیکرٹری و ڈائریکٹر حج وغیرہ کے نام ای میل اور واٹس اپ میسجز بیکار گئے۔ اب ہم قرعہ اندازی سے امید لگائے بیٹھے تھے۔ ٹیلی ویژن پر جیسے ہی قرعہ اندازی کی خبر نشر ہوئی۔ آن لائن اپنا شناختی کارڈ نمبر جسے درخواست نمبر قرار دیا گیا تھا سے سٹیٹس چیک کیا تو پتہ چلا کہ دونوں کا چونکہ ایک ہی گروپ میں ہونے کی وجہ سے نام کامیاب خوش نصیبوں میں نہیں آیا اور بتایا یہ گیا کہ آپ کا نام ''ویٹنگ'' میں ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کامیاب درخواست گذاروں میں سے کوئی مطلوبہ رقم جمع نہ کرواسکا اور ڈراپ ہوگیا تو زون کی ترتیب کے اعتبار سے نام آسکتا ہے۔

✧ ✧ ✧

سرکاری قرعہ اندازی میں ناکامی کے بعد

یہ معلوم کر کے ظاہر ہے تھوڑی مایوسی اور پریشانی بھی ہوئی۔ کچھ دن انتظار کا کہہ کر خود کو تسلی دی کہ شاید نام اوپر آجائے اور ہم حج پر جانے والوں کی فہرست میں شامل ہو جائیں۔ ہمارے محلے دار اور دوست قاری سعید صاحب نے بھی درخواست دے رکھی تھی۔ وہ اپنی اہلیہ اور بیٹی کے ساتھ حج کے سفر پر جانا چاہ رہے تھے۔ ہم نے ان سے فون پر اس بابت دریافت کیا تو انہوں نے بھی بتایا: ''ویٹنگ'' میں نام آرہا ہے۔ مطلب صاف تھا کہ ان کا بھی کامیاب درخواست گذاروں میں نام نہیں آیا۔

دو تین دن اور گذرے تو خبر ملی کہ سرکاری حج درخواست گذاروں کی فہرست حتمی کر لی گئی ہے۔ بینک منیجر دوست سنی نے بتایا کہ وہ بھی دُعا کر رہے تھے کہ آپ کا نام لسٹ میں آجائے۔ ایک خاتون جس نے ہمارے بعد درخواست جمع کروائی تھی اس کا نام سسٹم سے دیا گیا تھا کہ اس کا نام دوسری لسٹ میں آ گیا ہے۔ اس قرعہ اندازی میں خاص بات یہ تھی کہ سعودی گورنمنٹ کی طرف سے عورت کے لئے محرم کی شرط ختم کردی گئی تھی مگر حکومت پاکستان کا آن لائن سسٹم صرف شیعہ مسلک کی خواتین جن کی عمر ۴۵ سال ہو کے لئے محرم کی شرط کے بغیر فارم قبول کر رہا تھا۔

اب ایک اور مرحلہ شروع ہو گیا ہے اگر آپ کا واقف کار یا کوئی خاص بندہ وزارت مذہبی امور میں ہے تو وہ کسی کیٹیگری میں شامل کروا کے سرکاری طور پر حج پر جانے کا موقعہ فراہم کر سکتا ہے۔ اپنے ایک دیرینہ دوست باصر عرفات کو جب بتایا کہ ہمارا نام قرعہ اندازی میں نہیں آیا تو فرمانے لگے: ''کوئی مسئلہ نہیں''۔ اس کے دوست افتخار کا وزارت

مذہبی امور میں تعلق ہے اور وہاں ڈائریکٹر کے ذریعے حجاج کی لسٹ میں نام شامل ہونے کا قوی امکان ہے۔ یہ اس کے فون نمبرز ہیں آپ رابطہ کر کے بتائیں اور اپنی معلومات فراہم کر دیں۔ افتخار صاحب کو فون کیا اور باصر کے حوآلہ سے مدعا بیان کیا۔ فرمانے لگے: ''میں وہاں حج ڈائریکٹوریٹ میں آپ کا نام دے دوں گا اور امید ہے کام بن جائے گا''۔ چونکہ اگلے مرحلے کا ہمیں علم نہیں تھا اس لئے یہی سمجھ رہے تھے یہ حضرات مدد کریں گے تو ہم حج پر جانے کے قابل ہو جائیں گے۔

ایک ہفتہ تک ہمیں افتخار صاحب کی طرف سے فون کرنے پر حیلے بہانوں سے تسلی دی جاتی رہی کہ ان کے دوست ڈائریکٹوریٹ میں مصروف ہیں۔ نام دے دیا ہے۔ رابطہ نہیں ہو رہا۔ فون کیا تھا کال بیک نہیں آئی۔ اس سے پہلے انہوں نے میرے کہنے پر حجاج کی لسٹ میں نام شامل کروا دیا تھا وغیرہ وغیرہ۔ بالآخر یہ ساری گولیاں ثابت ہوئیں اور سرکاری حج وفود کے ذریعے جانے کی ہماری امید دم توڑ گئی تھی۔

✧✧✧

عام آدمی کے لئے پرائیویٹ پیکیج کی تلاش

ہم نے اب پرائیویٹ طور پر حج کے لئے پیکیج کے بارے کھوج لگانا شروع کیا۔ مسئلہ یہ تھا کہ جو سرکاری حج پیکیج کی مجوزہ رقم سامنے آئی تھی اس کا تو ہمارے پاس بندوبست تھا لیکن پرائیویٹ حج سکیم کے پیکیج کی لاگت کے بارے کوئی تفصیلات سامنے نہیں آرہی تھیں۔ آن لائن اس بارے سرچ کیا تو چند ایک فون نمبر سامنے آئے مگر ان کا جواب تھا کہ ابھی پرائیویٹ حج ٹور آپریٹرز کے لئے حکومت نے پالیسی کا اعلان نہیں کیا۔ چونکہ یہ دو سال کے وقفہ کے بعد حج ٹور ہوگا اس لئے لاگت کے بارے کچھ کہنا قبل از وقت ہے۔

ہمارے دیرینہ دوست قیصر سلمان غوری نے کرونا پابندیوں سے قبل فیملی کے ساتھ عمرہ کیا تھا۔ ہم نے ان سے اس بابت فون پر دریافت کیا کہ کس ٹور آپریٹر کے ذریعے آپ گئے تھے؟ انہوں نے قاری عمر حیات صاحب کا فون نمبر دیا جو واٹس ایپ بھی تھا۔ قاری عمر حیات صاحب سے رابطہ کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ بھی حکومت کی طرف سے پیکیج کا انتظار کر رہے ہیں بلکہ ہر ٹور آپریٹر نے اپنے مکتب، دورانیے اور اخراجات کے پرپوزل پیکیج بنا کر وزارت مذہبی امور کو بھیجے ہیں جو منظوری کے بعد قابل عمل ہوں گے۔

چند دن بعد قاری عمر حیات صاحب سے رابطہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ ان کا اکانومی پیکیج 34 دن کا ہوگا جس میں رہائش شیئرنگ کی بنیاد پر نان شفٹنگ ہوگی۔ نان شفٹنگ کا مطلب یہ کہ زیادہ تر قیام ایک ہی ہوٹل یا عمارت میں ہوگا۔ قربانی کے علاوہ یہ پیکیج گیارہ لاکھ پچاس ہزار کا تھا۔ انہوں نے اس میں کھانے کی تفصیل کا ذکر بھی کیا کہ ڈبل ڈش

بوفے ہوگا جس میں ناشتہ، دوپہر اور شام کا کھانا شامل ہوگا۔مل بیٹھ کر کھانے کے علاوہ کمروں میں لے جانے کی سہولت بھی ہوگی۔

قاری عمر حیات صاحب سے بات کے بعد میں نے غوری صاحب سے فون پر عرض کیا کہ آپ کے قاری عمر حیات صاحب سے اچھے تعلقات ہیں۔پیکیج کی قیمت میں کچھ رعایت یا کمی کروا سکتے ہیں تو بات کریں کیونکہ یہ رقم ہمارے بجٹ سے مطابقت نہیں رکھتی بلکہ کہیں زیادہ ہے۔انہوں نے واپس فون کیا اور بتایا: ''قاری عمر حیات صاحب اس ''پرائس'' سے نیچے نہیں آرہے۔کہتے ہیں ہم دیگر ٹور آپریٹر کی طرح وعدہ خلافی نہیں کرتے جو بتاتے کچھ اور ہیں اور وہاں رہائش کے ساتھ کھانے کے معاملہ میں گڑبڑ کرتے ہیں۔جس سے حجاج کو مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ شکوہ وشکایت کرتے پائے جاتے ہیں''۔

میں نے خود بھی غوری صاحب کے کہنے پر ان سے بات کی تو نرم لہجے میں بات کرنے والے قاری عمر حیات صاحب نے وضاحت کی کہ اس قیمت میں کمی اس لئے ممکن نہیں کہ ہم تین لوگ ہیں جو اس حج پیکیج کو ڈیل کرتے ہیں دو ساتھ جاتے ہیں۔ اس مرتبہ چونکہ کوٹہ کم ہے اور سنا ہے کہ حکومت اس میں اور بھی کٹ لگائے گی تو میں معذرت خواہ ہوں کہ آپ کو رقم میں رعایت نہیں دے سکتا۔اس گفت وشنید اور رعایت کی کوشش میں ہمارے پڑوسی دوست قاری سعید صاحب بھی رابطے میں آگئے تھے۔ انہوں نے مجھے کہا: ''حج آپریٹر قاری صاحب کو بتائیں کہ ۵ افراد ہونے کی صورت میں رقم میں کیا رعایت کریں گے''؟ ان کا مطلب یہ تھا دو ہم لوگ اور ان کی فیملی کے تین افراد ہونے پر شاید پیکیج کی رقم نیچے آجائے۔ قاری سعید صاحب قبل ازیں ۲۰۰۰ء میں حج بیت اللہ کر چکے تھے اور اب ۲۲ سال بعد وہ اہلیہ اور بیٹی کے ساتھ جانے کے لئے تیار تھے۔

قاری عمر حیات صاحب کے ریٹ میں کوئی لچک نہ دکھانے کے باوجود ہم ان کا

پیکیج لینے کو تیار تھے اور اس کے لئے ہمیں اضافی رقم کا بندوبست کرنا تھا۔ دو دیرینہ دوست نے سال بھر سے دو لاکھ روپے سے زائد رقم لے رکھی تھی۔ جب ان سے مطالبہ کیا کہ ہمیں اس مقصد کے لئے اشد ضرورت ہے تو انہوں نے ''صاف معذرت کر لی'' کہ وہ اس قابل نہیں کہ رقم واپس کر سکیں۔ چونکہ رقم دیتے وقت واپسی کا کوئی وقت طے نہیں ہوا تھا۔ اس لئے اخلاقاً ہم بھی زور دے کر تقاضہ نہ کر سکے۔

✧✧✧

رقوم کے لین دین میں ’’بڑا جرم‘‘

رقوم کے ادھار لین دین کے معاملہ میں دراصل ہم مروتاً اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تحریر کرنے سے گریز کرتے ہیں اور پھر اس کا خمیازہ بھی بھگتتے ہیں۔ بھائیوں، بہنوں، رشتہ داروں اور قریبی دوستوں میں محض اس بناء پر جھگڑے، ناراضیاں، منافرت اور دشمنیاں پیدا ہو جاتی ہیں کہ ادھار لینے والے واپس کرتے وقت اکثر زیادتی کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض خواتین و حضرات جان بوجھ کر ادھار لی گئی رقم واپس نہیں کرتے کہ صاحب حیثیت ہے اسے رقم کی کیا ضرورت ہے؟ باقاعدہ حیلے بہانے اور جھوٹ تراشے جاتے ہیں رقم واپس نہ کرنے کے لئے۔ پاکستان بھر میں بڑے بڑے مالدار کاروباری حضرات جو کئی عمرے اور حج کر چکے ہوتے ہیں۔ فل لینتھ باریش اور سر پر رنگ برنگی ٹوپی‘ پگڑی لگائے کاروبار کے اڈے پر بیٹھ کر جھوٹ بولتے ہیں اور سپلائرز کو ادائیگی نہیں کرتے کہ ان کے پاس اتنی رقم موجود نہیں۔ کاروبار میں مندی ہے۔ اگلے چکر میں ادائیگی کریں گے وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ ہول سیل میں اب کریڈٹ پر مال دینے کا سلسلہ تقریباً ختم ہو گیا ہے۔ ایسے مسلمان بھول جاتے ہیں کہ سچ بولنا، پورا تولنا، ایفائے عہد اور خیانت سے بچنا کتنی بڑی سنتیں ہیں اور ان اعمال سے ہی مسلمان کے کردار کا پتہ چلتا ہے۔ اسلام محض عبادات نہیں بلکہ معاملات کا دین ہے۔ معاملات میں آپ کا مجموعی سماجی کردار، خلق خدا سے برتاؤ ہی اچھے مسلمان کے وصف ہوتے ہیں۔ ٹوپی، پگڑی اور لمبی داڑھی کے ساتھ کثیر تعداد میں حج و عمرہ اس کا معیار اور کسوٹی ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اس طرح کے کاروباری بہروپیے اسلام اور مسلمانوں کے لئے

بدنامی اور رسوائی کا سبب بنتے ہیں۔فرمان نبویؐ ہے کہ جھوٹ بول کر مال تو فروخت ہو جاتا ہے مگر اس سے حاصل ہونے والی رقم میں برکت نہیں رہتی۔یہی وجہ ہے کہ دورحاضر میں بڑے چھوٹے کاروباری حضرات کو پوچھو تو کاروبار میں کمی کا رونا روتے رہتے ہیں اور بیماریوں کے علاج پر رقوم کے خرچ ہونے کا شکوہ کرتے ہیں۔ان کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے ''نیک حضرات'' کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ تبلیغ اور محافل میں احادیث اور سیرت بیان کرتے ہیں مگر خود ہی بتاتے ہیں کہ انہوں نے لاکھوں روپے مالیت کی چینی، چاول اور دیگر اجناس سٹاک کر رکھی ہیں اور مارکیٹ میں ریٹ بڑھنے کا انتظار کر رہے ہیں۔اکثر انہیں پریشانی لاحق رہتی ہے کہ گذشتہ ماہ جو ریٹ بڑھا تھا اس پر سٹاک فروخت نہ کرکے انہوں نے غلطی کی۔اب ریٹ کم ہوگیا ہے' پتہ نہیں کب دوبارہ اوپر جائے گا؟ ذخیرہ اندوزی کو انہوں نے ''سٹاک'' کا نام دے کر خود کو مطمئن کرلیا ہوتا ہے۔حالانکہ ذخیرہ اندوزی بالخصوص غذائی اجناس سے متعلق احادیث میں سخت وعیدیں ہیں۔یعنی ذخیرہ اندوز خطاکار ہے، ملعون ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر غربت و افلاس اور جذام کی بیماری مسلط کردیں گے۔اسی طرح ناپ تول میں کمی کرنا حرام ہے۔قرآن میں بیان ہے کہ حضرت شعیبؑ کی قوم شرک کے علاوہ ناپ تول میں کمی کی وجہ سے ہلاک ہوئی تھی۔دُعا ہی کی جاسکتی ہے اللہ ایسے پاکستانی و دیگر مسلمانوں کو ہدایت نصیب کرے۔

✧✧✧

قاری صاحبان کے درمیان ''سینڈوچ''

دوست قاری سعید صاحب نے بتایا کہ انہوں نے کہیں اور بھی دوستوں سے معلوم کیا ہے لیکن پرائیویٹ پیکیج کی قیمت عموماً بارہ لاکھ یا اس سے زائد مل رہی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ جن قاری صاحب سے ہماری پیکیج پر بات چل رہی ہے ان سے ہم تین لوگوں کا بھی کہیں اور کل پانچ خواتین وحضرات کی جگہ رکھیں۔ دوسری طرف قاری سعید صاحب کو ان کے ایک کزن نے یقین دلا رکھا تھا کہ وہ ان کے لئے سرکاری حج وفد میں جانے کا بندوبست کروادے گا بھلے ان کا نام سرکاری حج قرعہ اندازی میں نہیں آسکا۔

یوں ہم حج پر لے جانے اور حج پر جانے والے قاری صاحبان کے درمیان ''سینڈوچ'' بن کر رہ گئے۔ قاری سعید صاحب کی بات ماننے کا مطلب یہ تھا کہ دوسرے قاری عمرحیات صاحب کے ساتھ رابطہ اور معاملات کو طول دیا جائے۔ اسی کشمکش میں جب قاری سعید کو یقین ہو گیا کہ ان کے کزن کے ذریعے دال نہیں گلنے والی حالانکہ انہوں نے بخوشی ایک درخواست بھی لکھ کر منسٹری میں بھجوا دی تھی کہ انہیں ''ہارڈ شپ'' کے کوٹہ میں اس سال حج پر جانے کے لئے فہرست میں شامل کیا جائے مگر بات نہیں بنی۔ ادھر پرائیویٹ حج ٹور آپریٹرز کے ہاں بھی رجسٹریشن اور بھاؤ تاؤ آخری مراحل میں داخل ہو رہا تھا۔ جس دن قاری سعید صاحب نے حتمی طور پر بتایا کہ حج ٹور آپریٹر قاری صاحب کو اوکے کردوں تو میرے پیغام کے جواب میں قاری عمرحیات صاحب نے کہا: ''ان کے ہاں کوٹہ پورا ہو چکا ہے۔ اس لئے معذرت خواہ ہوں آپ کو ہم گروپ میں نہیں لے جاسکتے''۔ ان کے اس انکار سے اسی قسم کا افسوس اور مایوسی ہوئی

جیسا کہ سرکاری حج سکیم کی قرعہ اندازی میں نام نہ آنے پر تھی۔

میں نے قاری سعید صاحب کو اس بارے آگاہ کیا اور شکوہ کیا کہ آپ نے ہمارے معاملات کو بھی التواء میں ڈال کر اس گروپ کے ساتھ جانے سے محروم کر دیا۔ قاری سعید صاحب شرمندگی سے معذرت کرنے لگے کہ اصل میں سرکاری طور پر حج وفد میں جانے سے متعلق جو کارروائی وزارت حج میں چل رہی تھی اس میں ان کے کزن ضرورت سے زیادہ پر امید تھے اور ضد کر رہے تھے کہ کہیں اور پرائیویٹ طور پر معاملات طے نہ کریں۔ قاری سعید صاحب کا چونکہ حلقہ احباب زیادہ تھا لہٰذا اب ہم ان سے مدد کے طالب ہو گئے۔ اسی دوران ہم نے اپنی والدہ سے گذارش کی کہ وہ ہماری حج بیت اللہ پر جانے کی خواہش اور کوشش کے مناسب انداز میں با آور ہونے کے لئے دُعا فرمائیں۔ انہوں نے کہا انشاء اللہ آپ کے دل میں اس بارے محبت اور تڑپ ہے تو ضرور کامیابی ہو گی۔

✧✧✧

انکل کی بریفنگ کے دوران بدمزگی

چونکہ حج پر لے جانے والے قاری عمر حیات صاحب منظر عام سے ہٹ گئے تھے اس لئے دوست قاری سعید صاحب نے پیغام دیا کہ کل شام ایک پرائیویٹ حج ٹور آپریٹر سے وقت طے ہوا ہے۔ اکٹھے چل کر ان کا پیکیج اور قیمت چیک کرتے ہیں۔ شملہ پہاڑی کے گردونواح میں سینکڑوں ایسے دفاتر ہیں جہاں حج وعمرہ کے لئے سارا سال پیکیج آفر کئے جاتے ہیں۔ میرا یہ پہلا موقعہ تھا اس طرح کے کسی دفتر میں جا رہے تھے۔

قاری صاحب کی موٹر بائیک پر وہاں پہنچے۔ مین سے ہٹ کر ایک دفتر میں نوجوان نے ہمارا استقبال کیا۔ نوجوان کی لمبی داڑھی اور فیشن کٹ ہیئر سٹائل بھی تھا۔ بڑی اپنائیت اور تمیز سے بات کرتے ہوئے قاری سعید صاحب کو مخاطب کر کے ہر طرح کا یقین دلانے کی کوشش میں اس کا کہنا تھا ہماری سروسز سالہا سال سے لوگ حج کے لئے رہے ہیں۔ جن صاحب نے قاری سعید صاحب کو یہاں بھیجا تھا وہ ان سے اپنے گہرے تعلق کو بھی دہرا رہا تھا۔ جب قاری سعید صاحب نے پوچھا: ''اپنے پیکیج کے بارے میں بتاؤ تو کہنے لگا: ''ابھی انکل عصر کی نماز کے لئے راستے میں رکے ہیں اور وہ آ کر آپ کو پیکیج کی پوری بریفنگ دیں گے''۔ اس دوران ہمیں پانی اور چائے پلائی گئی۔

ساتھ والے کیبن میں ایک صاحب دفتر کے کسی دوسرے ملازم سے بحث کر رہے تھے کہ ہمارے واجبات ادا کریں غالباً واپسی کا تقاضا کر رہے تھے۔ وہ ملازم انہیں حاجی صاحب (انکل) کے آنے پر بات کرنے کا کہہ رہے تھے۔ اس دوران ''انکل''

بھی تشریف لے آئے۔ باریش اور بارعب وضع قطع والے ان حضرت نے ہم سے مصافحہ کیا اور خیریت پوچھی۔ ابھی وہ ہمیں اپنے وی آئی پی اور سٹینڈرڈ حج پیکیج جو ایک فوٹو کاپی کی صورت میں تھے سمجھا رہے تھے کہ دوسرے کیبن سے وہ شخص اُٹھا اور ہماری بات چیت میں اس نے اپنا مدعا شروع کر دیا۔ زور دے کر اس نے رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا تو انکل طیش میں آگئے اور شخص کو کہنے لگے کہ اس نے جو کرنا ہے کر لے۔ اس کی رقم کی واپسی ابھی ممکن نہیں۔ وہ شخص بڑبڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا کیونکہ دفتر کے چوکیدار نما گارڈ نے اسے زبردستی گھسیٹ لیا تھا۔

اس صورتحال میں ہمیں بھی اندازہ ہو گیا کہ دفتر میں کیا چل رہا ہے لیکن انکل نے ہمیں تفصیلات میں مزید بتایا کہ ان کے گروپ کے حجاج ٹرانزٹ فلائٹ سے پہلے لاہور سے ابوظہبی جائیں گے۔ وہاں کینیڈا و دیگر ممالک سے کچھ اور حجاج گروپ میں شامل ہوں گے اور وہیں سے احرام باندھا جائے گا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں تھری سٹار ہوٹل اور بوفے کھانا ہو گا وغیرہ وغیرہ۔ وہ چاہتے تھے ہم اپنے پاسپورٹ کی کاپی دیں اور ان کے ساتھ بکنگ کر کے جائیں مگر قاری سعید صاحب سب کچھ بھانپ چکے تھے۔ میرا ہاتھ بھی انہوں نے دبایا کہ یہاں سے اب چلنا چاہئے۔ قاری سعید صاحب نے یہ کہہ کر بات کو طریقے سے ختم کیا کہ گھر میں مشورہ کر کے آپ کو ایک آدھ دن میں آگاہ کرتے ہیں امید ہے کہ آپ کے پیکیج میں بات بن جائے گی۔

وہ نوجوان ہمیں باہر تک چھوڑنے آیا اور آخری وقت تک کوشش کرتا رہا کہ ان پر اعتماد کیا جائے اور ان کے ساتھ حج پیکیج کو فائنل کر لیں کیونکہ بکنگ تیزی سے ہو رہی ہے۔

✧✧✧

بڑی لاگت کے خوف میں مفت حج

اس سال چونکہ حج پیکیج کی رقم بہت زیادہ تھی لہٰذا حج کے خواہشمند ڈرے بھی ہوئے تھے کہ کہیں ان کے ساتھ ہاتھ نہ ہو جائے۔ ۲۰۱۹ء میں ہونے والے حج کے اخراجات سرکاری طور پر تقریباً پانچ لاکھ تھے اور پرائیویٹ طور پر آٹھ سے نو لاکھ کی اوسط لاگت تھی۔ کرونا کی وجہ سے دو سال بعد ماسک و دیگر پابندیوں کے اُٹھائے جانے پر کرنسی کے نرخوں میں اتار چڑھاؤ اور سروسز کی قیمتیں بڑھنے سے سرکاری حج نو لاکھ روپے تک جا پہنچا تھا پرائیویٹ طور پر مختلف پیکیجز میں ۱۱ لاکھ سے ۱۵ لاکھ روپے تک تھا۔ چونکہ کوٹہ بھی کم کر دیا گیا تھا اس لئے حج ٹور آپریٹرز اور حج کے خواہشمند خواتین و حضرات دونوں بے یقینی کا شکار بھی تھے۔

قاری صاحب نے وہاں سے نکلنے کے بعد اپنا تجزیہ دیا کہ یہ لوگ ضرورت سے زیادہ چالاک ہیں ان کے ہتھے بالکل نہیں چڑھنا چاہئے۔ انہوں نے مجھے کہا: ''آپ بھی اپنے طور پر کہیں اور سے پتہ کریں اور وہ خود بھی مزید رابطے کر کے قابل اعتماد اور بہتر پیکیج کے لئے کوشش کرتے ہیں''۔ اس کے بعد میں نے اپنی والدہ محترمہ سے دوبارہ دُعا کے لئے گذارش کی کہ ہمارے لئے اللہ کریم بہتر اسباب فرما دیں کیونکہ دن کم رہ گئے تھے۔

میں نے ایک دوست کی فیس بک پر عمرہ کے اشتہارات دیکھے تھے۔ مجھے اس کا خیال آیا تو میں نے فون کر دیا۔ جواب میں انہوں نے کہا: ''ایک بندہ ہے اس سے بات کر کے کال بیک کرتا ہوں''۔ کچھ دیر بعد ان کے واٹس ایپ سے ایک بندے کے

فارورڈ مسیجز موصول ہوئے۔ میٹھے لہجے کا بندہ کہہ رہا تھا کہ اس کو لیٹ بتایا گیا ہے تقریباً ایک سو بندوں کے لئے مفت حج کا انتظام ہوا تھا۔ انہوں نے صرف ٹکٹ کی رقم ادا کرنی تھی باقی تمام اخراجات اور معاملات سعودی شیخ نے اُٹھانے تھے۔ لیکن پھر بھی آپ سفری دستاویزت بجھوادیں اگر کوئی ڈراپ ہوگیا تو لسٹ میں شامل کرلیں گے۔''واللہ عالم یہ فری حج والا کیا چکر تھا''۔

ہم نے بھی دوست کے کہنے پر سکین والا ایپ ڈاؤن لوڈ کر کے اس سے اپنی دستاویزات کی کاپیاں بھجوادیں۔ لیکن یہ ایک تجربہ ہوسکتا تھا مگر ہم چونکہ اس طرح کے کسی پیکیج کے اہل ہی نہیں تھے۔ الحمدللہ ہم صاحب حیثیت تھے اور اپنے وسائل سے حج کا فریضہ ادا کرنے کی نیت رکھتے تھے۔ بات آئی گئی ہوگئی ادھر سے کوئی جواب حتیٰ کہ ناں میں بھی نہیں آیا۔

✦✦✦

پرائیویٹ حج پیکیج کی تلاش میں مشکلات

ہم اب لاہور سے باہر اور لاہور کے اندر اپنے چند دوستوں سے اس بارے میں مدد کے لئے رابطے میں تھے۔ لاہور میں دوست علی نے اطلاع دی کہ ان کے جاننے والوں کے پاس پیکیج تقریباً بارہ لاکھ سے اوپر کے ہیں۔ اس نے یہ بھی بتایا: ''حج ٹور آپریٹرز نے اپنے سب ایجنٹ بھی رکھے ہوتے ہیں اور وہ ان کے ذریعے آنے والے عازمین کے پیکیج میں سے کمیشن بھی دیتے ہیں یا بعض اوقات وہ سیدھا کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا پیکیج بارہ لاکھ کا ہے اور وہ اگلے بندے کو ساڑھے بارہ لاکھ میں فروخت کر کے اپنا پچاس ہزار کمیشن بنالیں تو انہیں کوئی اعتراض نہیں''۔ علی نے کچھ دن بعد معذرت کر لی کہ اس سے کم کوئی پیکیج دستیاب نہیں اگر کوئی نیچے آیا تو مطلع کر دوں گا۔

چونیاں ہمارا آبائی شہر ہے اور وہاں کافی دیرینہ دوست ہیں۔ ان میں سے ایک دوست باصر کو بتایا کہ اپنے کسی واقف کار سے کسی پیکیج کی کوشش کرے۔ انہیں دوستوں نے باتوں باتوں میں کچھ قصے ایسے سنائے کہ کس طرح حج وعمرہ کے لئے ٹریول ایجنسیز کے قابل اعتماد حضرات نے رقوم وصول کر کے فراڈ کر لیا تھا۔ باصر نے اپنے والد کے ساتھ حج پر جانے کے لئے فراڈ کا بتایا کہ جب یہ رقم صرف ڈیڑھ لاکھ ہوا کرتی تھی۔ اس کا برسوں پرانا دوست رقم وصول کر کے روپوش ہو گیا تھا اور آج تک وہ رقم واپس نہیں ملی۔ اسی طرح ایک اور دوست وہیں آئے جنہوں نے بے شمار عمرے اور حج بھی کر رکھے تھے کہنے لگے کہ ایک خاں صاحب کی ٹریول ایجنسی کے ساتھ وہ دس سال عمرہ پر جاتے رہے ہیں۔ ایک آدھ دفعہ تو ۱۰۰ سے زائد افراد کا گروپ بھی عمرہ پر انہوں نے بھجوایا تھا۔ وہ

جن سہولیات کا وعدہ کرتے تھے پورا ہوتا تھا۔ چند سال قبل وہی حضرت ان کے دیگر ساتھیوں کے لاکھوں روپے وصول کر کے رفو چکر ہو گئے اور ان کا پتہ تک نہیں چل سکا۔ فون تک بند ملتے ہیں۔ اللہ جانے کدھر چلے گئے۔

یہ واقعات ایسے الارمنگ تھے کہ ہمارے لئے کسی پر اعتبار کرنا خاصا مشکل ہو گیا تھا۔ چند دن گذرے تو باصر کا فون آیا کہ ان کے دوست افتخار جنہوں نے عمرہ زائرین کے لئے ٹریول ایجنسی بنا رکھی ہے نے بتایا ہے کہ ان کے پاس اس سال حج کے پیکیج ہیں۔ میں نے انہیں اپنا وٹس ایپ نمبر دیا تو مجھے ایک اشتہار جو افتخار نے بھیجا تھا مل گیا۔ اس میں ایک پیکیج جو ۴۰ دن کا تھا اور اس کی کم از کم قیمت گیارہ لاکھ پچاس ہزار روپے تھی۔ دیگر تفصیلات بھی تھیں جو میں نے اپنے دوست علی سے شیئر کیں تو اس نے مشورہ دیا کہ میں اس پیکیج کو ''اوکے'' کر دوں۔ ادھر قاری سعید صاحب کو بھی میں نے اس پیکیج کے بارے بتایا تو انہوں نے کوئی واضح جواب نہیں دیا۔

الحمدللہ! ہمارا پورا ارادہ اور ذہن بنا ہوا تھا کہ اس سال حج کا فریضہ ادا کرنا ہے۔ نیت اور کوشش تھی کہ کسی بہتر اور قابل اعتماد پرائیویٹ ٹور آپریٹر سے واسطہ پڑے اور معاملات آسان ہو جائیں۔ حکومت کی طرف سے اعلان ہو گیا تھا جن حج درخواست گذاروں کے نام قرعہ اندازی میں نہیں آئے تھے ان کی جمع کروائی گئی پچاس ہزار کی رقم چند دن میں واپس کر دی جائے گی اور اس سلسلہ میں متعلقہ بینک سے رابطہ کریں۔ ہم نے اپنے بینک مینجر دوست سنی سے ملاقات کی تو انہوں نے مشورہ دیا کہ میں اپنی اہلیہ کی رقم کے لئے ان کی برانچ میں آسان اکاؤنٹ کھلوا لوں تو وہ یہ رقم اس میں جمع ہو جائے گی۔ میرا تو اس بینک کے ساتھ پہلے ہی عرصہ دراز سے اکاؤنٹ چل رہا تھا۔ ہم نے ایسا ہی کیا اور چند روز میں یہ رقوم ہمارے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہو گئیں تو حکومت پاکستان کے ساتھ ہمارے معاملات ختم ہو گئے۔

✧✧✧

پیکیج کی رقم میں رعایت کا وعدہ

بعض اوقات انسان کو اندر سے کچھ اطمینان ہوتا ہے کہ اب اس کام کو فائنل کرلوتو اسی ماحول میں ہم نے فیصلہ کیا کہ اب اس حج پیکیج کو فائنل کرلیا جائے۔ جو اضافی رقم درکارتھی اس کے لئے اپنے بیٹے ضیاء کو کہا تو اس نے کینیڈا سے رقم بھیج دی۔ باصر کے مشورے سے ابتدائی طور پر تین لاکھ روپے کا چیک اور مطلوبہ دستاویزات افتخار کے آفس جا کر حوالے کردیں۔ مجھے یہ آئیڈیا تھا کہ پیکیج کی اس رقم میں کمی کی گنجائش ہوتی ہے اور اس بارے میں نے دوست باصر کو کہا بھی کہ آپ اس میں سے رعایت کروائیں۔اس نے کہا میں بات کروں گا۔ باصر کے بعد افتخار کو بھی میں نے کہا: ’’آپ اس رقم میں سے خود ہی جو رعایت کرواسکتے ہیں کردیں۔ مجھے اصرار کرنے کی ضرورت نہ پڑے اور نہ ہی یہ میری عادت ہے۔ چونکہ رقم بڑی ہے اور میں نے پتہ کروایا ہے لوگ بھاؤ تاؤ کرتے ہیں‘‘۔ افتخار نے کہا: ’’پہلے معاملات کو فائنل ہو جانے دیں اور میں کوشش کروں گا کہ اس سے کم والا پیکیج جو شاید دس لاکھ تک آجائے مل بھی سکتا ہے‘‘۔

یہاں یہ یادرہے کہ حسن اتفاق سے یہ وہی افتخار صاحب تھے جنہوں نے فون پر سرکاری حج سکیم میں وزارت حج سے کسی ذمہ دار آفیسر سے ہمارے ناموں کے بارے ہمیں ’’لائن اپ‘‘ کئے رکھا تھا اور حاصل وصول کچھ نہیں تھا۔ افتخار صاحب عرصہ دراز سعودیہ میں رہ کر آئے تھے اور وہاں ان کی دکان تھی اور وہ عمرہ وحج کے زائرین کے معاملات اچھی طرح جانتے تھے۔اس لئے پاکستان واپس آ کر انہوں نے اپنی مہارت کے شعبہ میں ایئر ٹکٹنگ اور عمرہ سروسز کے لئے ایجنسی وآفس بنالیا تھا۔ ہمیں جس پیکیج کے تحت انہوں نے بک کیا تھا وہ حج وعمرہ کے لئے سعودی حکومت سے منظور شدہ ایجنسی کا

مشتہر کردہ تھا جو دراصل ان کے کزن چوہدری فاروق کی تھی۔ باتوں باتوں میں افتخار نے اپنے کزن کے کردار پر عدم اطمینان کا اظہار بھی کیا کہ اسے رشتہ داری کے باوجود ان پر پوری طرح اعتبار نہیں ہے۔ ہماری تسلی کے لئے بتایا کہ وہ اس پیکیج میں کسی اور کے ذریعے بھی معاملات طے کرے گا تا کہ کسی ''دونمبری'' کی گنجائش نہ رہے۔

سیدھی سی بات ہے کہ اس نے جو بھی باتیں کیں یا خدشات کا اظہار کیا ہمارے لئے فکر کی بات تھی۔ میں نے باصر سے پوچھا: ''افتخار کو تین لاکھ روپے بغیر نام چیک جو کیش ہوسکتا تھا کی رسید اور جو پاسپورٹ اور تصاویر وغیرہ دی ہیں ان کی وصولی تو دینی چاہیئے۔ یہ کیا زبانی کلامی معاملات طے کر رہے ہیں آپ لوگ''؟ اس نے کہا: ''میں بولوں گا کہ آپ کو وصولی لکھ کر دیں''۔ چند دن بعد مجھے افتخار کا فون آیا کہ آپ اپنے نامزد رشتہ دار کے شناختی کارڈز کی اچھی والی فوٹو کاپی فراہم کریں پہلے والی واضح نہیں ہیں۔ میں لاہور سے جا کر ملا تو اس نے مجھے تین لاکھ روپے کے چیک کی وصولی کی رسید اپنے آفس کی بک پر دی جو کہ پہلے ہی کیش ہو چکا تھا۔ اس نے مزید کہا: ''آپ کا گروپ میں نام شامل ہو چکا ہے اور آپ تیاری کریں''۔

یہ ایک اچھی خبر تھی لیکن ابھی تک اس ٹریول ایجنسی کے کسی متعلقہ شخص سے رابطہ یا ملاقات نہیں ہو پائی تھی۔ کچھ اور دن گذرے تو افتخار کا ایک میسج ملا کہ بقیہ رقم بیس لاکھ روپے بینک اکاؤنٹ میں جمع کروائیں جس کی تفصیلات اس نے میسج کے ساتھ بھیجی تھیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر اس طرح کی کہانیوں جن میں لوگوں کے حج وعمرہ پر جانے کے سلسلہ میں برے تجربات اور مالی نقصانات کا ذکر ہو سننے کے بعد اطمینان کا درجہ کافی کم ہوتا ہے۔ لیکن اللہ کو یاد کر کے بینک میں اپنے دوست منیجر کے ذریعے آن لائن بیس لاکھ روپے جمع کروا دیئے اور افتخار کو اس کی رسید بھی واٹس ایپ کر دی۔ اس نے اگلے دن ایک میسج کیا کہ آپ لاہور میں شاہد نامی شخص سے مزید معاملات کے لئے رابطہ کریں جن کا دفتر شملہ پہاڑی سے ملحقہ پلازہ میں ہے۔ میں اس انتظار میں تھا کہ ہم نے پوری رقم کی ادائیگی کر دی ہے تو کم از کم اس ٹریول ایجنسی کے ذمہ داروں کو خود رابطہ کرنا چاہیئے مگر ایسا نہیں ہوا۔

حج تربیتی پروگرامز میں شرکت

دو دن بعد افتخار کا مسیج آیا کہ اتوار کو ڈیوس روڈ پر واقع شاہجہان ہوٹل میں آپ کی حج ٹریننگ ہے جو صبح ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک ہوگی۔ قاری سعید صاحب نے اسی شملہ پہاڑی کے پلازہ میں واقع ابابیل نامی ٹریول ایجنسی سے پیکیج فائنل کرلیا تھا جو ۳۰ دن دورانیہ اور دس لاکھ نوے ہزار میں تھا۔ انہوں نے اس پیکیج سے متعلق مجھے فون بھی کیا تھا مگر میں نے انہیں بتایا کہ میں نے پیشگی ادائیگی کردی ہے اس لئے آپ اپنے پیکیج کے معاملات طے کرلیں۔ ہمارا ایک ساتھ جانا شاید اللہ کو منظور نہیں ہے۔

قاری سعید صاحب چند دن پہلے اس طرح کی حج ٹریننگ میں شامل ہو کر آئے تھے اور جب میں نے انہیں بتایا کہ ہماری حج ٹریننگ اتوار کے دن ہے تو انہوں نے اس کے خدوخال بھی شیئر کئے۔ بتانے لگے کہ شملہ پہاڑی کے پلازہ میں حج وعمرہ کی تمام ایجنسیز ایک دوسرے سے رابطہ میں ہوتی ہیں اور حج کی تربیت بھی ایک ہی طرح کے مخصوص عالم حضرات کو بلا کر کرتے ہیں اور کھانے کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ٹریول ایجنسی کی طرف سے انہیں سفری بیگ دیا گیا ہے جس میں احرام، جائے نماز و دیگر اشیاء جو حج کے دوران استعمال ہوسکتی ہیں شامل ہیں۔

میری اہلیہ کو ان کی دوست مسز ہارون نے بتایا تھا کہ حج کی تربیت کے سلسلہ میں جامعہ اشرافیہ میں تفصیلی بیان اور کچھ عملی طور پر بتایا جاتا ہے۔ آپ لوگ وہاں بھی جائیں۔ جب ہم وہاں جانے لگے تو قاری سعید صاحب نے استفسار کیا کہ اگر ہم ان کی اہلیہ اور بیٹی کو ساتھ لے جائیں تو انہیں آسانی ہو جائے گی۔ ہم نے حامی بھر لی اور مقررہ

وقت پر جامعہ اشرفیہ ۱۰ بجے سے پہلے پہنچ گئے۔ وہاں خواتین و حضرات کے لئے علیحدہ علیحدہ اجتماع کا بندوبست تھا۔ باقاعدہ پروگرام سے پہلے تلاوت قرآن مجید اور پھر طلباء بچوں نے نعت رسول مقبولؐ پڑھی۔ مولانا یوسف صاحب نے بتایا: ''اس تربیتی نشست کے دو حصے ہوں گے جن میں پاکستان سے روانہ ہونے سے لے کر حج بیت اللہ کے مناسک اور پھر روضہ رسولؐ حج پر حاضری کی ترتیب' اعمال اور آداب بیان کئے جائیں گے''۔

حج بیت اللہ کی ادائیگی کی تفصیلات و تربیت کے سلسلہ میں ہر مکتبہ فکر کی طرف سے حج میں آسانی کے لئے عملی سیشنز کے علاوہ ان کی ویڈیوز بھی یوٹیوب اور فیس بک پر بآسانی مل جاتی ہیں۔ پہلی مرتبہ حج پر جانے والوں کے لئے یہ تجسس فطری بات ہے کہ حج کو ایک مشقت بھی بتایا جاتا ہے اور اس میں آسانیاں کس طرح تلاش کی جاسکتی ہیں؟ پیشہ ور علماء حضرات یا مشائخ عظام و پیران کرام جن کو ان کے معتقدین اور مریدین عمرہ و حج پر بھجواتے ہیں ان کی سمجھ بوجھ اور نشست و برخاست کا انداز اور ہوسکتا ہے۔ ایک عام مسلمان جو اس عظیم فریضہ کی ادائیگی کے لئے رب کے حضور اور پیارے نبیؐ کے در پر حاضری کی تڑپ لے کر جائے تو عاجزی سے دُعائیں کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا یہ سفر آسان اور مبارک کر دے۔

✧✧✧

میدانِ عرفات میں حقوق العباد کی معافی؟

جامعہ اشرفیہ کے ہر سال ہونے والے اس حج تربیتی پروگرام کی آڈیوز، ویڈیوز یوٹیوب پر بھی موجود ہیں۔ مولانا نے بڑے آسان انداز میں مناسک حج کی تفصیل بیان کی مگر جب وہ یومِ عرفہ پر آئے اور میدانِ عرفات میں قیام اور دُعاؤں کی بات کی تو انہوں نے فرمایا: ''میدانِ عرفات وہ جگہ ہے جہاں حقوق العباد معاف ہوتے ہیں''۔ ان کی اس بات نے مجھے چونکا دیا۔ مولانا چونکہ بیان اور نمازِ ظہر کے بعد تشریف لے گئے تھے اور مجھے اس بارے سوال کا موقعہ ہی نہیں ملا تو یہ بات دل میں رہ گئی کہ ان کا یہ کہنا کہ میدانِ عرفات میں حقوق العباد معاف ہوتے ہیں کیونکر اور کیسے درست ہے؟ حقوق اللہ اور حقوق العباد دو مختلف معاملات ہیں۔ جن کے بارے واضح طور پر احکامات ہیں۔ اگر ان کی بات کو درست مان لیا جائے تو پھر مالدار خواتین و حضرات کو ہر سال حج اور میدانِ عرفات کے خیموں میں قیام کر کے اپنے خاندان، رشتہ داروں اور دوستوں اور ہمسایوں وغیرہ کے حقوق سے متعلق، لاپرواہیوں اور زیادتیوں کی معافی کی سہولت میسر آجائے گی۔ اس کے بعد وہ نئے سرے سے حسب فطرت و عادت حقوق کی پامالی اس ''سہولت'' پر جاری رکھ سکتے ہیں۔

یومِ عرفہ پر حقوق العباد کی معافی بارے مکہ مکرمہ میں مسجد بیت اللہ شریف میں عام زندگی کی مشکلات اور دینی مسائل کے بارے سوالات کے جواب دینے والے معروف عالم دین مولانا محمد مکی الحجازی کا ایک ویڈیو بیان میں نے سنا تو اس کی وضاحت انہوں نے کچھ اس انداز میں کی۔ حضورؐ جس سال حج بیت اللہ پر تشریف لائے تو آپ عرفات

سے مزدلفہ تشریف لائے اور وہاں قیام کے بعد صبح کی نماز پڑھی تو آپؐ مسکرا رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پوچھا۔ حضور آپؐ کی خوشی کی وجہ کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا ''ابھی ابھی جبرئیلؑ آئے تھے اور مجھے خبر دے کر گئے ہیں کہ آپؐ کے جو امتی آپؐ کے ساتھ حج پر ہیں اللہ نے ان کے مظالم یعنی حقوق العباد بھی معاف کر دیئے ہیں''۔ اسی لئے علماء کہتے ہیں کہ وہ خاص سال تھا جس میں جو لوگ حضورؐ کے ساتھ حج پر آئے تھے یہ حکم ان کے لئے تھا۔ ورنہ حقوق العباد کے بارے اللہ تعالیٰ کا حکم اور معیار وہی ہے جس کے تحت معافی و تلافی ممکن ہے۔

اس ضمن میں مفتیان سے سوال جواب کے باب میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ ایسا دعویٰ کرنا درست نہیں ہے۔ پوچھا گیا کہ حج کرنے سے نماز، زکوٰۃ سمیت دیگر چھوڑے گئے فرائض جیسا کہ حقوق والدین، رشتہ دار اور حقوق العباد کی معافی کا ازالہ ممکن ہے؟

جواب میں جو فرمایا گیا اس کا ترجمہ کچھ یوں ہے: ''تمام مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حج کرنے سے فرض نماز، زکوٰۃ، روزہ اور قتل و زیادتی وغیرہ کے افعال معاف نہیں ہوتے جو امور و افعال جس کے ذمے ہیں انہیں ادا کرنا ضروری ہے''۔

عام طور پر یہ گمان کیا جاتا ہے اور علماء کے ہاں کہا جاتا ہے کہ مقبول حج کی صورت میں آدمی جب واپس آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے ہوتا ہے کہ جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ لیکن یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے جتنے معاملات تھے وہ تو ختم ہو گئے۔ اب اس کے بعد حقوق العباد جیسے کسی بندے سے بدسلوکی، دل آزاری، زیادتی کی ہے یا حقوق سلب کئے ہیں۔ وہ باقی ہیں اور ان میں سے اللہ کریم نے قرآن میں کچھ جرائم کے ازالہ کے لئے جو احکام بیان کئے ہیں ان کا پورا ہونا ضروری ہے۔ جیسے کہ قتل پر خون بہا کی ادائیگی اور معافی سے معاملہ طے ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر کسی کا حق کھایا ہے، نقصان پہنچایا ہے، ناحق دکھ دیا ہے، بے عزت کیا ہے یا پھر دھوکہ دیا ہے تو ایسے میں آپ اللہ کے بھی مجرم ہیں اور اس شخص کے بھی جس کے ساتھ یہ سب

کچھ کیا ہے۔ایسے اعمال کی تلافی یہ کہ پہلے اللہ سے بھی معافی اور توبہ طلب کی جائے تو اللہ کریم اپنی مشیت ایزدی سے چاہیں تو معاف کر سکتے ہیں لیکن متاثرہ مرد و عورت سے بھی ازالہ کی صورت میں معافی و تلافی کے بعد معاملات حل ہوں گے۔

پرائیویٹ عمرہ و حج ٹور آپریٹرز کے ہاں بعض مولانا حضرات مستقل طور پر حج تربیت کے نام پر اور پھر حج وفود کا حصہ بن کر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جاتے ہیں۔ان کا کام عازمین عمرہ و حج کو اس طرح کی خوش خبریوں سے لبھانا بھی ہوتا ہے۔ایسے وفود میں سب علم رکھنے اور سوال کرنے والے شامل نہیں ہوتے۔لہٰذا عمرہ و حج ٹور ازم کو فروغ دینے کے لئے اس طرح کے معاملات میں ضعیف احادیث اور واقعات کا حوالہ دے کر خواتین و حضرات کے ایمان کو تازہ کیا جاتا ہے جو صریحاً زیادتی اور لوگوں کو گمراہ کرنا ہے۔

جامعہ اشرفیہ کے جید عالم کی طرف یہ بیان فہم سے بالاتر تھا۔وہاں سیشن کے اختتام پر شرکاء نے متعدد سوالات پوچھے جن میں زیادہ تر احرام باندھنے اور عام فہم معاملات سے متعلق تھے۔سیشن کے منتظمین حضرات نے شرکاء کو سیشن میں بیان کی ویڈیو بنانے سے منع کر دیا تھا۔وجہ شاید یہ تھی کہ وہ خود اس کی ریکارڈنگ کر رہے تھے اور بعد میں یوٹیوب پر اپ لوڈ کرتے ہیں۔ڈینٹل سرجن ڈاکٹر سلمان صاحب سے اسی سیشن میں تعارف ہوا۔ڈاکٹر صاحب حال ہی میں اپنی اہلیہ کے ہمراہ عمرہ کر کے آئے تھے اور اب حج بیت اللہ کے لئے پرائیویٹ سکیم میں جا رہے تھے۔ان سے بعد میں واٹس ایپ پر سلام دُعا ہوتی رہی مگر مکہ و مدینہ منورہ میں آس پاس ہونے کے باوجود ملاقات کی کوئی سبیل نہ بن سکی۔

✧✧✧

تربیتی پروگرام میں حجاج سے ملاقات اور کھانا

اتوار کا دن تھا جب ہم اپنے حج تربیتی پروگرام کے لئے ڈیوس روڈ پر شاہجہان بینکوئٹ پہنچ گئے۔ نیچے استقبالیہ پر دریافت کیا کہ یہاں حج تربیت کے لئے پروگرام ہو رہا ہے؟ انہوں نے پوچھا: ''کون سی ٹریول ایجنسی ہے''۔ ہم نے حرمین کا بتایا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ پھر ایک اور ذمہ دار نے بتایا: ''مسلم، مکی اور طیرین حرمین کا مشترکہ پروگرام ہو رہا ہے۔ آپ دوسری منزل پر بائیں جانب ہال میں چلے جائیں''۔ واقعی اس عمارت میں کچھ اور بھی اسی طرح کے پروگرام چل رہے تھے۔ ہم ہال میں داخل ہوکر سامنے جو راؤنڈ ٹیبل خالی تھی پر بیٹھ گئے۔ سٹیج کے سامنے کی طرف پہلے سے آئے ہوئے خواتین و حضرات بیٹھ چکے تھے۔ پروگرام میں لاہور سے باہر دور دراز شہروں سے بھی خواتین و حضرات آئے ہوئے تھے۔ ہمارے لئے بہت آسان تھا کہ آدھ گھنٹہ پہلے گھر سے روانہ ہوکر یہاں آگئے تھے۔ پروگرام کا آغاز ہوا۔ تلاوت و نعت کے بعد منتظمین میں سے باری باری سٹیج پر آکر اپنے گروپ کے عازمین حج کو خوش آمدید کہا اور اس سفر کی مبارکباد دی۔ مسلم گروپ کے عثمان صاحب نے کہا: ''اس سال کے انتظامات میں کافی خدشات اور مشکلات تھیں کیونکہ دو سال کے وقفہ کے بعد پاکستان و دنیا بھر سے حجاج کے لئے از سر نو انتظامات سعودی حکومت اور ہماری حکومت کے لئے کم وقت میں بڑا چیلنج تھا۔ رہائش کا بندوبست حج کے دوران بڑا اہم ہوتا ہے لیکن خوشی کی بات یہ ہے حرم سے ۵۰۰ میٹر فاصلے پر ایک تھری سٹار ہوٹل کا بندوبست ہوگیا ہے۔ اس سے ہمارے عازمین حج کے لئے بہت آسانیاں پیدا ہوں گی جبکہ مدینہ منورہ میں حرم

سے ۱۰۰ میٹر فاصلے پر فائیو سٹار ہوٹل میں رہائش کا انتظام ہوگا۔ طیرین حرمین کے لعل جان خٹک نے بھی اظہارِ خیال میں کہا: ''وہ اپنے عازمین حج کا گذشتہ سالوں کی طرح بھرپور خدمت اور خیال رکھنے کی کوشش کریں گے''۔ مکی حج و عمرہ کمپنی کے مولانا نثار صاحب نے حج کے فلسفہ اور انسان کی اجتماعی زندگی پر بھرپور لیکچر دیا۔ اس کے بعد ایک مولانا نے سٹیج پر لاہور سے احرام باندھنے سے لے کر عمرہ و حج کے مناسک سے متعلق زبانی و عملی طور پر مراحل کو پیش کیا۔ خاص طور پر خانہ کعبہ پر پہلی نظر پڑنے سے متعلق انہوں نے جذباتی انداز میں منظر کشی کی اور اس لمحے کو عمر بھر کا حاصل قرار دیا۔

کھانے سے پہلے اعلان کیا گیا کہ سعودی حکومت کی طرف سے کرونا کی نیگیٹو ٹیسٹ رپورٹ لازمی قرار دی گئی ہے اس لئے منظور شدہ لیب کے نمائندے یہیں ہال میں موجود ہوں گے۔ وہ یہیں پر سیمپل لیں گے اور ٹیسٹ فیس ۴۰۰۰ روپے بھی وصول کریں گے۔ شادی کے ون ڈش کھانے کی طرز پر اہتمام کیا گیا تھا۔ حاضرین نے حسب طلب کھانے پر ہاتھ صاف کیا۔ ہم نے بعد میں کرونا ٹیسٹ کے لئے فارم پر کر کے فیس ادا کی اور سٹاف نے کارروائی کے طور پر ناک میں سے سیمپل لیا۔ فارغ ہونے کے بعد میں نے افتخار کے دیئے نمبر پر شاہد کو فون کیا تو وہ ہال میں ہی پھر رہے تھے۔ شور بہت تھا مگر میں نے اسے کال وصول کرتے ہوئے دیکھ بھی لیا تھا اس لئے وہیں ملاقات ہوگئی۔

✧✧✧

حاجی کیمپ سے حفاظتی ٹیکے لگوانے کا مرحلہ

میں نے تعارف کروایا تو شاہد نے کہا: ’’پروگرام کے بعد شملہ پہاڑی آفس چلیں گے اگر آپ پہلے جانا چاہیں تو مسلم کے آفس میں فلاں صاحب ہوں گے وہ آپ کے ویزا کا پرنٹ نکال دیں گے۔ جسے لے کر آپ حاجی کیمپ سے گردن توڑ بخار اور پولیو وغیرہ کی ویکسین لگوا کر پیلا کارڈ حاصل کر لیں‘‘۔ جب میں وہاں سے نکل کر شملہ پہاڑی ان کے آفس پہنچا تو بتایا گیا کہ شاہد اپنے آفس آچکا ہے۔ میں وہاں ان سے مل کر دستاویزات لے لوں۔ ہمیں چونکہ گاڑی کی پارکنگ ڈھونڈنے میں کچھ وقت لگ گیا تھا۔ اسی دوران شاہد صاحب واقعی آفس آکر اپنا کمپیوٹر آن کر چکے تھے۔ کچھ اور حضرات کی موجودگی میں پاسپورٹ، ویزا اور کرونا ویکسین سرٹیفکیٹ کی کمپیوٹر کاپی لینے میں گھنٹہ بھر صرف ہوگیا۔ اہلیہ اس دوران گاڑی میں بیٹھی رہیں۔ میں پرنٹ لے کر نیچے گاڑی تک آیا تو ہم وہاں سے سیدھے نولکھا چوک سرکاری حج کیمپ پہنچ گئے جو وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ وہاں بڑی تعداد میں حجاج کی آمد و رفت تھی۔ شاہد نے جو پرنٹ آؤٹ دیا اس کے ۲ صفحات تھے۔ اوپر میرے نام سے کوائف درج تھے۔ میں نے کمپیوٹر انٹری کے لئے پرنٹ دے کر بتایا کہ ہم دو لوگ ہیں تو کاؤنٹر مین نے کہا: ’’آپ نے تو صرف ایک انٹری کا پرنٹ دیا ہے‘‘۔ تب مجھے احساس ہوا کہ شاہد نے مجھے میری اہلیہ کا پرنٹ دیا ہی نہیں۔ اہلیہ کو وہیں رکنے کا کہا۔ پارکنگ سے گاڑی نکالی اور دوبارہ شملہ پہاڑی شاہد کے پاس پہنچا اور اہلیہ کا پرنٹ آؤٹ لے کر دوبارہ حاجی کیمپ پہنچا۔ وہاں مرد و خواتین کے لئے اگرچہ الگ بوتھ تھے مگر مرد و خواتین کے ساتھ ہونے پر رجسٹریشن کا ٹوکن مل جاتا

تھا۔

جیسے ہی ٹوکن ملا تو اگلا مرحلہ ویکسین لگوانے اور پولیو کے قطرے پینے کا تھا جن کے لئے الگ الگ بوتھ تھے اور خواتین ہیلتھ ورکرز بھی موجود تھیں۔ حاجی کیمپ میں قرشی دواخانہ کی طرف سے ٹھنڈے لال اور پیلے شربت بھی پیش کئے جا رہے تھے۔ حاجی حضرات بوتھ سے شربت لیتے تو گلاس کی واپسی کے لئے کہنے کے باوجود زیادہ تر نہیں واپس نہیں کر رہے تھے۔ اس لئے نئے آنے والوں کو برتنوں کی واپسی اور دھوئے جانے تک انتظار کرنا پڑتا تھا جس کی وجہ سے ڈرنک بوتھ پر رش نظر آتا تھا۔ ٹینٹ کے باہر وہاں دائیں بائیں مختلف بوتھ لگے تھے جو کرونا کے ٹیسٹ کی لیب، ایئر ٹکٹنگ اور حج کے سامان کی فروخت کے تھے اور لوگ وہاں سے خریداری بھی کر رہے تھے مگر ہم نے ایسا کچھ نہیں کیا اور پورے دن کی مصروفیت کے بعد سیدھے گھر پہنچ کر سکھ کا سانس لیا۔

✧ ✧ ✧

دستاویزات کی وصولی اور معاہدہ

اگلے دن میں نے خود شاہد کو فون کیا کہ تمام مراحل مکمل ہو گئے ہیں۔ آپ کا روانگی کا کیا پروگرام ہے؟ اس نے بتایا: ''شام کو بے شک آپ ہمارے آفس آجائیں ور اپنے پاسپورٹس اور ٹیگ وغیرہ وصول کرلیں''۔ میں شام کو ان کے آفس پہنچا تو وہاں چند ایک لوگ موجود تھے۔ شاہد نے میری ملاقات کیبن میں موجود لعل جان خٹک سے کروائی جن کی مختصر تقریر گذشتہ روز ہم نے تربیتی پروگرام میں سنی تھی۔ خاں صاحب نے بڑی اپنائیت سے بات چیت کی اور روانگی پروگرام کے بارے میں بتایا۔ انہوں نے دو الگ الگ لفافے دیئے جن میں میرا اور راہلیہ کا پاسپورٹ، حج ویزہ سمیت دیگر فوٹو کاپی تھیں۔ اس کے علاوہ گلے میں لٹکانے کے لئے ٹیگ تھے جن پر تصویر، نام، پاسپورٹ نمبر، مکتب نمبر، مکہ ہوٹل کے علاوہ مدینہ ہوٹل کے نام اور آمد و روانگی کی تواریخ درج تھیں۔ ہدایت یہ کی گئی تھی کہ یہ ٹیگ بڑا اہم ہے چونکہ پاسپورٹس جدہ ایئر پورٹ پر معلم کے قبضہ میں چلے جائیں گے اور سعودیہ میں قیام کا یہ ہی سب سے بڑا شناخت نامہ ہوگا۔

ملاقات کے اختتام پر شاہد نے مجھے دو بیگ دیئے جن میں ایک جائے نماز، ایک احرام، پینے کے پانی کی بوتل، کنکریوں کے لئے تھیلی اور حج رہنمائی کے لئے حکومت پاکستان کی شائع کردہ کتاب شامل تھی۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ملاقات میں لعل جان نے ایک ایگریمنٹ بھی سائن کروایا جس میں حج کے لئے وصول رقم کا ایک بریک ڈاؤن یعنی کرایہ جہاز، ہوٹل، کھانے کا خرچہ، زیارات وغیرہ درج تھے اور اس کے آخر میں گذشتہ روز ہونے والے حج تربیتی پروگرام کے اخراجات بھی درج تھے جو ۴۰۰۰

روپے فی کس تھے۔ میں یہ پڑھ کر مسکرایا کہ ہم ایسے ہی سمجھ رہے تھے شاید یہ ٹریول ایجنسی نے اپنے خرچہ پر انتظام کیا ہے۔

ایگریمنٹ کی ایک ایک کاپی ہمیں دی گئی تھی اور ایک ایجنسی نے خود رکھی تھی۔ یہ حکومت پاکستان وزارت حج و مذہبی امور کی طرف سے قانونی تقاضہ بھی تھا کیونکہ گیلانی کی وزارت عظمیٰ کے دور میں سپریم کورٹ نے پرائیویٹ حج ٹور آپریٹرز کے لئے نئے رولز اینڈ ریگولیشن فریم کئے تھے جن میں انہیں مزید پابند کیا گیا کہ وہ ہر طرح کا ریکارڈ رکھیں۔ حج کرپشن کے کیس میں سیکرٹری وزارت حج اور وزیر مذہبی امور کاظمی کو سزا بھی سنائی گئی تھی۔ ایگریمنٹ میں ایجنسی کی طرف سے فی حاجی اپنے منافع کا درج کیا گیا' جو ۳۵ ہزار روپے تھا۔ حج کے لئے دی جانے والی ''تحفتاً'' کٹ جس میں بیگ اور احرام وغیرہ شامل تھے کے اخراجات ۶ ہزار ۲ سو روپے بھی شامل تھے۔

✧✧✧

تیاری آخری مرحلے میں داخل ہوگئی

دستاویزات وغیرہ ہاتھ میں آنے کے بعد ہوائی ٹکٹ میں درج تاریخ روانگی ملنے کے بعد تیاری آخری مرحلے میں داخل ہوگئی۔ کپڑے، جوتے، چشمے، رومال اور اضافی احرام، ادویات وغیرہ پیک کرلیں۔ ادویات کے سلسلہ میں بعض لوگ ابہام کا شکار ہوتے ہیں اور حاجی کیمپ سے سرکاری پیکنگ کروانے جاتے ہیں۔ ایسا کچھ نہیں ہوتا کہ آپ کی ادویات خصوصاً گولیاں اور کیپسولز سکیننگ میں نکال دی جائیں۔ مجھے چونکہ ٹریولنگ کا تجربہ تھا اس لئے خود ہی درد، قے، اسہال، کھانسی کی عام ادویات اور کچھ اینٹی بائیوٹیکس ایک لفافہ میں جمع کرکے چیک ان سامان میں رکھ لیں۔ اہلیہ کو ان کی دیرینہ دوست نے حج کے دوران استعمال ہونے والے احرام، بیگ، ٹوپیاں اور سفری قرآن پاک کے نسخہ جات دیئے۔ جونہی پیکنگ مکمل ہوئی ہم لاہور سے باہر اپنے والدین کے پاس ملنے کے لئے گئے۔ وہاں تمام بھائیوں اور بہنوں کو بھی بلا رکھا تھا۔ سب نے حج کے سفر کے لئے مبارکباد اور دُعائیں دیں اور کچھ تحائف بھی ملے۔ ہماری طرف سے سب کے لئے کھانے کا اہتمام بھی کیا گیا۔

لاہور واپسی پر سسرال میں کھانے کا اہتمام تھا۔ سسر صاحب سیّد عتیق الزماں شاہ جواب اس دنیا میں نہیں رہے ہیں' نے دُعاؤں سے نوازا اور کچھ نقد رقم بطور تحفہ اہلیہ اور مجھے بھی دی۔ کچھ دوستوں کے مبارکباد اور نیک تمناؤں کے فون ضرور آئے مگر شاید لوگ اتنے مصروف ہوگئے ہیں کہ انہیں وقت ہی نہیں ملا کہ وہ بالمشافہ کسی خاص موقعہ پر مل سکیں۔ میری اس بات پر آپ بھی اپنے دل کو ٹٹولیں تو معلوم ہوگا کہ ہم فون ہاتھ میں

آنے کے بعد اور غم روزگار کے ہاتھوں اس قدر مجبور ہو چکے ہیں کہ بالمشافہ ملنے کے معاملے میں بہت سست' لا پرواہ اور کنجوس ہو چکے ہیں۔ یہ ہماری سماجی زندگی پر ایک کاری ضرب ہے۔ اس صورتحال میں ہمارے بچے ہمارے تعلقات اور رشتوں کی نوعیت اور گہرائی کے بارے نابلد رہتے ہیں اور نسل در نسل تعلق کے جو دعوے ہوتے تھے دم توڑ رہے ہیں۔ بہتری اسی میں ہے کہ ہم صرف غمی میں با امر مجبوری شامل نہ ہوں بلکہ خوشیوں میں ایک دوسرے کو یاد رکھیں اور زندگی میں آسانیاں اور خیر لے کر آئیں۔

لاہور ایئرپورٹ ہمارے لئے کوئی نئی جگہ نہیں تھی جہاں چھوٹے بھائی افضال گیلانی نے ہمیں اتارا تھا۔ اس بار یہ سفر بڑا منفرد اور مبارک تھا۔ اہلیہ کے ساتھ حج بیت اللہ کے اس سفر کے لئے ایئرپورٹ کچھ جلدی ہی پہنچ گئے تھے۔ منتظمین نے ہمیں فلائٹ سے چار گھنٹے پہلے ایئرپورٹ پہنچنے کو کہا تھا اور ذہن میں تھا کہ حج فلائٹ کی وجہ سے رش میں لیٹ ہونے کے بجائے جلدی پہنچنا زیادہ بہتر ہے۔ ۳ بجے فلائٹ کی روانگی کا وقت تھا اور منتظمین کی ہدایت پر ۴ گھنٹے قبل کا مطلب ۱۱ بجے رات تھا لہٰذا ہم ۱۱ بجے ہی ایئرپورٹ پہنچے تھے۔ ہم دونوں کے لئے یہ پہلا موقعہ تھا کہ اپنے سب سے چھوٹے بیٹے حسیب جو ویسے تو ۱۸ سال کا ہو چکا تھا کو گھر پر اکیلا رہنے کے لئے چھوڑ کر جا رہے تھے۔ گھر سے ہمارے روانہ ہونے پر وہ خاصا پریشان تھا مگر اس نے پھر بھی کہا: ''وہ ٹھیک رہے گا بس رابطے میں رہیے گا''۔ اس کی ماں سفر حج پر خوش تھی اور بیٹے سے کچھ عرصہ کے لئے دوری پر پریشانی بھی جو کہ فطری امر ہے۔

ہمارے سامان میں ایک چیک ان سوٹ کیس اور دو ہینڈ کیری تھے۔ اس سامان کی سکیننگ وغیرہ میں کوئی خاص دقت پیش نہیں آئی کیونکہ زیادہ تر مسافر ابھی نہیں آئے تھے۔

✧✧✧

سعودی ایئر لائن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے

سعودی ایئر لائن سے ایک سال قبل جدہ اور وہاں سے استنبول جانے کا مجھے اتفاق ہوا تھا۔ جب ظہیر بابر کے ساتھ ایک ہفتے کے ٹور کا پروگرام بنا۔ اس ٹور میں پتہ چلا کہ سعودی ایئر لائن کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ فلائٹ کی روانگی کے مقررہ وقت سے ایک گھنٹہ پہلے ہی بورڈنگ بند کر دیتے ہیں۔ لاہور سے جدہ کی فلائٹ کے لئے ۴۰ منٹ پہلے کاؤنٹر پر پہنچے تو بورڈنگ نہ لے سکے کہ ایک گھنٹہ پہلے کلوز کر دی گئی ہے۔ اب کیا کریں؟ ظہیر نے وہاں کاؤنٹر سے پوچھا تو جواب ملا کہ فوری بالائی منزل پر جا کر اپنی فلائٹ ری شیڈول کروا لیں ورنہ اس فلائٹ کے روانہ ہونے پر آپ کی ٹکٹ ضائع ہو جائے گی۔

ایک شخص وہاں دھائیاں دے رہا تھا کہ میں اس فلائٹ پر نہ گیا تو میرا ویزا ختم ہو جائے گا۔ میں نیچے سامان کے ساتھ لاؤنج میں جا بیٹھا اور ظہیر نے اوپر جا کر سعودیہ کے کاؤنٹر پر رابطہ کیا تو معلوم ہوا کہ اگلے ہفتے فلائٹ کے لئے زائد رقم ادا کرنا ہو گی۔ قصہ مختصر ۴۰۰۰ اضافی رقم ادا کرنے کے بعد اگلے ہفتے کی تاریخ میں فلائٹ کی ری بکنگ ہو پائی۔ اس وقت خیال یہ تھا کہ بعد میں ری فنڈ میں ڈال دیں گے۔ مگر یہ بھی ہماری خام خیالی تھی کیونکہ ایئر پورٹ سے بغیر سفر کئے گھر واپس آ گئے تو اگلے دن ظہیر نے اپنے مختلف اخبارات اور اداروں میں تعلق داروں سے اس سلسلے میں رابطہ کیا تو پتہ چلا کہ سعودی ایئر لائن سے ری شیڈول ٹکٹ کا ری فنڈ لینا ناممکن سی بات ہے۔ کوئی اس ایئر لائن کے خلاف شکایت نہ سنتا ہے اور نہ کوئی شنوائی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے ٹریول کرنا پڑے گا ورنہ ٹکٹ کی رقم ضائع سمجھیں اور مجبوراً صبر شکر کر لیں۔ اگلے ہفتے استنبول کے لئے براستہ

جدہ سعودی ایئر لائن میں سفر کے لئے بورڈنگ کاؤنٹر پر ۲ گھنٹے پہلے پہنچے تھے۔ معلوم ہوا کہ روانگی سے ایک گھنٹہ پہلے کاؤنٹر سٹاف بورڈنگ بند کر کے دوبارہ طیارے میں داخلہ سے پہلے دستاویزات اور ہینڈ کیری کا سامان چیک کرتا ہے۔ یہ سٹاف برے طریقے سے سامان الٹ پلٹ کرتا پایا گیا۔ یہ سب کچھ سعودی ایئر لائن کا سٹاف کرتا ہے لیکن ایئر پورٹ کا عملہ اور مسافر اس خلاف ورزی پر کوئی بول سکتا ہے اور نہ کوئی شکایت کر سکتا ہے۔

✧✧✧

لاؤنج میں بیٹھے ''نیکی'' کا موقع مل گیا

حج کا یہ سفر بھی سعودی ایئر لائن کے ساتھ تھا اس لئے گذشتہ واقعات سے سبق سیکھتے ہوئے ایئر پورٹ پر وقت سے کہیں پہلے پہنچنا بنتا بھی تھا۔ جب ہم ایئر پورٹ سامان کے ساتھ اندر پہنچے تھے بورڈنگ شروع نہیں ہوئی تھی۔ ہمارے ٹریول ایجنٹ جو ہمیں چار گھنٹے پہلے ایئر پورٹ پہنچنے کی تاکید کر چکے تھے کہیں نظر نہیں آ رہے تھے۔ فون کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ راستے میں ہیں۔ لیٹ اس لئے ہوئے ہیں کہ کووڈ (کرونا) کے منفی ٹیسٹ کی رپورٹ لیب سے وصول کر کے لانی تھی۔ جس کے بغیر بورڈنگ ممکن نہیں تھی۔

آہستہ آہستہ مسافروں کی تعداد بڑھ رہی تھی۔ اہلیہ کے ساتھ ہال کے شروع میں ایک سیٹ پر بیٹھے تھے کہ ایک خاتون ہمارے پاس آئی جو پریشان دکھائی دیتی تھی۔ ''بیٹا آپ کی مہربانی ہوگی اگر اس نمبر پر فون کر کے میری بات کروا دو۔ میں نے اپنے بیٹے سے بات کرنی ہے''۔ خاتون نے ایک ہی سانس میں کہہ ڈالا۔

''جی ضرور کوئی مسئلہ نہیں''۔ میں نے جواب دیا تو وہ خوش ہوگئی۔ میں نے اس کے دیئے لوکل فون نمبر پر کال ملائی تو اس خاتون نے اپنے بیٹے سے بات کی: ''یہ لوگ مجھ سے کوئی کاغذ مانگ رہے ہیں جو میرے پاس نہیں ہے۔ اب مجھے سمجھ نہیں آ رہی میں کیا کروں۔ وہ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ اگر یہ فارم نہیں دیا تو آپ کی فلائٹ نکل جائے گی''۔ خاتون نے پریشانی میں یہ کہہ کر فون مجھے واپس دیا۔

دراصل خاتون اپنے اس بیٹے سے بات کر رہی تھی جو اسے ایئر پورٹ چھوڑ کر شیخوپورہ واپس جا رہا تھا۔ ظاہر ہے وہ بھی پریشان ہو گیا۔ دستاویزات کے سلسلہ میں وہ

بھی کچھ نہیں کرسکتا تھا۔

میں نے دوبارہ اسی نمبر پر فون ملایا اور خاتون کے بیٹے کو بتایا: ''تم فکر نہ کرو ہم کوشش کرتے ہیں کہ مسئلہ کیسے حل ہو اور یہ سفر کرسکیں''۔ساتھ ہی کاؤنٹر پر ایک صاحب یونیفارم میں بیٹھے تھے۔ میں نے خاتون کے سفری کاغذات دکھا کر پوچھا: ''ان کا کیا مسئلہ ہے''؟ اس نے بتایا: ''ان کا ایک فارم ساتھ نہیں ہے جس میں ان کی واپس آسٹریلیا انٹری کے بارے میں درج ہونا ضروری ہے''۔ خاتون نے پریشانی میں پوچھا: ''ان کا آسٹریلیا میں جو بیٹا ہے اس سے بات کرسکتے ہیں''؟ میں نے کہا: ''جی کیوں نہیں''۔ ان کے بیٹے کا نمبر لے کر میں نے واٹس اپ کال کے بعد مسیج چھوڑا کہ ان کی والدہ لاہور ایئرپورٹ پر ہیں اور ان کا DPD مسنگ ہے۔ اس لئے وہ لاہور سے بنکاک کے لئے بورڈ نہیں ہوسکتیں۔ آپ فوری رابطہ کریں۔

کچھ ہی دیر بعد واٹس اپ پر کال آگئی۔ میں نے ان کے بیٹے عمیر کو صورت حال بتائی تو کہنے لگے کہ مجھے اس فارم کا علم نہیں ہے۔ آپ کاؤنٹر سے اس کا لنک یا کاپی بھجوا سکتے ہیں تاکہ میں فارم فل کرکے بھیج سکوں۔ دوبارہ کاؤنٹر پر رابطہ کیا تو وہ صاحب معقول آدمی تھے۔ انہوں نے لنک دے دیا۔ عمیر نے ایمرجنسی میں اس فارم پر معلومات درج کیں اور مجھے واٹس ایپ پر مسیج آیا کہ میری والدہ کی ایک لائیو پکچر بھی درکار ہے جو میں نے بنا کر بھیجی تو فارم اوکے ہوگیا۔ عمیر نے فارم مجھے بھیجا تو کاؤنٹر پر صاحب کو میں نے تصدیق کے لئے موبائل سے دکھایا تو انہوں نے کہا: ''یہ ٹھیک ہے۔ اب آپ اس کا پرنٹ نکلوا کر دیں گے تو ان کی بورڈنگ ہوجائے گی۔ فوٹو کاپی اور آن لائن پرنٹ کے لئے لاہور ایئرپورٹ پر کیبن ہے۔ جہاں مجھے علم ہے کہ پرنٹ کے ۱۰۰ روپے چارج کرتے ہیں جبکہ عام طور پر مارکیٹ میں اس پرنٹ کے ۱۰ روپے لئے جاتے ہیں۔ ۱۰۰ روپے کیوں لیتے ہیں کسی کے پاس کوئی معقول جواب نہیں ہوتا۔ آئیں بائیں شائیں اور جھوٹ بولا جاتا ہے۔

دو پرنٹ میں نے نکلوانے کے بعد خاتون کو دیئے اور تاکید کی ہے کہ ایک پرنٹ تو یہاں لاہور رکھ لیں گے اور دوسرا آپ احتیاطاً اپنے پاس رکھیں تاکہ کسی اور ایئر پورٹ پر اس کی وجہ سے مشکل پیش نہ آئے۔ ''خیر سے آپ اپنے بیٹے کے پاس پہنچ جائیں اور ہمارے لئے دُعا کریں''۔ میں نے انہیں درخواست کی۔ خاتون بہت ساری دُعائیں دیتی ہوئی بورڈنگ کاؤنٹر کی طرف چلی گئی۔ ان کے بیٹے عمیر نے بھی مدد پر شکریہ کا پیغام دیا جب میں نے اسے فون کر کے بتایا کہ ان کی والدہ کو پرنٹ آؤٹ دے دیا ہے اور اب وہ یہاں سے بروقت فلائی کر جائیں گی۔ عمیر سے بھی اب بھی واٹس اپ پر سلام دُعا ہوتی رہتی ہے۔

اس سارے معاملے میں تقریباً آدھا گھنٹہ لگ گیا اور احساس بھی نہیں ہوا۔ اب سمجھ آئی کہ ہم دیگر لوگوں سے پہلے ایئر پورٹ کیوں پہنچ گئے تھے۔ خاتون کی مشکل میں مدد ہمارے حصے میں آنی تھی اور حج کے مبارک سفر کا آغاز ان کی دُعاؤں سے ہونا تھا۔

ہماری بورڈنگ ابھی شروع نہیں ہوئی تھی مگر تھوڑی سی تشویش ضرور تھی کہ منتظمین چار گھنٹے قبل کا کہہ کر خود ابھی تک ایئر پورٹ نہیں پہنچے۔ خیر فون کرنے پر پتہ چلا کہ وہ راستے میں ہیں اور کرونا ٹیسٹ کی رپورٹ لے کر آ رہے ہیں جس کے بعد ہم بورڈنگ کروا سکیں گے۔ آدھے گھنٹے بعد لعل جان کا فون آیا کہ آپ کہاں ہیں؟ میں نے بتایا: ''ہم تو بورڈنگ لاؤنج میں ہیں''۔ لعل جان نے کہا: ''ہم باہر لفٹ کے پاس ہیں اور یہاں پر ہی دیگر حجاج کو لیب ریزلٹ دے رہے ہیں۔ آپ بھی ادھر آ کر لے لیں''۔ خیر میں نے وہاں سیکیورٹی حکام سے بات کی اور باہر آ کر لیب رپورٹ وصول کی اور دوبارہ سکیننگ سے ہوتے ہوئے اندر پہنچ گئے۔

✦✦✦

لاہور ایئر پورٹ پر کچھ بھی ہو سکتا ہے

بورڈنگ کاؤنٹر اوپن ہونے کے بعد مسافروں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ اس سے قبل جب ہم سیکیورٹی سے ہو کر بورڈنگ لاؤنج میں آئے تھے تو ایک باوردی اہلکار ہمیں سامان کو پلاسٹک ریپنگ کروانے کا کہہ رہا تھا۔ میں نے اس کی بات کو اس لئے نظر انداز کر دیا کہ میں اس کا عادی نہیں تھا۔ کینیڈا کے لئے سفر کے دوران میں نے سامان کو کبھی تالا نہیں لگایا اور نہ ہی پلاسٹک ریپ کی زحمت کی۔

ایک مرتبہ ہم دیرینہ دوست رانا عباس علی جو امریکہ میں ہوتے ہیں کے پاس بیٹھے تھے، قیصر غوری بھی ساتھ تھے۔ رانا صاحب کے انکل، اختر حسین رانا جو صاحب علم اور جہاندیدہ بزرگ ہیں، اسلام آباد سے آئے ہوئے تھے۔ ان سے گپ شپ چل رہی تھی تو انکل کو میں نے بتایا: ’’میں ہر سال ٹریول کرتا ہوں اور مجھے اپنے سامان کی کبھی فکر نہیں ہوئی۔ کبھی تالا لگایا اور نہ ہی پلاسٹک کروایا یا رسی وغیرہ باندھی جیسا کہ اکثر مسافر کرتے ہیں۔ الحمدللہ! کبھی میری کوئی چیز گم ہوئی ہے اور نہ ہی سامان لیٹ ہوا ہے‘‘۔ انکل نے یہ بات سنی تو غور کرتے ہوئے کہنے لگے: ’’مجھے لگتا ہے کہ آپ زکوٰۃ پوری دیتے ہوں گے‘‘؟ میں نے اس بات پر جواباً کہا: ’’آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ اللہ کی توفیق سے ہم نیت سے صدقہ اور آمدن پر زکوٰۃ نکالتے ہیں‘‘۔

اب جب ہم کاؤنٹر پر پہنچے تو وہاں ہیلپر نے وہی بات دہرائی کہ وہاں سے پلاسٹک کروالیں تو مجھے احساس ہوا کہ سعودی ایئر لائن پر یہ خاص مسئلہ ہوتا ہے کہ پاکستان سے جانے اور ادھر سے آنے پر پلاسٹک چڑھانے کی کارروائی ضروری ہے۔

ہمارے دو بیگ تھے جو چیک ان ہونے تھے۔ میں نے مشین پر لڑکے سے کہا: ''پلاسٹک کردیں''۔ جب ہوگئی تو میں نے پوچھا: ''کتنے چارجز ہیں''؟ ایک نوجوان لڑکا وہاں فون پر بات کرتے ہوئے کہنے لگا: ''دوسو روپے دے دیں اور انگلیوں سے دو کا اشارہ بھی کیا''۔ میں نے اسے دوسو روپے پکڑائے اور ٹرالی پر بیگ رکھ کر اس باوردی شخص کے پاس آ کر رکا اور پوچھا: ''آپ کو علم ہے کہ پلاسٹک ریپ کے ڈبل پیسے وصول کئے جا رہے ہیں؟ کہنے لگا کیا مطلب؟ میں نے کہا: ''وہاں ۵۰ روپے فی بیگ لکھا ہوا ہے اور مجھ سے دو بیگ کے دوسو روپے وصول کئے ہیں''۔ وہ میرے ساتھ چل پڑا اور وہاں لڑکوں سے پوچھا: ''ان سے زائد رقم کیوں لی ہے''؟ ایک بولا کہ ہم نے ان سے پوچھا تھا ڈبل پلاسٹک کرنی ہے اس لئے ڈبل کے چارجز لئے ہیں۔ میں نے جواب دیا: ''میں نے تو کہا ہی نہیں کہ ڈبل کردو''۔ اور یہ بھی سنگل ہے۔ آپ یہ ڈبل چارج والا ڈرامہ کیوں کر رہے ہیں؟ وہی لڑکا جو مسلسل فون پر ہونے کا تاثر دے رہا تھا مجھے ایک سو روپے واپس کرتے ہوئے کہنے لگا: ''حاجی صاحب آپ ابھی سے غصہ کر گئے ہیں سو روپے کی کیا بات ہے''۔ میں نے کہا: ''یہ سو روپے اب تم رکھو میں صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ تم لوگوں کو شرم آنی چاہیئے جھوٹ بول کر زیادہ رقم چارج کر رہے ہو اور اگر یہی ہیرا پھیری کرنی ہے تو یہ کام کرنے کی بجائے سیدھا بھیک مانگنا شروع کردو''۔ اس نے کوشش کی سو روپے میری ٹرالی پر رکھے مگر میں تیزی سے آگے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

✧✧✧

حج بورڈنگ اور ٹوپی والوں کا پروٹوکول

بورڈنگ کاؤنٹر پر اب شناسا چہرے نظر آرہے تھے جو گذشتہ ہفتے ٹریول ایجنٹ کے تربیتی پروگرام میں موجود تھے اور آج ہمارے ساتھ روانگی میں نظر آئے۔ معلوم ہوا کہ کافی مسافر پہنچ چکے ہیں اور کچھ پیچھے ہیں۔ سامان کے وزن کے لئے کاؤنٹر پر ہیلپر موجود تھے جو ٹیگ بھی لگا رہے تھے۔ جیسے ہی میں نے اپنے پاسپورٹ دیئے تو کاؤنٹر پر موجود گول شکل پر عینک والے نوجوان کے پاس ایئر پورٹ کا ایک اہلکار آیا اور چار پاسپورٹ دوسری طرف سے تھما دیئے۔ اس کے پیچھے کشیدہ کاری والی ٹوپیاں رکھے حضرات تھے جو غالباً پروٹوکول کے مہمان تھے آگے آ چکے تھے۔ میرے پاسپورٹ اس نے سائیڈ پر رکھے اور ان حضرات کی بورڈنگ کا پراسس شروع کر دیا۔ ان کے بیگ اور اٹیچی بھی وزن سے زیادہ تھے کیونکہ میں پاس کھڑا تھا اور کاؤنٹر پر وزن نظر آرہا تھا مگر کسی نے چوں نہیں کی اور تیزی سے پراسس مکمل کر کے ان کو روانہ کر دیا گیا۔

میں ذاتی طور پر سال ہا سال سے ایسے مناظر پاکستان کے ایئر پورٹس بالخصوص لاہور پر دیکھتا آیا ہوں۔ پروٹوکول اس ملک کی جڑوں میں بیٹھ گیا ہے۔ رشوت کی طرح اسے بھی حقیقت قرار دے کر قانونی شکل دینے میں اب کوئی قباحت نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن ہر کام کو کرنے کا کوئی طریقہ ہوتا ہے۔ مڈل ایسٹ اور گلف کے ایئر پورٹ پر انہوں نے اپنے شہریوں کے لئے الگ لائن بنا رکھی ہے۔ اسی طرح امریکہ کینیڈا میں ایئر پورٹ پر الگ لائن ہے جہاں وہ لوگ انٹر ہوتے ہیں جنہوں نے ممبر شپ لے رکھی ہوتی ہے۔ یہاں بھی پروٹوکول کے لئے الگ کاؤنٹر بنانے میں کیا رکاوٹ ہے؟ جس کے پاس بڑا

عہدہ، وردی، اختیار، طاقت اور تعلقات کے علاوہ فالتو دولت ہے۔ پروٹوکول اس کا استحقاق ہے۔مگر کیا کیا جائے لائن توڑنے اور دوسرے کو دھکے دے کر آگے نکلنے کا اپنا ہی مزا ہے۔آپ لاکھ دعوے کرلیں کہ ایئرپورٹ پر فلاں سہولت دے دی گئی ہے۔ گرین چینل بنا دیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ سب بیکار ہیں۔اگر آپ بدنیت ہیں۔پیسے کے بل بوتے پر رکاوٹ توڑنے لگ جاتے ہیں۔ اخلاقیات اور قوانین کا احترام آپ کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔جس ملک کے ایئرپورٹس پر ہر ایک محکمہ دیہاڑی لگانے کے چکر میں ''ڈیوٹی'' کررہا ہوتا ہے وہاں قومی وقار بلند نہیں ہوسکتا۔

✧✧✧

مساکین سے سعودی ایئر لائن کا خاص سلوک

سعودی ایئر لائن کے کاؤنٹر پر یہ چالاکی کی جارہی تھی کہ ہر ایک کو واپسی کے بورڈنگ کارڈ بھی جاری کر رہے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ اگر کوئی حج کرنے کے بعد مقررہ تاریخ سے پہلے واپسی کی کوشش کرے تو یہ بکنگ ضائع ہوجائے کیونکہ بورڈنگ کارڈ جاری ہونے کے بعد اس میں ردوبدل نہیں ہوسکتا۔ پہلے تو اس کارروائی کی سمجھ نہیں آئی لیکن جب حجاج نے قبل از وقت واپسی کی کوششیں کیں تو انہیں نئے سرے سے ٹکٹ خریدنا پڑی۔ مجھے یقین ہے کہ سعودی ایئر لائن یہ خاص کارروائی پاکستانی حجاج کے ساتھ کرتی ہوگی کیونکہ ان کے لئے یہاں ''مساکین'' بستے ہیں۔ جن سے اس طرح کا سلوک روا رکھنا ثواب کا کام ہے۔

چیک ان بورڈنگ لاؤنج میں اب رش بڑھتا جارہا تھا کیونکہ حجاج کے علاوہ دیگر فلائٹس جن میں پی آئی اے، ایمریٹس، ترکش اور اتحاد وغیرہ شامل ہیں کی ڈی پارچر ٹائمنگ عموماً الصبح ہی ہوتی ہیں۔ ہماری فلائٹ کی روانگی ۳ بجے صبح تھی لیکن ہم بورڈنگ کے بعد ایف آئی اے اور پھر امیگریشن سے ہوتے ہوئے ۱ بجے تک پسینجر لاؤنج میں جا بیٹھے۔ بتایا یہی گیا تھا کہ فلائٹ پر سوار ہونے سے ایک گھنٹہ پہلے لاہور ہی میں نیت کر کے احرام باندھ کر دو نفل بھی ادا کر لیں۔ لاؤنج میں کچھ دیر بیٹھے تو گھر میں اور دیگر اعزا و اقارب کو بتا دیا کہ ہم تمام مراحل کے بعد جہاز میں سوار ہونے کے لئے لاؤنج تک پہنچ گئے ہیں۔

لاؤنج میں ہماری سیٹ کے دائیں بائیں مختلف چہرے جو اپنے بیگز وغیرہ سے

پہچانے جاتے تھے کہ حاجی ہیں جہاں جگہ مل رہی تھی بیٹھتے جا رہے تھے۔ مختلف پرائیویٹ ٹریول ایجنسیز نے حجاج کو اپنے نیم پرنٹڈ بیگ دیئے تھے جس سے یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہ حجاج کس گروپ سے ہیں۔ لاؤنج میں اعلان کا انتظار تھا جس کے بعد حجاج عمرہ کی نیت کر کے احرام باندھ لیں گے۔ اگر آپ کی فلائیٹ لاہور سے مدینۃ النبی کے لئے ہے تو یہاں احرام باندھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مدینہ میں قیام کے بعد جب مکہ کے لئے روانہ ہوں گے تو راستے میں میقات کی جگہ بیر علی ہے جہاں بس روکی جاتی ہے اور وہاں احرام باندھنے کی غرض سے وسیع انتظامات موجود ہیں۔

ہماری فلائٹ لاہور سے جدہ کے لئے تھی تو فلائٹ کی روانگی سے گھنٹہ بھر پہلے لاؤنج میں اعلان کیا گیا کہ حجاج عمرہ کی نیت کر کے احرام بندھ لیں اور نوافل بھی ادا کرلیں کیونکہ گھر سے غسل اور وضو کے بعد تمام لوگ شلوار قمیض پہن کر آئے تھے۔ پاکستان سے جانے والے حجاج حج تمتع کے لئے جاتے ہیں۔ حج کی تین ترکیب ہیں جو حج تمتع، قران اور حج افراد ہے۔ اعلان کے بعد مردانہ وزنانہ باتھ رومز میں رش لگ گیا۔

لاؤنج میں واقع نماز کے لئے مخصوص کمرہ میں باری باری خواتین وحضرات نے الگ الگ احرم پہن کر نوافل ادا کرنے شروع کر دیئے۔ قبل ازیں گاہے بگاہے خواتین و حضرت کو لاہور ایئر پورٹ پر میں ہر سال احرام میں دیکھتا آیا تھا۔ ہر ایک پر احرام اپنے انداز سے جچتا ہے۔ لیکن سفید رنگ میں ایک دلکشی، سکون اور امن کا گمان ہوتا ہے۔ آج خود احرام پہننے کے بعد پاکیزگی اور اطمینان کا خوب احساس ہو رہا تھا۔ یہ اللہ کا خاص فضل اور حضورؐ کی نظر کرم کہ حج وعمرہ کے لئے منتخب فرمایا اور پہلی مرتبہ حاضری کے لئے تیار بیٹھے تھے۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے - یہ بڑے نصیب کی بات ہے

✧✧✧

احرام میں پہلا سفر

آخر کار وہ مرحلہ بھی آ گیا جب حجاج کو جہاز پر ’’تشریف‘‘ لے جانے کے لئے قطار بنانے کا اعلان کیا گیا۔ ۳۰۰ سو سے زائد مسافروں کے اس جہاز میں زیادہ تعداد سفید احرام اوڑھے حجاج کی تھی۔ جہاز کے داخلہ گیٹ پر وہی سعودیہ ایئر لائن کا عملہ دوبارہ سے ہر ایک کے ہینڈ کیری اور بیگ میں سامان اپنے مخصوص انداز میں الٹ پلٹ کر چیک کر رہا تھا تو پیچھے ایک لمبی لائن لگ چکی تھی۔ میرے بیگ میں کیمرے اور سیلفی سٹک کو بھی نوجوان عربی نے ٹٹول کر دیکھا اور تب جانے دیا جب اس کی تسلی ہوگئی۔ اس ساری کارروائی کے نتیجہ میں تمام مسافروں اور حجاج کے بیٹھنے اور گنتی ہونے سے جہاز مقررہ وقت سے آدھ گھنٹہ لیٹ روانہ ہوا۔ مگر کون پوچھتا ہے۔ میں عینی شاہد ہوں ایک مرتبہ الصبح لاہور ایئر پورٹ سے جب میں پی آئی اے سے ٹورنٹو جا رہا تھا تو حج وعمرہ کے سیزن میں چار فلائٹ ایک ساتھ بورڈنگ پر تھیں تو سب فلائٹس مقررہ وقت سے ایک گھنٹہ لیٹ روانہ ہوئیں۔ دراصل لاہور ایئر پورٹ پر ڈسپلن کا ہمیشہ سے فقدان دیکھا گیا ہے۔ سفارشی اور اوپر سے حصہ پتی کے لئے مال خور اہلکار فرض شناسی کی بجائے کسی اور شناسی میں خواہ مخواہ فلائٹس کو لیٹ کر کے خوش ہوتے ہیں۔

فلائٹ کے ٹیک آف سے پہلے والدہ محترمہ کو خدا حافظ کہا اور دُعاؤں کی درخواست کی۔ بیٹے کو بتایا: ’’فلائی کرنے والے ہیں، ۴۰ دن کی تو بات ہے حوصلے سے رہنا۔ انشاء اللہ جلد واپس آ جائیں گے‘‘۔

جہاز کے عملہ نے حجاج کو خوش آمدید کہا۔ عربی اور اُردو زبان میں اناؤنسمنٹ ہوئی

تاکہ سب کو سمجھ آ جائے۔ حج کی فلائٹس میں اکثر ایسے بھی خوش نصیب مسافر ہوتے ہیں جو پہلی مرتبہ جہاز کا سفر کررہے ہوتے ہیں۔ بعض کو خوف اور گھٹن بھی محسوس ہوتی ہے اور جہاز میں بیٹھنے کے بعد وہ دائیں بائیں بیٹھے مسافروں سے عجیب وغریب سوالات بھی پوچھتے ہیں تاکہ انہیں اطمینان ہوسکے کہ جہاز کے سفر میں کچھ غیر معمولی یا پریشان کن معاملہ نہیں ہوگا۔

لاہور سے جدہ کی فلائٹ ساڑھے پانچ گھنٹے کی ہوتی ہے۔ میرا تو یہ دوسرا موقعہ تھا لیکن میری اہلیہ پہلی مرتبہ اس روٹ پر فضائی سفر کررہی تھیں۔ ہم دونوں اور زیادہ تر کپلز کو ساتھ ساتھ سیٹ ملی تھی لیکن چند ایسے بھی تھے جن کو ایک ساتھ سیٹ نہ ملنے کی وجہ سے پریشانی تھی ایسے میں عملہ کی مداخلت کے بغیر ہی خواتین وحضرات نے حسب ضرورت سیٹ کا ادل بدل کرلیا تھا۔ اس فلائٹ کا ماحول ہی الگ ہی تھا۔ مخصوص سفید اجلا لباس (احرام) اور ایک ہی منزل کے راہی کہ زندگی کے متبرک اور روح پرور سفر کا آغاز۔ فلائٹ جونہی فضا میں بلند ہوئی تو لبیک اللّٰھم لبیک کی صدائیں بھی بلند ہوئیں۔ تھوڑا ہی وقت گذرا تھا کہ کھانا پیش کرنے کا اعلان ہوا اور فضائی عملہ نے تیزی سے کھانے کی ٹرالیز نکالیں اور اپنے اپنے حصے میں کھانا دینا شروع کردیا۔ ساڑھے پانچ گھنٹے کی فلائٹ میں عملہ کو یہ کام تیزی سے کرنا ہوتا ہے کہ کھانا پیش کرنے کے بعد ’’ویسٹ‘‘ کو سمیٹنا بھی وقت لیتا ہے۔ حجاج کے لئے یہ کھانا ایک طرح کا صبح کا ناشتہ ہی تھا کیونکہ ۴ اور ۵ بجے کے درمیان یہ کھانا دوپہر تک کے لئے تھا۔ جہاز کا یہ کھانا کھاتے ہوئے احتیاط کی ضرورت اس لئے تھی کہ کھانے کا کوئی حصہ آپ کے احرام پر نہ گرے۔ کسی نشان لگنے کی صورت میں آپ کو احرام بدلنا بھی پڑ سکتا ہے۔ اسی طرح واش روم استعمال کرتے ہوئے بھی خاصی احتیاط برتنا ہوتی ہے کہ کوئی ایسا مواد احرام پر نہ لگ جائے کہ آپ کو غسل کے بعد نیا احرام پہننا پڑے۔ گاؤں دیہاتوں میں تو کموڈ کا استعمال کچھ کم ہی ہوتا ہے۔ ایسے حجاج خواتین وحضرات کو بتادیا جاتا ہے کہ وہ احتیاط

سے کام لیں۔ باقی دلوں کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے۔ جہاز کے واش روم کی جگہ خاصی محدود ہوتی ہے اور اس کے کموڈ بھی بچوں کے سائز کے ہوتے ہیں مگر سعودیہ میں حجاج کی رہائشی بلڈنگز اور ہوٹلز میں کموڈ کا استعمال ہوتا ہے۔ جس کے استعمال کرنے کا طریقہ کسی پرائیویٹ حج ٹورز کی ٹریننگ میں نہیں بتایا جاتا۔ سرکاری طور پر حج ٹریننگ کے مینول کا مجھے چونکہ علم نہیں اس لئے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

✧✧✧

پہلی مرتبہ حج کے سفر کی کشش

جب تک آپ حج کا سفر نہیں کرتے آپ کو اس کے احساس اور مسرت کا اندازہ نہیں ہوتا لیکن ایک نقطہ اور بھی ہے کہ یہاں پہلے سفر حج کا ذکر ہے' جو خواتین و حضرات متعدد حج کر چکے ہیں ان کے احساس اور جذبات کو کسی اور زاویے سے پرکھا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں دو طرح کے خواتین و حضرات حجاج ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو اپنی تمنا و تڑپ کے ساتھ جانے پر شاداں ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جو کاروبار کے سلسلہ میں عازم سفر ہوتے ہیں۔ بعض ٹریولز ایجنٹس اور ان کے اہل خانہ بتیس بتیس اور اس سے زائد حج کر چکے ہوتے ہیں۔ انسانی فطرت بھی ہے کہ جو کام اور سفر پہلی مرتبہ کرنے جا رہے ہیں اس کا شوق اور تجسس کچھ اور ہوتا ہے۔ ابتدائی معلومات کے باوجود آپ عملی طور پر جا کر سیکھتے ہیں اور خود پر طاری کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حج کے سفر کی کشش نئے حاجی کو بار ہا سفر حج کرنے والے حاجی سے کہیں زیادہ محسوس ہوتی ہے۔

صبح ۶ بجے جدہ ایئرپورٹ پر جہاز کے بخیریت اترنے کے ساتھ ہی مسافروں میں ہلچل شروع ہوگئی۔ اپنے احرام ٹھیک کرنے کے بعد دستی سامان کے ساتھ ایئرپورٹ کی عمارت میں گھومتے ہوئے امیگریشن کاؤنٹرز پر آ گئے۔ جہاں پر صرف حجاج کی امیگریشن ہو رہی تھی اور خواتین بھی کاؤنٹرز پر کام کر رہی تھیں۔ کچھ خواتین و حضرات کو فنگر پرنٹس میں دشواری کی وجہ سے زیادہ وقت لگا ورنہ یہ مراحل آسان ہی تھے۔ شاید اس وقت مسافروں کی تعداد کم تھی اگر ایک دو فلائٹ اکٹھی ہو جائیں تو یہ مرحلہ بھی تھکے ہوئے مسافروں کے اور بھی کس بل نکال دیتا ہے۔ حج ٹرمینل کی عمارت سے نکلنے سے پہلے ورکرز

نے تمام حاجیوں کے چیک ان بیگز کو ٹرالیز میں ڈال لیا تھا۔ وہ بتا رہے تھے ’’فکر نہ کریں یہ سامان آپ کو ہوٹل پہنچنے پر ملے گا‘‘۔ ان میں زیادہ تر اُردو بولنے والے ورکز تھے جنہوں نے انتظار گاہ کے ساتھ کھڑی بسوں میں سامان لوڈ کرنا شروع کر دیا تھا۔ جہاز اور پھر ایئر پورٹ کی عمارت میں ایئر کنڈیشنگ کے بعد عارضی چھت والی کھلی انتظار گاہ میں آتے ہیں جدہ میں جون کی گرمی نے احساس دلایا کہ ہم صحرائے عرب میں آ چکے ہیں۔ جسے جہاں جگہ ملی بیٹھ رہا تھا۔ پنکھے سیٹوں کے ساتھ چل رہے تھے جن سے کم از کم پسینہ سے بچت تھی۔ کچھ ہی دیر میں ہمارے پاسپورٹ مقامی مکتب کے حکام نے لے لئے۔ قانون کے مطابق اب یہ پاسپورٹ واپسی کی فلائٹ پر ہی دیئے جائیں گے۔ ہم سیٹوں پر بیٹھے ماحول کا جائزہ لے رہے تھے کہ کچھ بچے عربی لباس میں آئے اور ہر ایک کو سیٹ پر جوس کی ایک چھوٹی بوتل اور ساتھ میں بسکٹ کا چھوٹا پیکٹ پیش کرنے لگے۔ یہ غالباً ’’ویلکم سینکس‘‘ تھے۔ کچھ اور فلائٹس کے مسافر بھی انتظار گاہ میں آ چکے تھے۔ ہر مکتب کے حجاج کے لئے گاڑیوں کی لمبی قطار لگی ہوئی تھی۔ جو سہولیات مکتب کی طرف سے فراہم کی جاتی ہیں ان کے بارے سن رکھا تھا کہ اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہوتی کہ کتنا لیٹ ہو جائے؟ ایسے میں کوئی متبادل انتظام بھی نہیں ہوتا۔ بس سروس کا بھی یہی حال تھا۔ حجاج کو لائن بنا کر کھڑا کر دیا جاتا کہ فلاں بس میں بیٹھنا ہے۔ پھر کہا جاتا کہ ابھی انتظار کریں۔ تین سے چار گھنٹے اُٹھ جائیں، بیٹھ جائیں اور انتظار کریں میں لگ گئے۔ بالآخر یہ مرحلہ بھی طے ہوا اور بس میں جس کو جہاں جگہ ملی براجمان ہو گئے۔ یہ فلیٹ آرام دہ ایئر کنڈیشنڈ بسوں پر مشتمل تھا۔ جن کے ڈرائیورز کو حج سیزن کے لئے ’’ہائیر‘‘ کیا گیا تھا۔ ان ڈرائیور کا تعلق ایشیائی اور افریقی ممالک سے تھا اور کچھ مقامی عربی بھی ہوتے ہیں۔ بس کے اندر پاسپورٹس کی مدد سے گنتی کا مرحلہ شروع ہو گیا۔ گھنٹہ بھر تسلی کی جاتی رہی۔ خدا خدا کر کے روانگی ہوئی تو سب نے سکھ کا سانس لیا۔ جدہ ایئر پورٹ سے حرم کعبہ کا فاصلہ گوگل کی پیمائش کے حساب سے ۹۳ کلومیٹر ہے جو جدہ سے مکہ ہائی وے پر

تقریباً سوا گھنٹے میں طے ہونا چاہئے مگر اس کا انحصار ہائی وے پر ٹریفک کے دباؤ پر ہوتا ہے۔لق ودق صحرائے عرب میں ہائی وے پر ہیوی ٹریفک اکثر موجود رہتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ پورے سعودی عرب میں عمارات اور شاہرات بنانے، گرانے اور پھر بنانے کا کام جاری رہتا ہے۔تعمیراتی کاموں کا نہ رکنے والا سلسلہ اس ملک میں بیرونی ممالک سے بڑی افرادی قوت کے لئے ذریعہ روزگار ہے۔

✧✧✧

جدہ سے مکہ مکرمہ ٹرین اور بس کا سفر

سعودی حکومت نے بالخصوص عمرہ زائرین کے لئے جدہ ایئرپورٹ سے مکہ تک حرمین ہائی سپیڈ ٹرین کی سروس بھی مہیا کر رکھی ہے۔ جو ۳۰۰ کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے ۴۵ منٹ میں مکہ المکرمہ پہنچا دیتی ہے۔ اس کا کرایہ کم و بیش ۷۰ ریال ہوتا ہے۔ اسی ٹرین کے ذریعے حجاج اپنے خرچہ پر بکنگ سے مکہ سے مدینہ منورہ تک سفر کر سکتے ہیں۔ ٹرین کے ۵ سٹیشن ہیں جن میں دو جدہ میں ایک کیف میں ہے اس کے بعد مکہ اور پھر مدینہ منورہ میں ہے۔ ان ٹرین سٹیشنز کی بہت شاندار اور جدید عمارات بنائی گئی ہیں۔ اس ہائی سپیڈ ٹرین سے آپ جدہ سے ایک گھنٹہ اور پچپن منٹ میں مدینہ منورہ پہنچ جاتے ہیں۔ یہ ٹرین اسٹیشنز چونکہ شہر سے دور واقع ہیں اس لئے کم و بیش ۱۰۰ ریال تک ٹیکسی کا کرایہ بھی اس سفر کے اخراجات میں شامل ہو جاتا ہے۔ ٹرین کا ذکر تو ضمناً آ گیا کہ عمرہ و حج کے سفر کو آسان کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے سہولیات پر کام ہوتا رہتا ہے اور ٹرین اس سلسلے کا قابل ذکر اور بڑا پراجیکٹ قرار دیا جا سکتا ہے۔

ایئر کنڈیشنڈ بس میں باہر کی گرمی کا احساس تو نہیں ہوتا مگر رفتار کا اندازہ ضرور ہوتا تھا کہ سو کلومیٹر کی رفتار سے سفر جاری تھا۔ آگے پیچھے دوڑ رہیں بسیں ایک چیک پوسٹ پر دائیں جانب کی لین میں ایک مخصوص ایریا میں جا کر رک گئیں۔ یہ مکہ شہر کی حدود کا آغاز تھا۔ یہاں پر سیکیورٹی حکام نے مسافروں سے متعلق اپنی تسلی کی اور اس دوران مقامی نوجوان رضا کاروں نے سنیکس، جوس اور آب زم زم کی چھوٹی بوتلوں کے پیکس بس کے اندر رکھ دیئے اور ہدایت کی کہ اپنی مدد آپ کے تحت اسے خود میں تقسیم کر لیں۔

دوپہر کے وقت یہ سنیکس جوس اور پانی نعمت سے کم نہیں تھا۔ جلد ہی اس چیک پوسٹ سے روانہ ہو گئے اور دوبارہ ہائی وے پر مکہ مکرمہ کی طرف سفر جاری ہو گیا۔ اطراف میں لق و دق صحرا اور دور سنگلاخ پہاڑ مناظر کا حصہ بنے رہے۔ بالآخر شہر مکہ کے مختلف حصوں میں گھومتی بسوں کے قافلے اجیاد روڈ پر واقع الرایہ گرینڈ ہوٹل کے سامنے جا رکے۔ تمام حجاج نے دروازہ کھلتے ہی بسوں سے اترنے کے لئے حرکت شروع کر دی۔ اس دوران مکتب کے ملازمین نے حجاج کے سامان کو تیزی سے اتار کر ہوٹل کی لابی میں منتقل کرنے کا عمل شروع کر دیا تھا۔

✧✧✧

ہوٹل منتقلی اور عمرہ کے لئے روانگی

جیسے جیسے حجاج خواتین وحضرات ہوٹل کے گیٹ سے داخل ہو رہے تھے۔ خادمین مکتب D کے پیلے کارڈ ٹیگ ہر ایک کو تھما رہے تھے کہ یہ آپ کا شناختی کارڈ ہے اور اسے باہر نکلتے وقت اپنے گلے میں ڈ سپلے کریں۔ ہوٹل کی لابی کا فرنٹ کوئی زیادہ بڑا نہیں تھا مگر لمبائی میں کافی جگہ تھی۔ آخر میں نماز کے لئے مسجد کی جگہ تھی۔ لہٰذا وہاں تک جس کو جہاں جگہ ملی بیٹھ گئے۔ دوپہر دو بجے کا وقت تھا اور ظہر کی نماز ہو چکی تھی۔ ہوٹل کی لابی میں افراتفری کا عالم تھا۔ ہر کوئی اپنے بیگ کو بھی شناخت کرنے میں مصروف تھا کہ ڈبوں میں پیک کھانا بھی تقسیم ہونے لگا۔ یوں پہلے سے جاری افراتفری میں مزید اضافہ ہو گیا۔ حجاج خواتین وحضرات کو بھوک ستا رہی تھی اس لئے کھانے پر ٹوٹ پڑے یہ خیال کئے بغیر کہ وہ احرام میں ہیں اور کھانے کے دوران احرام خراب بھی ہو سکتا ہے۔ لابی میں بیٹھنا اور کھانا کھانا مشکل مرحلہ تھا۔ جو اس وقت اختتام پذیر ہوا جب منتظمین نے اپنے اپنے گروپس کو کمروں کے نمبرز اور دیگر مکینوں کی لسٹ دی۔ اپنے سامان کو لفٹ سے کمروں میں لے جانے کے مرحلہ سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ کرونا کی وجہ سے مکہ اور مدینہ میں زیادہ تر ہوٹل ۲ سال تک بند کر دیئے گئے تھے اور ملازمین بھی بے روزگار ہو گئے تھے۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ حج کی وجہ سے رونق بحال ہوئی تھی اور سینکڑوں ہوٹلز کو حکومت کی اجازت سے دوبارہ آباد کیا گیا تھا۔ ملازمین میں تمام بنگالی تھے جو اُردو بھی سمجھتے تھے۔ انہوں نے تیزی سے بارہ منزلہ اس ۳ سٹار ہوٹل کے کمروں کے دروازے کھولے تا کہ حجاج اپنے اپنے کمروں میں جا سکیں۔ احرام پہن کر لفٹ سے اپنے سوٹ کیس اور ہینڈی کیری

کمروں میں لے جانے کے عمل کو حج کی ابتدائی مشقت سمجھ لیں۔ ساتویں منزل پر ہمارے کمرے میں ۴ حضرات کا قیام تھا اور ساتھ والے کمرہ میں ۴ خواتین کو ٹھہرایا گیا۔ کمرہ میں میرے علاوہ رانا اشرف اپنی اہلیہ جبکہ دونو جوان عبداللہ اور عبدالرحمٰن اپنی والدہ کے ساتھ حج پر آئے تھے۔ تمام خواتین ساتھ والے کارنر روم میں ٹھہر گئیں تا کہ رابطہ میں آسانی رہے۔ عبداللہ اور اس کی والدہ اس سے پہلے حج کر چکے تھے بلکہ کرونا کی وجہ سے پابندی عائد ہونے سے پہلے ۲۰۱۹ء کا حج بھی انہوں نے کیا تھا۔ وہ ہمارے گروپ میں باخبر اور تجربہ کار تھے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ ہم کھانا کھا چکے ہیں اور اس وقت حرم میں زیادہ رش نہیں ہوگا لہٰذا بہتر یہی ہے کہ سب عمرہ کی ادائیگی کے لئے نکل جائیں ورنہ لیٹ ہونے کی صورت میں شام کو رش بڑھ جائے گا۔ ان کے مشورہ سے اتفاق کرتے ہوئے ہم نے حرم جانے اور عمرہ کی ادائیگی کا ارادہ کیا اور لفٹ سے نیچے آ گئے۔ عبداللہ اپنی والدہ کے لئے پاکستان سے وہیل چیئر لے کر آیا تھا جبکہ عبدالرحمٰن بھی ہوٹل سے وہیل چیئر لے کر نیچے لابی میں آ گیا۔ پانی کی بوتل، سمر کیپ اور عینک ساتھ رکھی اور ہم بھی پیدل بیت اللہ روانہ ہو گئے۔ گرمی قابل برداشت تھی اور حرم سے ہمارے ہوٹل کا فاصلہ ۵۰۰ میٹر تک بالکل ہموار تھا اور باب عبدالعزیز کے بالکل سامنے یہ شاہراہ واقع تھی۔

✧✧✧

بیت اللہ پر پہلی نظر

چار مرد اور چار خواتین کا گروپ بیت اللہ کی طرف روانہ ہوا تو دیگر کے جذبات و احساسات کا تو ہم اندازہ نہیں لگا سکتے۔ ہماری تڑپ' جوش اور عاجزی بیان سے باہر تھی۔ اس سرزمین اور ان راہوں پر سوئے حرم چل رہے تھے جن پر نبی آخرالزمانؐ اور ابتدائی دور نبوت و اسلام کے ساتھی کعبۃ اللہ کی زیارت اور طواف کا شرف حاصل کرتے رہے۔ کیا خوش قسمتی اور خوش نصیبی اور کرم و فضل ہے کہ ہم جیسے عاجز اور خاکسار اللہ بزرگ و برتر کے گھر کے مہمان بنے ہیں۔

وہیل چیئر والے نوجوان اپنی ماؤں کے ساتھ تیزی سے بڑھتے ہوئے ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے کیونکہ ہمارے ساتھ خواتین پیدل چلنے کی اس قدر عادی نہیں تھیں اور موسم کی شدت میں کوشش کے باوجود اس رفتار سے چل نہیں پا رہی تھیں جس طرح دیگر زائرین چلے جا رہے تھے۔ ایسے میں چند ایک ہم سے بھی سست رفتار تھے۔ حرم کعبہ کے فلک بوس میناروں پر نظر تھی اور قدم اُٹھتے چلے جا رہے تھے۔ راستے میں کوئی خاص رکاوٹ بھی نہیں تھی۔

ہر پرائیویٹ حج ٹور آپریٹر کا اپنا شیڈول ہوتا ہے۔ کچھ گروپس حج سے ہفتہ بھر پہلے سعودی عرب پہنچ جاتے ہیں اور حج کی ادائیگی کے ایک ماہ بعد پاکستان واپس آتے ہیں۔ اس کا انحصار بھی آپ کے حج پیکیج پر ہوتا ہے کہ وہ کتنے دن کا ہے؟ ہمارا پیکیج ۴۱ دن کا تھا جو ایک ''فل لینتھ'' پیکیج ہوتا ہے بالکل سرکاری حج پیکیج کی طرز پر۔ اس کے علاوہ ۷، ۱۴ اور ۲۱، ۳۰ دن کے پیکیج بھی ہوتے ہیں اور جتنا کم دن کا پیکیج ہو گا اس کی

قیمت والاگت زیادہ ہوگی۔لاگت کا انحصار بھی مکتب نمبر، ہوٹل کے معیار اور ٹرانسپورٹ کی فراہمی پر ہوتا ہے جسے ''وی آئی پی'' حج کا نام دیا جاتا ہے۔اب یہ اللہ کریم ہی بہتر جانتے ہیں کہ اس کے ہاں عام مشقت والا حج یا وی آئی پی حج مقبول ہوتا ہے؟

وہ لمحہ بھی آ گیا جب ہم باب عبدالعزیز سے حرم کے بیرونی صحن سے اندر داخل ہو گئے۔سیکیورٹی کے باوردی افراد جن کی اس وقت تعداد کچھ زیادہ نہیں تھی وہیل چیئر والے زائرین کو پہلی منزل کی طرف بھیج رہے تھے اور دیگر تمام خواتین وحضرات ایلیویٹر سے نیچے مطاف جو خانہ کعبہ کے گردونواح کا سفید اور اجلا صحن ہے میں جا رہے تھے۔ اہلیہ نے میرا ہاتھ تھام رکھا تھا اور حمد وثناء کا ورد کرتے ہوئے جیسے ہی ایلیویٹر سے اتر کر حرم پاک کعبۃ اللہ کے فرش پر قدم پڑے تو یہ لمحہ عظیم تھا۔خدائے بزرگ و برتر' کائنات کے خالق و مالک کے اس گھر جو دنیا بھر کے نور وتجلیات کا محور ومرکز ہے پر جب پہلی نظر پڑی' کیا کیفیت ہوئی وہ بیان سے بالاتر ہے۔اس لمحے سب کچھ دھرے کا دھرا رہ گیا۔ اس احساس نے گھیر لیا کہ ہمارا کچھ بھی تو نہیں ہے سب اس ذات ہی کا تو ہے جس کے گھر میں آنے کی توفیق ملی ہے۔کہنے والے تو کہتے ہیں کہ اس لمحے جو بھی دُعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے۔اللہ وحدہ لاشریک کے گھر پر نظر پڑی، ٹھہری اور جھک گئی۔عاجزی وانکساری سے دُعا کے لئے ماحول بن گیا اور رقت طاری ہوگئی۔آنکھیں بھر آئیں اور آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔کچھ لمحے کے لئے کوئی خبر نہیں کہ کہاں نظریں جھکی ہیں۔یہ کرم اور احسان کم ہے کہ دنیا کے عظیم ترین اور عظیم الشان گھر چل کر آ گئے ہیں۔پھر یاد آیا کہ دُعا مانگنی ہے شکر کی' ان تمام نعمتوں پر شکر کی جن کے ہم مستحق بھی نہیں تھے اور وہ ہمارے حصے میں آئیں۔اے اللہ یہ سب تیرا فضل اور کرم ہی تو ہے جو اتنا کچھ ہمیں دیا۔ہمارا نہیں اللہ عزو جل یہ آپ کا ہے اور یہ سب تیری توفیق کا نتیجہ ہے ورنہ ہماری کیا حیثیت' کیا اوقات اور کیا اختیار؟

اے اللہ تیرے در پر جیسے بھی عاجز اور گناہ گار پہنچے ہیں تو آنا قبول کر لے۔تو ستار

العیوب ہے، تیرا وعدہ ہے کہ میں توبہ اور عاجزی پر معاف کر دوں گا۔ ہم اپنی نافرمانیوں اور گناہوں پر شرمندہ اور توبہ کرتے ہیں اور آئندہ اس گھر، اس سرزمین اور اس سے دور ہر جگہ جہاں جہاں بھی تجھ سے نعمت و بخشش مانگیں اور دُعا کریں اسے مستجاب کر دینا۔ یہی عرض ہے یہی تمنا ہے اور یہی مدعا ہے۔

چند منٹ کی کیفیت اور عجز و نیاز پوری زندگی کے ماہ و سال کی عبادت اور دُعاؤں پر بھاری لگا اور ایک اطمینان و توانائی نے گھیر لیا۔ اہلیہ نے اپنی دُعا کے بعد ہاتھ چہرے پر پھیرے تو ان کا ہاتھ تھام کر شادمانی اور جوش میں عمرہ کے طواف کے لئے نیت باندھ کر مخلوق کے ہجوم جو اتفاق سے زیادہ نہیں تھا کے ساتھ شامل ہو گئے۔ موسم کی شدت اور گرمی کا احساس ذہن سے اتر چکا تھا اور اللہ کے گھر کے سایہ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اس وقت بھی خانہ کعبہ کے گرد عارضی دیوار موجود تھی اور حجر اسود پر سیکیورٹی کی وجہ سے بوسہ ممکن نہیں تھا کیونکہ کرونا کی پابندیوں میں تاریخ میں پہلی مرتبہ طواف میں حجر اسود کو چھونے اور بوسہ کی ممانعت نافذ تھی۔ ایک دو چکر کے بعد اہلیہ کی کوشش تھی کہ وہ دیگر خواتین کی طرح کعبہ کے گرد عارضی پلاسٹک کی دیوار کے قریب رہ کر طواف کرے تو اس میں کوئی خاص دشواری نہیں تھی اور اللہ نے پہلی حاضری اور طواف کو اتنا سہل بنا دیا تھا کہ دوبارہ اس طرح کا ماحول شاذ و نادر ہی مل سکا۔ دو رکعت نفل کے بعد دُعا کی جس میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کے ساتھ والدین، خاندان، عزیز و اقارب اور احباب جنہوں نے کہا اور جو نہ بھی کہہ سکے کی صحت مند زندگی، وسائل میں برکت، درازعمر، گھر میں برکت اور اولادوں کے نیک ہونے کی خواہشات کا اظہار کیا۔ اہلیہ کو گھر میں کافی عرصہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی عادت تھی یہاں حرم کعبہ میں انہوں نے فرش پر کھڑے ہو کر دو نفل ادا کئے اور لمبی دُعا کے بعد جب فارغ ہوئیں تو ہم نے آب زم زم پیا، کچھ سر پر ڈالا اور صفا و مروہ کے لئے بائیں جانب اندر بڑھ گئے۔

صفا و مروہ کے چکر لگانے کی جگہ چھت، روشن اور بہت ٹھنڈی ہے۔ ایئر کنڈیشننگ

میں آ کر حرم کعبہ کی تپش ٹھنڈک میں بدل جاتی ہے۔ ہمارا یہ پہلا موقعہ تھا اور جو لوگ عمرہ کر چکے ہوتے ہیں انہیں ان جگہوں خصوصاً صفا سے چکر شروع کرنے اور ختم کرنے کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہم جن لوگوں کے ساتھ ہوٹل سے عمرہ کی ادائیگی کے لئے نکلے تھے دیکھا تو وہ سعی کے کچھ چکر مکمل کر چکے تھے۔

اہلیہ کے ساتھ صفا سے مروہ تک چکر مکمل کیا اور پھر مروہ سے صفا بمشکل پہنچے تو اہلیہ کی ہمت جواب دے گئی اور چلنا مشکل ہو گیا۔ ہمارے ساتھ آنے والے رانا اشرف اپنی بیگم کو وہاں وہیل چیئر کے ساتھ چکر لگوا رہے تھے۔ وہاں موجود عربی نوجوان سرکاری طور پر اس کام کے لئے رکھے جاتے ہیں تاکہ معاوضہ لے کر ضعیف اور چلنے سے معذور یا پھر تھکے ہوئے زائرین کو سعی کروائیں۔

یہ حضرات لائن میں بیٹھے ہوتے ہیں اور کم اجرت پر سروس دینے کے لئے عام طور پر راضی نہیں ہوتے۔ حج و عمرہ کے موقعہ پر اس سروس کے ذریعے سینکڑوں مقامی نوجوانوں کو روزگار فراہم ہوتا ہے۔ زیادہ رش کے ایام میں ان کا معاوضہ بھی منہ مانگے داموں جو دو سو ریال ہوتا ہے' تک پہنچ جاتا ہے۔ عام دنوں میں جب زیادہ رش نہ ہو تو بھاؤ تاؤ کے نتیجہ میں پچاس ریال تک بھی سروس دے دیتے ہیں۔

✧✧✧

سعی کے دوران غائبی مدد

ہمارے لئے اب مسئلہ یہ تھا کہ اگر میں اہلیہ کو وہیل چیئر پر سعی کرواتا ہوں تو مجھے بھی ساتھ سعی تو کرنا تھی۔ جن لوگوں کو پہلے سے علم ہوتا ہے کہ وہ یہاں اپنی وہیل چیئر پر آتے ہیں یا پھر تھک جانے پر یہاں موجود سروس لیتے ہیں۔ تیسری کوئی صورت نہیں تھی۔ اس کشمکش میں اہلیہ کے ساتھ مشورہ جاری تھا کہ سامنے ایک خالی وہیل چیئر نظر آئی۔ فوراً اس کی لپکا اور دائیں بائیں دیکھا تو اس کا کوئی دعویدار نظر نہیں آرہا تھا۔ پھر بھی وہیل چیئر کو پکڑ کر حجت کی غرض سے کچھ دیر وہاں انتظار کیا مگر کوئی سامنے نہ آیا۔ شاید اللہ نے مشکل میں ہمارے لئے کچھ انتظام کر دیا تھا۔ میں نے اہلیہ کو وہیل چیئر پر بٹھایا تو وہ خوش ہوگئی اور اطمینان ہوا کہ وہ سعی مکمل کر پائے گی۔ پاکستان میں ملنے جلنے والے احباب جب سنتے کہ حج پر جا رہے ہیں تو ان کا مشورہ ہوتا تھا کہ تیاری کے طور پر روزانہ لمبی واک کریں کیونکہ مکہ میں عمرہ اور حج کے مناسک میں میلوں پیدل چلنا پڑ سکتا ہے اور اگر اس کی عادت نہ ہو تو خاصی مشکل پیش آتی ہے۔ ہفتہ ڈیڑھ روانگی میں تھا اور میں نے صبح کی لمبی واک کی کوشش کی لیکن یقین تھا کہ انشاء اللہ جو مشقت درپیش ہوئی اللہ اسے آسان کر دے گا۔

پہلا دن تھا حرم میں عمرہ کی ادائیگی کا مرحلہ جس طرح مطاف کے اندر سینکڑوں کی تعداد میں زائرین کے ساتھ طواف آسان ہوا۔ اسی طرح وہیل چیئر پر اہلیہ اور اپنی سعی کی منزل بھی با آسانی مکمل ہوئی۔ میرے والدین نے ۲۰۰۶ء میں حج بیت اللہ کیا تھا۔ میں ان دنوں فیملی کے ساتھ کینیڈا میں تھا۔ اس کے بعد والدین اور دیگر بھائی اور بہن نے عمرہ

ادا کیا تو چھوٹے بھائی افضال گیلانی جو قد اور صحت میں بڑے دکھائی دیتے ہیں نے جب طواف کے بعد صفا و مروہ کے چکروں کا ذکر کیا تو کہنے لگے کہ میں والد صاحب کو وہیل چیئر پر سعی کرواتا تھا اور ان کے ذہن میں تھا کہ صفا سے مروہ اور مروہ سے واپس صفا سعی کا ایک چکر بنتا ہے۔ اس انداز سے ان کا سعی مکمل کرنے پر برا حال ہو جاتا تھا۔ حالانکہ یہ ''صحیح'' نہیں ہے۔ حقیقت میں کچھ عمرہ زائرین کو مناسب معلومات اور ہدایات نہیں مل ہوتیں کہ مناسک کیسے ادا کرنے ہیں یا پھر وہ یاد نہیں رکھ پاتے۔ یہی وجہ ہے کہ صفا و مروہ اور بعض اوقات ہوٹل سے حرم تک راستوں کی طوالت اور مشقت بڑھ جاتی ہے۔ جس سے لوگ تھک جاتے ہیں' حتیٰ کہ بیمار پڑ جاتے ہیں۔ ترتیب وہی ہے کہ صفا سے شروع کر کے مروہ پر ایک چکر اور پھر مروہ سے صفا تک دوسرا چکر اس طرح آخری چکر مروہ پر اختتام پذیر ہوگا۔ آپ دائیں جانب دروازے سے حرم کی عمارت سے باہر نکل جائیں گے۔ جو خواتین و حضرات عمرہ پر ابھی نہیں گئے یا پہلی مرتبہ حج پر جانے کی نیت رکھتے ہیں ان کو زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ بیت اللہ میں داخلہ سے لے کر طواف کے آغاز اور استلام کے لئے گرین لائٹ جو حجر اسود کی سیدھ میں آپ کے دائیں طرف آویزاں ہے۔ پھر سعی کے لئے صفا و مروہ داخلہ کا بورڈ اور وہاں گرین لائٹس کے نیچے تیز دوڑنے یا چلنے کی نشاندہی اور ہدایات موجود ہیں۔ کم پڑھے لکھے خواتین و حضرات زائرین کے ساتھ کوئی تجربہ کار پہلے سے عمرہ یا حج کی سعادت حاصل کرنے والے موجود ہوں تو زیادہ آسانی ہو جاتی ہے۔

✧✧✧

عمرہ کی ادائیگی کے بعد ہوٹل واپسی

الحمدللہ طواف کے بعد کامیابی سے سعی مکمل کرنے پر دُعا کی اور دائیں سے خروج کے دروازہ سے باہر آ گئے اس دروازہ سے دوبارہ اندر ہرگز نہیں آ سکتے۔ گروپ کے ساتھی رانا اشرف کی بیگم جو ہم سے پہلے وہیل چیئر پر سعی مکمل کر چکی تھیں کہنے لگیں کہ آپ مجھے بھی ساتھ ہوٹل لے چلیں کیونکہ اس کے میاں غائب ہو گئے ہیں۔ کچھ تھکاوٹ تھی مگر اطمینان اور مقام شکر تھا کہ عمرہ کی سعادت سے فیض یاب ہو گئے۔ رانا کی بیگم ذیابیطس کی مریضہ تھیں اور اپنی انسولین ساتھ لے کر آئی ہوئی تھیں۔ ہم نے حامی بھر لی کہ ہمارے ساتھ ہوٹل چلیں۔ وہ چلنے میں کافی سست تھیں اور ہمیں بھی آہستہ چلنا پڑا۔ حرم کے شمال سے گھوم کر باب عبدالعزیز جہاں سے داخل ہوئے تھے کے ساتھ فرنٹ پر آ گئے۔ اب خواتین کی ہمت جواب دے رہی تھی۔ کبھی میری اہلیہ بریک لینے کے لئے کوئی سہارا دیکھ کر بیٹھ جاتیں تو کبھی بیگم رانا۔ ایک غلطی یہ ہوئی کہ ہم نے وہ وہیل چیئر جو سعی کے دوران کام آئی تھی اخلاقاً وہیں چھوڑ دی تاکہ کسی اور کے کام آ جائے۔ لیکن اب میرے لئے خواتین کے ساتھ چلنا مشکل ہو رہا تھا۔

جب ہم بیت اللہ کا طواف کر کے فارغ ہوئے تھے وہاں اذان عصر ہوئی اور میری اہلیہ اور میں نے جماعت کا انتظار کئے بغیر حرم میں فرض پڑھ لئے تھے کیونکہ ہم اس سے پہلے نوافل پڑھ کر دُعائیں مانگ چکے تھے۔ اس میں نقطہ یہ ہے کہ پہلے دن مکہ مکرمہ پہنچنے اور حرم میں جا کر وہاں نمازوں کے اوقات بھی نوٹ کرنے چاہئیں تاکہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے میں آسانی رہے۔ ہم حرم کے بیرون واپس اجیاد روڈ اپنے ہوٹل کی

طرف بڑھ رہے تھے تو وہاں ایک شلوار قمیض میں داڑھی والے شخص نے مجھ سے پوچھا: ’’آپ نے حلق کروانا ہے‘‘۔ (یعنی سر کے بال کٹوانے ہیں)۔ میں نے ایک لمحے اس کی طرف دیکھا تو مجھے لگا کہ یہ نان پروفیشنل بندہ ہے اور شاید ادھر ہی کہیں بیٹھ کر سر پر استرا چلا دے گا۔ میں نے اسے نفی میں جواب دیا اور آگے بڑھ گیا۔ ایسے حضرات حرم کے باہر کھڑے ہوتے ہیں اور احرام میں دیکھ کر پوچھ لیتے ہیں کہ آپ سر منڈوائیں گے جو عمرہ کے بعد لازمی ہے۔ اس میں بعض حضرات نے اپنے نقطہ نظر سے گنجائش نکال رکھی ہے کہ بال منڈوانے یا کتروانے کا حکم ہے۔ اس لئے وہ حضرات جنہیں اپنے بال کسی بھی مقصد سے عزیز اور ضروری ہوتے ہیں وہ مکمل صاف نہیں کرواتے ہیں اور کٹ لگانے پر اکتفا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بعد میں پتہ چلا کہ حرم کے باہر سر منڈوانے کا پوچھنے والے سامنے مارکیٹ کے اندر حجام کی دکان کے کارندے ہوتے ہیں اور ۱۰ ریال سے بھاؤ تاؤ کرتے ہوئے ۵ ریال میں بھی طے کر لیتے ہیں۔ جتنے زیادہ میں وہ آپ سے طے کریں گے اتنا انہیں کمیشن بھی ملے گا۔ حرم سے ہوٹل زیادہ سے زیادہ چھ سو میٹر دور تھا مگر پہلا دن تھا اور راستے کی دوری کا اندازہ نہیں تھا۔ جب غالباً ہوٹل دو سو میٹر دور رہ گیا تو خواتین کی ہمت جواب دے گئی اور انہوں نے کہا: ’’ٹیکسی لے لیں‘‘۔ مجھے خود بھی ہوٹل کی بلڈنگ ارد گرد نظر نہیں آ رہی تھی۔ جو خواتین و حضرات عزیزیہ سے بس میں سوار ہو کر حرم آتے جاتے رہے ہیں انہیں بخوبی اندازہ ہوگا کہ اجیاد روڈ پر بسوں کا سٹاپ کہاں پر ہے اور وہیں سے ٹیکسی بھی ملتی ہے۔ میں نے بالآخر ایک ٹیکسی والے کو ہوٹل کا کارڈ دکھایا جو نکلتے وقت استقبالیہ سے ہم نے ساتھ رکھ لیا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور پاکستانی تھا۔ کارڈ دیکھ کر کہنے لگا: ’’بیٹھیں لے چلتا ہوں‘‘۔ میں نے پوچھا: ’’کیا کرایہ لو گے‘‘؟ بولا: ’’پندرہ ریال‘‘۔ میں نے کہا: ’’ہوٹل ادھر پاس ہی تو ہے۔ دس ریال لے لو‘‘؟ کہنے لگا: ’’میں نے پہلے ہی مناسب مانگے ہیں‘‘۔ آپ کو ہوٹل کے سامنے اتار دوں گا۔

ہوٹل وہاں سے دوسومیٹر سے زیادہ نہیں تھا اور ہمارے پاس کوئی چوائس نہیں تھی۔ خواتین کو بٹھایا اور دومنٹ میں ہوٹل کے سامنے پندرہ ریال دے کر اتر گئے۔ ہوٹل کی لابی میں ایئر کنڈیشن میں خواتین نے کچھ دیر سانس بحال کیا اور بعد میں لفٹ سے کمروں تک گئے۔ میں نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ ہوٹل کے دائیں طرف مرکزی شاہراہ پر ہی حجام کی دکان ہے۔ ہمارے گروپ کے عبداللہ جو قصور میں ایک دینی مدرسہ کے مدرس تھے' کہنے لگے کہ میں نے تو استرا سے حلق کروانے کی بجائے باریک مشین سے کروایا ہے۔اس لئے کہ بال منڈوانے اور کترنے کا حکم ہے۔ میں نے کہا: ''یہ بھی خوب ہے۔ چلو میں بھی باریک مشین لگوا لیتا ہوں کیونکہ ایک دین کا علم رکھنے والا اس عمل کی ترغیب دے رہا ہے تو ٹھیک ہی کہہ رہا ہوگا''۔

✦✦✦

مکہ میں انگریزی زبان کا مسئلہ

باہر نکلا تو تھوڑی دور حجام کی صاف ستھری دکان تھی۔ یہ فلسطینی نوجوان تھے۔ جب انہوں نے مجھے احرام میں دیکھا تو پوچھا۔ حلق؟ میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ چیئر پر بیٹھتے ہوئے میں نے کہا: ''مشین''۔ اس نے ٹریمر سے پہلے بڑے بال صاف کئے اور پھر اتنے باریک کر دیئے کہ جیسے ''ٹنڈ'' کے تین چار دن بعد بال اُگے ہوتے ہیں۔ پندرہ ریال اسے دیئے کیونکہ اس میں ''ٹپ'' بھی شامل تھی۔ مکہ مکرمہ میں مختلف جگہوں پر بھی آپ کو بات چیت میں مشکل پیش آتی ہے کیونکہ یہ حضرات عربی کے علاوہ انگریزی، اُردو یا کوئی اور زبان کم ہی سمجھتے اور بولتے ہیں۔ آپ اندازہ لگائیں کہ دنیا کا سب سے مصروف ترین شہر مکہ مکرمہ ہو اور وہاں زائرین کو ان کی اپنی زبان میں نہ سہی کم از کم انگریزی چاہے ٹوٹی پھوٹی میں بات کرنے کی سہولت بھی میسر نہ ہو تو پریشانی کی بات تو ہوگی۔

خدا جانے ''خادمین حرمین شریف'' سعودی خاندان کے دماغ میں کیا بات سمائی ہے کہ وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ایسے زائرین سے بھرے شہروں میں عربی کے علاوہ دیگر زبانوں میں بول چال سے آسانی پیدا کرنے کے لئے اقدامات سے گریزاں کیوں ہیں؟ پاکستان سے لاکھوں خواتین و حضرات کے علاوہ انڈونیشیاء، ملائشیاء، بھارت، مصر، نائیجیریا سے بالخصوص بہت بڑی تعداد میں زائرین عمرہ و حج کے لئے سعودی عرب آتے ہیں۔ ان زائرین کا واسطہ حرم میں موجود سینکڑوں سیکیورٹی اہلکاروں سے پڑتا ہے۔ یہ اہلکار اور دیگر خادم ہر وقت عربی میں زائرین کو ہانکتے ہیں اور تالیاں بجا کر انہیں اِدھر سے

اُدھر اور اُدھر سے اِدھر عربی میں طریق، سرو جیسے دیگر الفاظ بآواز بلند بولتے ہیں۔ کبھی کبھار کوئی اُردو میں ''چلو چلو'' آگے جاؤ، راستہ وغیرہ بول دیں تو حیرت ہوتی ہے۔

میرا ذاتی خیال ہے کہ حج وعمرہ کے دوران جن مقامی عرب نوجوانوں کو سیکیورٹی کی تربیت دیکر یونیفارم میں تعینات کیا جاتا ہے انہیں دیگر کسی زبان میں تعلیم کے مسائل بھی ہوتے ہیں۔ عربی نوجوانوں کے دیگر زبانیں بالخصوص انگریزی سیکھنے کے حوالے سے سعودی حکومت نے کافی اقدامات کرنے کی کوشش کی مگر خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوئے۔ اس کی ایک مثال اس وقت سامنے آئی جب کینیڈا کی یونیورسٹیز میں عرب نوجوانوں کی معقول تعداد اعلیٰ تعلیم کے لئے بھجوائی گئی۔ جنہیں بنیادی انگریزی آتی تھی مگر انہیں ایک سال کے اندر IELTS یا CBL پاس کرنا اور درکار سکور لینے تھے۔ مگر حالت یہ تھی عرب طلباء بہت کم دیگر انگلش سپیکنگ سے میل جول رکھتے تھے اور اپنے گروپس میں وہی عربی میں گپ شپ کرتے پائے گئے تھے۔ ان طلباء کو گھروں سے یا حکومت سے ماہانہ ہزاروں ڈالر ملتے تھے۔

انگریزی سکھانے کے لئے عرب طلباء کے لئے پلان تھا کہ وہ انگلش سپیکنگ کنٹری میں جا کر رہیں اور پڑھیں تو صحیح طور پر زبان بول اور لکھ سکیں گے مگر اس میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوسکی۔ کیونکہ ''عربی نوجوان طلباء'' کی زیادہ تر تعداد مطلوبہ انگریزی ٹیسٹ پاس نہ کرنے کی وجہ سے یونیورسٹی سے ڈراپ ہوگئی۔ اسی طرح امریکہ میں ہوا تھا۔ پانچ سو عربی طلباء کو مختلف شعبوں میں تعلیم کے لئے یونیورسٹی بھیجا گیا اور جب ایک سال بعد انگریزی زبان کا مطلوبہ ٹیسٹ لیا گیا تو پانچ سو میں سے صرف پانچ طلباء پاس ہوسکے۔ 2018ء میں سعودی حکومت کا کینیڈا کے ساتھ بیان بازی پر تنازعہ ہوا تو سعودی ایئرلائن کی فلائٹس بند کرنے کے ساتھ ساتھ سینکڑوں سعودی طلباء جو کینیڈا کی یونیورسٹیز میں زیر تعلیم تھے کے فنڈز بند کر کے واپس بلا لیا گیا۔

✧✧✧

سرکاری پروٹوکول اور اعمال کی قبولیت؟

مکہ مکرمہ میں بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں نبی کریمؐ کے روضہ مبارک پر حاضری کے لئے دنیا بھر سے مسلمان کھچے چلے آتے ہیں۔ دنیا میں ریلیجئس ٹورازم سے اربوں ڈالرز کمانے والی سعودی حکومت اور مقامی کاروباری حضرات کے رویے اس معیار کے نہیں ہیں جو حالات کے متقاضی ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں عمرہ و حج زائرین کی آمد و رفت کو کنٹرول کرنا ہی سب کچھ نہیں۔ ان کو مناسب ریٹس پر ہوٹلز کی فراہمی، دیگر سروسز مہیا کرنا اور ان کے سفر کو آسان بنانا سب کے لئے خیر کا باعث ہوسکتا ہے۔

سعودی حکومت نے عمرہ و حج میں پروٹوکول سے کاروبار اور تعلقات کے فروغ کا ذریعہ بنا کر نیا رواج قائم کر رکھا ہے۔ کسی سربراہ مملکت، صدر و وزیراعظم اور آرمی کے چیف کے علاوہ معمولی وزراء کے لئے بھی پروٹوکول لگائے جاتے ہیں۔ ان کے لئے ٹرانسپورٹ اور سیکیورٹی کا بندوبست کر کے اللہ کے گھر میں بھی ''خاص'' بنا دیا جاتا ہے۔ یہ ''امتیازی سلوک'' پتہ نہیں مستقبل میں کیا شکل اختیار کرے گا؟ خاص بات یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے حرم میں آکر قلبی تعلق استوار اور عاجزی و ادب کے لئے عام انسانوں کی طرح طواف وسعی اور دیگر مناسک ادا کرنے کی بجائے سیکیورٹی کے سائے میں کسی زحمت یا مشقت کا سامنا کئے بغیر یہ سب کرنا کیا اللہ اور اس کے رسولؐ کے ہاں قبول یا مقبول ہوسکتا ہے؟ جن کے ہاں سب انسان اور مسلمان برابر ہیں۔ کسی کو برتری حاصل نہیں سوائے تقویٰ کے۔ حوالہ کے طور پر نبی کریمؐ کا خطبہ حجۃ الوداع سب سے بڑی دستاویز ہے۔ سکالر حضرات کو سعودی حکومت اور وہاں کے علماء و منتظمین کے اس عمل اور رویہ پر ضرور رائے دینی اور آواز اُٹھانی چاہیئے۔

حدودِ حرم اور نماز کی ادائیگی کا مسئلہ

احرام کی پابندی سے آزاد ہونے کے بعد ہوٹل واپسی پر غسل کیا۔ گرمی کے باوجود اچھے ہوٹل میں گرم پانی سے غسل کی سہولت موجود ہوتی ہے۔ شلوار قمیض زیب تن کیا۔ اس دوران اذان مغرب ہوگئی۔ چونکہ پہلا دن اور حرم میں مغرب کی اذان کے کتنی دیر بعد نماز ہوگی اندازہ نہیں تھا۔ تھکاوٹ بھی تھی اس لئے ہوٹل میں ہی نماز پڑھی جائے گی۔ حرم کی حدود سے متعلق بھی متضاد خیالات و معلومات دستیاب ہوتی ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ حرم بیت اللہ سے ۹ کلومیٹر دور تک حد مقرر کر دی گئی ہے۔ دوسری یہ ہے کہ جہاں تک سڑک پر سپیکر آویزاں کئے گئے جن سے اذان گونجتی ہے وہیں تک حدود حرم ہے۔ اس میں واقع ہوٹلز میں نماز کی ادائیگی کا وہی ثواب ملے گا جو حرم کے احاطہ میں ہے۔ کچھ تجربہ کار حجاج اور صاحبِ علم و بصیرت کا کہنا تھا کہ اذان کی آواز کے بعد آپ کو حرم بیت اللہ کا رُخ کرنا چاہئے اور اگر راستے میں نماز کے لئے جماعت شروع ہو جائے اور کسی رکاوٹ کا سامنا ہو تو وہیں سڑک اور فٹ پاتھ یا قریبی ہوٹل وغیرہ کے سامنے نماز کے لئے کھڑے ہونے سے نماز ہو جائے گی۔ اس اصول پر ہر نماز کے اوقات میں احاطہ حرم سے باہر اطراف کی مختلف شاہرات پر اور فٹ پاتھ پر خواتین و حضرات کو نماز ادا کرتے دیکھا جاتا ہے۔ ہمارے گروپ کے منتظمین کی رائے یہ تھی کہ اس اصول اور فتویٰ کے تحت سڑک یا فٹ پاتھ پر نماز معتبر نہیں۔ نماز کے ختم ہونے سے پہلے آپ کو حرم میں پہنچ کر جماعت میں شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہئے اگر کوئی رکاوٹ سامنے نہ آئے یا سیکیورٹی کی وجہ سے راستہ بند کر دیا گیا ہو۔

ہمارے علاوہ دیگر ہوٹلز کی لابی میں بھی جائے نماز بچھا کر خانہ کعبہ سے جماعت کے لئے سپیکرز پر ہونے والی قرأت کی پیروی میں نماز پڑھی جاتی تھی۔ اس عمل کو اس ہدایت یا فتویٰ کا حصہ سمجھا گیا تھا جس میں مقامی مفتیان نے ۹ میل کے اندر واقع ہوٹل اور گھروں کو حدود حرم قرار دے کر وہیں نماز کو بھی مستحب قرار دیا ہوا ہے۔ ہمارے گروپ کے منتظم لعل جان اسے درست نہیں مانتے تھے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ اگر اس طرح ہی نماز ہو جائے تو پھر آپ پاکستان میں بھی اپنے گھر فون پر خانہ کعبہ کی نماز کی لائیو ویڈیو اور قرأت کو فالو کر کے پڑھ سکتے ہیں۔ ان صاحبان کی تاکید یہ تھی کہ آپ کوشش کر کے تمام نمازیں حرم کی چار دیواری میں ادا کریں تاکہ ایک نماز پر ایک لاکھ نماز کے ثواب کے حقدار ہو سکیں۔ کلاک ٹاور میں واقع ہوٹل کے کمروں میں لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اور ٹاور ہالز کے اندر بھی مساجد بنی ہیں جہاں خانہ کعبہ کی جماعت کے ساتھ صف بندی کر کے نماز ادا کی جاتی ہے اس نیت کے ساتھ کہ یہ حرم میں نماز ہے۔ خیر ہم نے اس طرح کے تمام استدلال کی روشنی میں ہر طرح کی نماز ادا کرنے کا فیصلہ کیا اور آنے والے دنوں میں حرم کی چار دیواری، صحن، سڑک، فٹ پاتھ، ہوٹل کی لابی اور مسجد کے لئے مخصوص جگہ کے علاوہ ہوٹل کے شمال میں واقع مسجد النافع جو تین سے چار منٹ کی پیدل مسافت پر تھی اور وہاں حرم کے اوقات کے چند منٹ بعد جماعت ہوتی تھی نمازیں پڑھیں۔ نیت یہ تھی کہ اللہ کریم ان سب کو قبول فرما لے یا ان میں سے جس کو چاہے فضیلت دے دے۔ حرم کعبہ کے اندر اُردو میں دینی مسائل کے جواب دینے والے مولانا مکی الحجازی بھی کہہ چکے ہیں حدود حرم میں جہاں بھی نماز ہو گی اس کا ایک لاکھ کا ثواب ملے گا۔

✧✧✧

حجاج سے تعارف اور عمرہ پر بات چیت

نمازِ مغرب کے بعد دوسری منزل پر واقع میس میں رات کے کھانے کا ہمارا پہلا دن تھا۔ اس فلور پر ۶ مختلف چھوٹے بڑے ہالز میں کھانے کے میز اور کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ یہاں پر کھانا کھانے والے پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک بھارت، برما اور انڈونیشیا کے گروپ کے زائرین شامل تھے۔

حج پیکیج میں ناشتہ، دوپہر اور رات کا کھانا شامل تھا اور اس میں بھی ڈبل ڈش مینو کا ذکر تھا۔ پاکستان میں جب ایک حج وعمرہ کی بکنگ سے منسلک دوست سے کھانے بارے بات ہوئی تو کہنے لگے: ''آپ وہاں دیکھیں گے کہ حاجی کھانے پر کس طرح توجہ سے ٹوٹ پڑتے ہیں''۔ مزید کہنے لگے کہ لوگ محض اس لئے حرم میں جا کر نماز نہیں پڑھتے کہ کہیں وہ کھانے سے لیٹ نہ ہو جائیں۔ ان کے ذہن میں زیادہ سے زیادہ کھانے کا لالچ سمایا ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کھانے کی پیکیج میں ادائیگی کی ہے لہٰذا کیوں نہ ہر کھانا ڈٹ کر کھایا جائے۔

ہمارے میس مینیو میں بوفے، چکن کا سالن، بریانی، چاول، سلاد ردائتہ، نان شامل تھا۔ پانی، سوفٹ ڈرنکس کے علاوہ آب زم زم ۳۰۰ ملی لیٹر کی پیکنگ میں دستیاب تھا۔ وہ بھی جتنا آپ پی سکیں پئیں کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ ہال میں پچاس افراد کے بیٹھنے کی گنجائش تھی اس لئے پہلے آنے والے جیسے جیسے پیٹ بھر کر کھانے سے فارغ ہوتے ان کی جگہ دیگر زائرین لے لیتے۔ ہر روز الگ مینو تھا جس میں پھل، چائے اور لسی بھی شامل تھی۔ میٹھے میں کھیر، سویاں یا زردہ چاول ہوتے تھے۔ ڈرنکس کے لئے ریفریجریٹر ہمہ

وقت بھری رہتی تھی۔ چائے بھی دو قسم کی ہمہ وقت دستیاب تھی۔ دیسی سٹائل کی دودھ پتی والی چائے کولر میں موجود تھی اور اس کے علاوہ خشک دودھ، ٹی وائٹنر، چینی اور ٹی بیگ سے دستیاب گرم پانی سے ڈسپوزیبل کپ میں بھی چائے حسب ذائقہ بنا کر نوش کی جا سکتی تھی۔

ہم سے پہلے کچھ خواتین وحضرات کھانا کھا کر جا چکے تھے اور دو درجن بھر ابھی مصروف تھے۔ ہال میں رونق لگی تھی۔ اپنے آج کے عمرہ سے متعلق مصروفیت اور واقعات شیئر ہو رہے تھے اور آپس میں متعارف بھی کہ کون کہاں سے بالخصوص خواتین اس معاملہ میں کافی متحرک تھیں۔ کچھ احباب خصوصاً ہمارے روم میٹ عبداللہ اور عبدالرحمٰن اپنی اپنی والدہ کے لئے کھانا اور چائے ان کے کمروں میں لے کر جا رہے تھے۔ رانا اشرف جن کا ذکر پہلے عمرہ کے دوران ہوا ہے ہمارے کمرہ کے چوتھے مکین تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ یہ دونوں حضرات خود کھانا کھا کر پیکنگ میں بھی لے جا رہے ہیں تو برداشت نہ کر سکے اور میرے ساتھ ہی ٹیبل پر بیٹھے ہوئے پوچھنے لگے: ''یہ اب کھانا کدھر لے کر جا رہے ہو، رات کو بھوک لگے گی تو کھاؤ گے؟'' وہ دونوں رک گئے اور پاس آکر عبدالرحمٰن نے کہا: ''اپنی والدہ کے لئے کمرہ میں کھانا لے کر جا رہا ہوں''۔ رانا نے نیا سوال کیا: ''آپ کی والدہ کو یہاں میس میں آکر کھانے میں کیا مسئلہ ہے''؟ عبدالرحمٰن نے جواباً کہا: ''وہ شرعی پردہ کرتی ہیں اس لئے وہ میس میں آکر کھانا نہیں چاہتیں''۔ یہ سننا تھا کہ رانا بھڑک اُٹھے اور کہنے لگے: ''کیا مطلب باقی سب خواتین جو یہاں بیٹھ کر کھانا کھا رہی ہیں بے پردہ ہیں''؟ کچھ عقل کی بات کرو یہاں مکہ میں عمرہ وحج کے لئے آکر آپ لوگوں کو شرعی پردے یاد آ گئے ہیں۔ اپنے موڈ اور مزاج کے مطابق رانا نے باآواز بلند عبدالرحمٰن کی کلاس لینے کی کوشش کی تو وہ وہاں سے مزید کچھ کہے سنے کھسک گیا۔

✧✧✧

زبردستی حج پر بھیجے گئے رانا اشرف

رانا اشرف مشترکہ گروپ جو ڈیڑھ سو خواتین وحضرات پر مشتمل تھا میں اپنی وضع قطع اور لا اُبالی طبیعت کی وجہ سے الگ تھلگ شخص تھے۔ ان کی بیگم بھی ساتھ تھیں جو ان کی طبیعت کے بالکل ہی برعکس خاتون تھیں۔ عبداللہ اور عبدالرحمٰن کی والدہ رانا کی بیگم اور میری اہلیہ ایک کمرہ میں ٹھہری تھیں۔ رانا صاحب پیشے کے اعتبار سے زرگر تھے اور لاہور کے شمالی علاقہ کے پرانے مکین تھے جہاں ان کی ذاتی دکان اور گھر تھا۔ ان کے بیٹے اور بیٹیوں کی شادیاں ہو چکی تھیں۔ اس لئے رانا صاحب کو کاروبار سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ عرصہ ہوا دکان کے ساتھ انہوں نے کچھ گھر تعمیر بھی کئے تھے یعنی پراپرٹی کے مالک تھے اور ان کو کرایہ کی مد میں اندازاً دو لاکھ روپے ماہانہ آتے تھے۔ ان کا ایک بیٹا لاہور میں پراپرٹی کا کاروبار کرتا تھا جبکہ دوسرا آسٹریلیا جا کر سیٹ ہونے کی کوشش کر رہا تھا اپنی فیملی کے ساتھ۔ رانا صاحب مزاجاً لڑائی جھگڑے کو پسند کرتے تھے اور لڑائی مارکٹائی پر ان کے کچھ مقدمات بھی عدالتوں میں زیر سماعت تھے۔ جہاں وہ بتا کر لمبی تاریخ بھی لے کر آئے تھے کہ وہ حج پر جا رہے ہیں۔

معلوم ہوا تھا کہ رانا صاحب حج کے لئے بالکل تیار یا راضی نہیں تھے۔ ان کے بیٹے اپنی والدہ کو حج پر بھیجنا چاہتے تھے تو انہوں نے اپنے والد رانا صاحب کو کرونا کے بعد ہونے والے اس پہلے حج پر جانے کے لئے دباؤ ڈال کر راضی کیا۔ چونکہ اس حج کے لئے حکومت سعودیہ نے ۶۵ سال سے زائد عمر کے خواتین وحضرات کے لئے پابندی عائد کر رکھی تھی۔ رانا صاحب اپنی تاریخ پیدائش کے اعتبار سے دسمبر میں ۶۵ سال کے

ہو رہے ہیں لہٰذا ان کے لئے یہ موقعہ تھا کہ وہ زائد العمر ہونے سے پہلے حج کر لیں۔ خدشات یہی تھے کہ شاید آئندہ سالوں میں بھی تعداد اور عمر کی یہ پابندی برقرار رہے۔ رانا صاحب اس دباؤ میں آ گئے اور کاغذات وغیرہ جمع کروا دیئے۔ حج ٹور کے حضرات رانا صاحب کے ویزہ بارے پریشان تھے کہ شاید انکار ہو جائے مگر جون میں ابھی وہ ۶۵ سال کے نہیں ہوئے لہٰذا سسٹم سے ان کا حج ویزہ بغیر کسی اعتراض جاری ہو گیا۔ رانا صاحب کویت میں تیس سال پہلے سنار کا کام کرتے رہے تھے اور کوئی بیس سال پہلے عمرہ بھی کر چکے تھے اور ان کو عربی بولنا آتی تھی۔

اسے حسن اتفاق سمجھئے کہ لاہور ایئرپورٹ پر جس سیٹ پر میں اہلیہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ رانا صاحب اپنی بیگم کے ہمراہ بائیں طرف خالی سیٹ پر آ بیٹھے۔ میں ان کو آتے اور بیٹھتے بغور دیکھ رہا تھا۔ رانا صاحب کا رنگ کافی پکا تھا۔ سر سے بال غائب اور کانوں اور گردن کے نیچے جو بال تھے ان کو اچھا کالا رنگ دیا ہوا تھا۔ سفید شلوار قمیض کے ساتھ چمڑے کی موٹے سول والی سوفٹی تھی جو عام طور پر تہبند باندھنے والے پہنتے ہیں۔ اس چپل کے ساتھ کسی کو آج تک سیدھے پاؤں چلتا نہیں دیکھا گیا۔ دونوں پاؤں دائیں اور بائیں نکلے ہوتے ہیں۔ ان کی اہلیہ احرام پہنے ہینڈ بیگ کے ساتھ ان کے ساتھ ہی براجمان ہو گئیں۔ رانا صاحب کے چہرے کے تاثرات سے لگتا تھا کہ وہ بادل نخواستہ سفر پر جا رہے ہیں۔ عجیب پریشان اور بجھے سے نظر آتے تھے۔ کافی دیر سے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر خاموش بیٹھے تھے کہ سیٹ کے دوسری طرف سے ایک باریش حضرت نے رانا صاحب سے پوچھ لیا: ''آپ لاہور کس جگہ سے ہیں اور کس گروپ کے ساتھ حج پر جا رہے ہیں''؟ رانا نے اپنی عادت کے مطابق بلند آواز میں جواب دیا: ''شادباغ تو آئے آں۔ حرمین گروپ دے نال جا رہے آں''۔ ان صاحب نے کہا: ''میں بھی اسی گروپ کے ساتھ ہوں چلو اکٹھے ساتھ رہے گا''۔ رانا صاحب نے بڑبڑاتے ہوئے آہستہ سے جواب دیا: ''دیکھتے ہیں کیسا ساتھ رہتا ہے آ تو گئے ہیں اب''۔ ان کی اس بڑبڑاہٹ

سے اندازا ہوا وہ زبردستی کے حاجی بننے جارہے ہیں۔ لاہور ایئرپورٹ پر جب سب حضرات احرام پہن رہے تھے تو رانا صاحب نے بھی اپنا احرام زیب تن کرلیا اور جہاز کے اندر جانے کے لئے وہ ہمارے بالکل آگے چل رہے تھے تو ان کا اوپر کا کپڑا اچھل کر نیچے گر رہا تھا۔ ایک ہاتھ میں بیگ اور دوسرے سے احرام کے کپڑے کو ایک طرف سے پکڑتے تو وہ دوسرے کندھے سے پھسل جاتا۔ ان کا احرام کیوں بار بار پھسل رہا تھا اس کا راز مکہ میں آکر کھلا کہ انہوں نے کسی جاننے والے سے احرام منگوایا تھا اور احرام کے بالکل باریک کپڑے پر اس قدر سٹارچ لگائی گئی تھی کہ وہ ملائم اور موٹا محسوس ہوتا تھا۔ حالانکہ احرام کے لئے تولیہ نما پھر اچھی کاٹن کا کپڑا ہونا چاہئے۔ رانا صاحب نے جب ہوٹل میں احرام کو دھویا تو وہ باریک ململ کا برآمد ہوا۔ اس پر رانا صاحب نے دوکاندار کو خوب کوسنے دیئے اور کہنے لگے فراڈ ہوگیا ان کے ساتھ۔ مکہ مکرمہ میں جب کمروں کی الاٹمنٹ کا مرحلہ چل رہا تھا تو ٹور آپریٹر لعل جان نے رانا صاحب کو ہمارے کمرہ میں شامل کردیا۔ اب کمرہ ایک ساتھ شیئر کرنے پر رانا صاحب کی پراسرار شخصیت کی اور بھی پرتیں کھلنا شروع ہوگئیں جن کا ذکر واقعات کے ساتھ ہوتا رہے گا۔

کھانے کے بعد عشاء کی نماز ہوٹل کی لابی میں ہی واقع مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کی اور کمرہ میں آگئے۔ مصروف دن کے بعد پیٹ بھر کر کھانے اور تھکاوٹ سے نیند آگئی۔

✧✧✧

حرم میں نمازِ فجر اور طوافِ کعبہ

سونے سے پہلے نمازِ فجر کے لئے الارم لگایا تھا۔ اسی لئے گہری نیند سے بیدار ہو گئے۔ عبدالرحمٰن اور عبداللہ جلدی جلدی باتھ روم سے فارغ ہو کر اپنی اپنی والدہ کی وہیل چیئر لے کر لفٹ سے نیچے جانے لگے تاکہ حرم میں نمازِ فجر ادا کرسکیں۔ میں ان کے بعد باتھ روم سے وضو کر کے نکلا تو رانا بستر پر کروٹیں بدل رہے تھے۔ ان کے متعلق کوئی اندازہ نہیں تھا کیونکہ وہ موڈی شخص تھے۔ میں نے اپنی اہلیہ کو بتایا: ''حرم جا رہا ہوں۔ نمازِ فجر وہاں ادا کروں گا''۔ ان کو ساتھ لے جانا فی الحال ممکن اس لئے نہیں تھا کہ کل عمرہ کی ادائیگی کے بعد چلنے میں دشواری تھی۔ ہوٹل سے دو رکعت سنت پڑھ کر نکلا تو سوئے حرم سڑک کے دونوں خواتین و حضرات تیز تیز چل رہے تھے۔ الصبح خاموشی تھی مگر زائرین کی نمازِ فجر کے لئے حرم کعبہ میں جانے کی ہلچل نظر آ رہی تھی۔

عزیزیہ اور شوقیہ جو حرم سے تقریباً ۵، ۴ کلومیٹر دور واقع ہیں کی رہائشی عمارات میں ٹھہرے بیشتر پاکستانی اور انڈونیشنز حجاج خواتین و حضرات بس سروس کے ذریعے ہمارے ہوٹل کے ساتھ ہی بائیں جانب واقع بس سٹینڈ میں اتر کر تیز تیز قدموں سے حرم جو وہاں سے تقریباً چار سو میٹر دور ہے جا رہے تھے۔ حرم کے پاس ہوٹل کی رہائش ہونا بہت بڑی نعمت ثابت ہوتی ہے کہ آپ پیدل دس منٹ میں احاطہ حرم میں داخل ہو جاتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ ہمارا ہوٹل بالکل ہموار سڑک پر واقع تھا ورنہ بلندی پر واقع ہوٹل تک پہنچنے میں ایک خاصی توانائی درکار ہوتی ہے جس سے جسمانی تھکاوٹ ہو جاتی ہے۔ اس بارے حرم کے شمال میں واقع کئی ہوٹل کے مکین ہمیں

بتاتے رہے ہیں۔

مطاف احاطہ حرم میں جانے والے راستہ میں رکاوٹ لگا کر بند کرنے کے بعد ہمیں اوپر والی منزل پر بھیج دیا گیا۔ بیت اللہ کا نظارہ سبحان اللہ۔ وقت فجر کا سکوت اور پاکیزگی، اجلا ماحول روح پرور تھا۔طواف جاری تھا کہ نماز کے لئے صف بندی شروع ہوگئی۔ صبح صبح قرأت کا اپنا ہی لطف ہوتا ہے۔ وہ بھی خانہ کعبہ کے نامور قراء حضرات پڑھ رہے ہوں۔ نماز کے بعد طواف مکمل کیا اور شادمان و معطر روح کے ساتھ ہوٹل واپسی ہوئی اور سیدھا ناشتہ کے لئے میس کا رُخ کیا۔

ناشتہ کے لئے اکثر خواتین و حضرات پہلے سے موجود اور مصروف طعام تھے۔ وہاں سے اہلیہ کو فون کیا کہ آپ بھی ناشتہ کے لئے آجائیں۔ رانا صاحب کی بیگم بھی ان کے ساتھ آ گئیں۔ خواتین نمازِ فجر کے لئے حرم اس لئے نہ جا سکیں تھیں کہ انہیں کل کے عمرہ میں چلنے پھرنے میں دشواری سے تھکاوٹ تھی۔

ناشتہ کا مینو چنے، آملیٹ، ابلے انڈے، حلوہ، جیم، شہد، نان، ڈبل روٹی، چائے اور جوس پانی تھا۔ بسیار خور خواتین و حضرات نے پیٹ بھر کر ناشتہ کیا۔ زیادہ تر خواتین و حضرات نے تمام آئٹمز ٹرائی کیں۔ ناشتہ کا وقت اصل میں نمازِ فجر سے شروع ہو کر ۷ بجے تک تھا یعنی ۳ گھنٹے تک ناشتہ کا دور چلتا رہتا تھا۔

اب اپنے اپنے کمروں میں جا کر ایک مرتبہ پھر نیند کا دور چلنا تھا۔ تمام کمروں میں ایئر کنڈیشنز ہر وقت آن رہتے تھے اور چھوٹے ریفریجریٹر بھی تھے جہاں ہر ایک نے اپنے لئے مشروبات اور پھل وغیرہ رکھے تھے۔

یہ ہم پہ اللہ کا خاص کرم ہے کہ فجر کی نماز کے لئے آنکھ ضرور کھل جاتی ہے۔ چاہے رات کے دو بجے سوئے ہوں۔ ہمارے والد محترم نے صبح خیزی کی ہماری عادت اتنی پختہ کر دی تھی کہ اب مسئلہ نہیں ہوتا۔ دلچسپ صورت حال اس وقت سامنے آئی جب ہم فیملی کے ساتھ کینیڈا گئے۔ رمضان المبارک تھا اور وہاں کے اوقات پاکستان سے بالکل

ہی مختلف تھے۔ دن اور رات کا فرق ہے۔ رات کو بستر پر جانے کے بعد صبح سحری کے لئے اُٹھنے سے پہلے بستر پر کانوں میں اذان سنائی دیتی محسوس ہوتی تھی۔ بڑی حیرت ہوئی کہ یہاں تو کسی مسجد سے سپیکر پر اذان ہی نہیں گونجتی تو پھر بھی یہ اللہ اکبر کی صدا کانوں میں آ رہی ہے؟ کئی دن تک یہ احساس بالکل صبح فجر کے وقت جاری رہا اور پھر رمضان کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ کرونا کے ایام میں دنیا نے وہ دن بھی دیکھے جب پابندی ہٹا کر امریکہ، کینیڈا اور یورپ کی مساجد میں سپیکر پر ایک دو دن اذان دینے کا سلسلہ ہوا۔ امید یہی ہے کہ آنے والے وقت میں گرجا گھر کی بلند آواز گھنٹیوں کے ساتھ مساجد سے اذان کی صدائیں بھی بلند ہوا کریں گی۔ شاید پاکستان کی طرز سے ہٹ کر ترکی کے ماڈل پر جہاں تمام مساجد سے اذان دینے کا ایک ہی وقت مقرر ہے۔ پاکستان میں اذان کے لئے ہر ایک مکتبہ فکر کے اپنے اپنے اوقات ہیں ان کو گنوانے کی چنداں ضرورت نہیں۔

نمازِ ظہر کے لئے اذان کی آواز کے ساتھ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ عبداللہ اور عبدالرحمٰن دوبارہ اپنی اپنی والدہ کے ساتھ جا چکے تھے۔ رانا صاحب بھی کمرے سے غائب تھے جو باہر کوریڈور میں سگریٹ پی رہے تھے۔ انہیں سگریٹ پیتے دیکھ کر حیرت ہوئی کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ ہوٹل کے اندر سگریٹ نوشی اور فون پر اپنے بیٹے سے بات بھی کر رہے ہیں۔ رانا صاحب کا ''کانفیڈنس لیول'' اس درجے کا ہائی تھا کہ وہ ہر ایک سے ''متھا'' لگا کر بحث مباحثہ حتیٰ کہ تو تکار کے لئے دستیاب رہتے تھے۔ ان کی بیگم اتنی ہی نرم مزاج اور خاموش طبع خاتون تھیں لیکن جب وہ ویڈیو کال پر اپنے بیٹے بیٹی اور ان کے بچوں سے بات کرتیں تو کھل کھلا کر لاہوری سٹائل میں لمبی بات کرتیں اور دن بھر کی تفصیلات سے انہیں آگاہ کر کے فریش ہو جاتی تھیں۔ بیگم رانا مجھے کہنے لگیں: ''بھائی رانا صاحب کو کہیں کہ وہ اپنے سر کے بال منڈوا لیں کیونکہ انہوں نے کل عمرہ کر لیا ہے تو بال کٹوانا بھی ضروری ہے''۔ چونکہ رانا صاحب کے ساتھ میرا ابتدائی تعارف ہو چکا تھا اور

میں احتیاطاً انہیں ان کے مزاج کے حساب سے ''ڈیل'' کر رہا تھا۔ ان کے کارناموں جو انہوں نے اپنے بچپن، جوانی، اپنے کویت میں قیام اور پھر لاہور واپس آ کر انجام دیئے تھے کا سامع بن گیا تھا۔ اس سے ان کا کتھارسس ہو رہا تھا ورنہ وہ حج پر آنے پر خوش نہیں تھے اور بجھے بجھے سے رہتے تھے۔ باتوں باتوں میں انہوں نے اس کا اظہار بھی کر دیا تھا کہ بچوں نے انہیں اپنی ماں کے ساتھ زبردستی بھیج دیا ہے۔

✧✧✧

کھانا - پاکستانی حجاج کا عظیم مسئلہ

باہر چونکہ موسم گرم تھا اور دوپہر میں بالخصوص گرمی کی شدت ہوتی ہے اس لئے ہمت نہیں پڑی کہ حرم میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں۔ نیچے ہوٹل کی لابی میں کافی حضرات جائے نماز بچھائے حرم میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے بیٹھے تھے۔ ہم نے بھی سپیکر کی آواز کے ساتھ وہیں چار فرض پڑھے اور بقیہ سنت کمرہ میں آ کر ادا کرلیں۔ میری اہلیہ اور رانا صاحب کی بیگم نے بھی کمرہ میں نماز ادا کی۔

دوپہر کے کھانے کا وقت نمازِ ظہر کی ادائیگی کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا تھا اور میس کے اندر کھانا لگانے اور معاونت پر مامور پاکستانی نوجوان اور ایک بنگلہ دیشی پوری طرح اپنا کام کر چکے تھے۔ چکن قورمہ، بریانی، کھیر، رائتہ، سلاد، کولڈ ڈرنک، لسی، چائے، آبِ زم زم، سادہ پانی کی بوتلیں اور میٹھے میں کھیر، سویاں وغیرہ آج مینیو کا حصہ تھیں۔ بنیادی طور پر جب حج پیکیج طے ہوتا ہے تو کھانے کی تفصیل میں اسے ڈبل ڈش بوفے کہا جاتا ہے۔ یہ سہولت سرکاری طور پر حج کرنے کو عام طور پر دستیاب نہیں ہوتی۔ ہر سال سرکاری ذمہ داران اپنے اپنے انداز میں کھانے کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔ کہیں محدود مقدار میں پیکنگ میں کھانا دیا جاتا ہے تو کہیں بوفے بھی ملتا ہے۔ اس سے قبل سرکاری حج ٹورز میں حجاج کو لازمی کھانا کی فراہمی کی بجائے انہیں آپشن دیا جاتا تھا کہ وہ اپنے لئے کھانے کا خود بندوبست کرسکتے ہیں۔ جس طرح قربانی کے لئے آپشن ہوتی ہے کہ ہر حاجی اپنی قربانی کا خود بھی انتظام کرسکتا ہے اور اس کی قیمت پیکیج سے منہا کردی جاتی ہے۔ آج کل سرکاری طور پر حج کرنے والوں کو ہوٹل یا دیگر رہائش کی فراہمی کے ساتھ کھانے کی

بھی سہولت دی جاتی ہے۔ ہمارے پاکستانی حجاج کے لئے کھانا ان کا بڑا مسئلہ ہوتا ہے بعض خواتین و حضرات تو اچھے بھلے کھانے میں نقص نکالنے میں اپنا وقت اور توانائی صرف کرتے ہیں کہ چاول کچے ہیں۔ نمک مرچ کم ہے یا زیادہ ہے یا پھر سالن میں گوشت کی بوٹیاں کم تھیں اور انہیں حسب منشا مل نہیں سکیں وغیرہ وغیرہ۔

✧✧✧

حرم میں نمازیں اور طواف

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے رانا کو کہا: ''میں نے فون سم لینی ہے۔ میرے ساتھ چلو اس لئے کہ آپ کو عربی آتی ہے اور فون کے پلان وغیرہ کے بارے میں بات میں آسانی رہے گی۔ رانا نے کہا: ''مسئلہ ای کوئی نئیں''۔ کل میں سم لے آیا تھا یہ بس سٹینڈ کے ساتھ ہی موبلی والے بیٹھے ہیں لڑکے اور لڑکیاں' وہاں سے لے لیتے ہیں۔ تھوڑی دیر ہم ہوٹل کی لابی میں بیٹھنے کے بعد اجیاد روڈ پر بس سٹینڈ جو ہمارے ہوٹل سے پانچ منٹ کے فاصلہ پر تھا کے عقب میں عارضی ٹیبل لگائے فون سم فروخت کرنے والے عربی لڑکے کے پاس پہنچ گئے۔ رانا نے انہیں کہا: ''میرے لئے سم خریدنی ہے۔ انہوں نے بتایا: ''ماہانہ ۶ جی بی ڈیٹا اور ۲۰۰ نیٹ ورک منٹ کے لئے ۱۰۵ ریال ہوں گے''۔ رانا نے مجھے بتایا کہ اس نے بھی یہی پیکیج لیا ہے۔ کاؤنٹر سیل بوائے نے سسٹم میں میرا پاسپورٹ نمبر لکھا اور انگوٹھا سکین کیا۔ چند منٹ کے انتظار کے بعد اس نے کہا: ''ٹھیک ہے'' میں نے اپنا فون دیا اور اس نے سم فکس کرنے کے بعد آنے والے ٹیکسٹ میسج کو ریپلائی کیا اور بتایا: ''جلد سروس آن ہو جائے گی''۔ ہم نے اس سے فون نمبر بارے پوچھا: ''کیا ہے''؟ اس نے فون نمبر لکھ کر دیا اور ایک سو پانچ ریال وصول کر لئے۔

واپس ہوٹل آنے کی بجائے رانا کے ساتھ حرم کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ وہاں طواف کعبہ کے ساتھ نمازِ عصر اور مغرب ادا کی جا سکے۔ حرم میں عام طور پر ظہر اور عصر کے درمیان رش نہیں ہوتا۔ زیادہ تر زائرین کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ مغرب اور عشاء وہاں ادا

کریں کیونکہ اس وقت سورج ڈھل چکا ہوتا ہے اور گرمی نہیں ہوتی۔

حرم شریف میں داخل ہوئے تو مطاف میں رش کم ہونے کی وجہ سے جانے کا موقعہ مل گیا۔ مطاف میں طواف کا اپنا سرور ہوتا ہے جب خانہ کعبہ کے در و دیوار سے آپ قریب تر ہوتے ہیں۔ اللہ کریم کی وحدانیت و پاکی بیان اور استغفار کرنے کا موقعہ نعمت عظیم ہوتا ہے۔ وہیں پر عصر کی نماز ادا کی اور پھر سے طواف کئے۔ مطاف میں طواف کا دورانیہ ۱۰ سے ۱۲ منٹ ہوتا ہے۔ اس لئے میں تو اللہ کریم کی دی توفیق اور طاقت سے موقعہ ملنے پر مطاف میں دو سے تین طواف کر لیتا تھا۔ نوافل کی ادائیگی کے بعد وہیں صحن میں بیٹھ کر دُعائیں کرنے اور خانہ کعبہ کو دیکھنے کا ثواب سمیٹتے ہوئے مغرب کی اذان اور پھر با جماعت نماز ادا کرنے کے بعد سرشار واپس ہوٹل کا رُخ کیا۔ رانا اپنی دھن میں پتہ نہیں کدھر نکل گئے تھے۔ ہوٹل پہنچ کر دیکھا تو وہ میس میں کھانے کی میز پر پاؤں کرسی پر رکھے کھا رہے تھے۔ مجھے دیکھتے ہیں بآواز بلند پکارے۔ ''اوئے آ گئے آؤ چلو کھاؤ کھانا''۔

✧✧✧

وہیل چیئر کے حصول میں آسانی

میس میں کافی خواتین وحضرات کھانے میں مصروف تھے اور تینوں ٹریول ایجنسی کے منتظمین بھی ایک ٹیبل پر بیٹھے کھانا کھاتے ہوئے اپنے معاملات بارے بات چیت بھی کررہے تھے۔ میں ان کی ٹیبل پر خالی جگہ پا کر بیٹھ گیا۔ ہر ٹریول ایجنسی سے کم از کم دو لوگ ساتھ آئے ہوئے تھے۔ ان میں سے کئی تو ۳۰ سے زائد حج بھی کر چکے تھے۔ مطلب یہ کہ وہ اتنے سالوں سے حج وعمرہ کے بزنس میں تھے۔ وزارت حج و مذہبی امور کے قواعد وضوابط کے تحت اگر پرائیویٹ حج ٹور آپریٹر کے گروپ میں ۵۰ افراد ہوں تو آپریٹر کی طرف سے راہنمائی اور دیکھ بھال کے لئے ایک آدمی ساتھ ہوگا اور اگر ۵۰ سے زائد ۱۰۰ تک کا گروپ ہوگا تو دو افراد کا ساتھ جانا لازمی قرار دیا گیا ہے۔

میری اہلیہ بھی دیگر خواتین کے ساتھ جب کھانا کھا چکیں تو ہم واپس اپنے کمروں میں آ گئے اور اس سے قبل صبح نماز جمعہ کے لئے جانے کے پروگرام پر بات چیت بھی کی۔ ہمیں بتایا یہی گیا تھا کہ نماز جمعہ کے لئے جلدی حرم شریف پہنچیں گے تو اندر جگہ ملے گی ورنہ باہر دھوپ، صحن یا پھر سڑک کنارے جگہ ملتی ہے۔ کئی مرتبہ تو راستے بند بھی کر دیئے جاتے ہیں۔ اہلیہ کے پیدل چلنے میں مسائل کی وجہ سے حرم شریف تک جانے کے لئے ہمیں وہیل چیئر درکار تھی۔ حرم کے گرد وہیل چیئر اپنا شناختی کارڈ جمع کروانے پر مل جاتی ہے مگر یہ انتظام ہمیں ''سوٹ'' نہیں کرتا ہے۔ اصل مسئلہ ہوٹل سے حرم جانے اور وہاں سے واپس آنے کا تھا۔ میں نے عبدالرحمٰن سے پوچھا: ''تم نے وہیل چیئر کہاں سے لی''؟ تو اس نے بتایا کہ ہوٹل کی چھت پر وہیل چیئر اور فولڈنگ چیئرز پڑی ہیں۔ اسے بھی

ہوٹل کے ملازم نے بتایا تھا تو وہاں سے لے آیا جس پر وہ اپنی والدہ کو حرم لے کر جاتا ہے۔عبداللہ تو اپنی والدہ کے لئے وہیل چیئر پاکستان سے لے کر آیا تھا۔عبداللہ اور اس کی والدہ پوری طرح ''لیس'' ہو کر اس مرتبہ بھی حج پر آئے تھے۔ میں اسی وقت ۱۳ویں فلور پر پہنچا جو ہوٹل کی چھت تھا۔ وہاں دیکھا تو ایک کونے میں وہیل چیئر اور فولڈنگ چیئرز بے ترتیب پڑی تھیں۔ الٹ پلٹ کر دیکھا تو ایک برانڈ نیو وہیل چیئر مل گئی جس میں بریکس بھی تھیں۔ وہیل چیئر پا کر ایک اطمینان ہوا کہ بہت بڑا مسئلہ حل ہو گیا۔ اسے نیچے لا کر صفائی کی اور اہلیہ کو بتایا تو وہ بہت خوش دکھائی دیں۔ میں نے کہا: ''وہیل چیئر کو اپنے کمرے میں پارک کر لیں زیادہ محفوظ رہے گی''۔ عبدالرحمٰن نے بھی وہیل چیئر ہمارے بیڈ روم میں اپنے بیڈ کے ساتھ فولڈ کر کے لگا رکھی تھی۔ دروازے کے باہر کھڑی کرنے کا مطلب یہ تھا کہ کوئی بھی اسے اُٹھا کر لے جا سکتا ہے۔عبداللہ کی وہیل چیئر بھی ساتھ والے کمرہ میں اس کی والدہ کے بیڈ کے ساتھ رکھی جاتی تھی۔

صبح الحمدللہ نمازِ فجر کے لئے بیدار ہوئے اور جلدی جلدی وضو اور دو رکعت سنت ادا کر کے ہوٹل سے سوئے حرم روانہ ہوئے۔عبداللہ اور عبدالرحمٰن کی والدہ انہیں دروازے پر دستک دے کر جگا چکی تھیں اور وہ بھی لفٹ پر نیچے جانے کے لئے کھڑے تھے۔ مطاف میں نمازِ فجر ادا کی اور خانہ کعبہ کے طواف کا شرف حاصل کیا۔ دُعائیں اور استغفار کرنے کے بعد ہوٹل واپس آ کر ناشتہ کیا۔ میس میں سب سے سلام دُعا اور گپ شپ ہوئی۔ رانا صاحب میس میں بیٹھے ہر آنے والے پر نظر رکھتے تھے اور کوئی نہ کوئی جملہ کس دیتے تھے۔ پہلے تو حضرات زیادہ اہمیت یا توجہ نہیں دیتے تھے۔ جب انہوں نے کسی کو انکل یا پھر بابا جی کہہ کر پکارنا شروع کیا تو کچھ لوگ ان سے کنی کترانے لگے۔ رانا صاحب کا رویہ وہی لاہور کے گلی محلے والا تھا اور معلوم پڑتا تھا کہ وہ سنجیدگی سے حج کرنے نہیں آئے ہیں۔ میں نے نوٹ کیا کہ بعض حضرات ان کی مسلسل اِدھر اُدھر کی طنزیہ گفتگو سے ان کی ٹیبل پر بیٹھنے سے احتراز کرتے تھے۔ حالانکہ رانا صاحب خود ہی آخر میں ''اللہ خوش رکھے'' کہہ کر ماحول کو بہتر کرنے کی کوشش بھی کرتے تھے۔

حرم کعبہ میں اوّلین نماز جمعہ کی ادائیگی

ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد رانا نے پوچھا: ''آج جمعہ کا کیا پروگرام ہے اور کیسے جائیں گے''؟ میں نے بتایا: ''ہم نے تو وہیل چیئر کا انتظام کرلیا ہے''۔ انہوں نے پوچھا: ''کہاں سے ملی وہیل چیئر''؟ میں نے ہوٹل کی چھت پر پڑی چیئرز کا بتایا تو وہ کہنے لگے: میں ابھی جا کر دیکھتا ہوں۔ میں کمرے میں جا کر لیٹا ہی تھا کہ رانا صاحب اندر داخل ہوئے اور باآواز بلند بتانے لگے کہ ایک وہیل چیئر لے آیا ہوں اور باہر کھڑی کردی ہے۔ چلو یہ مسئلہ بھی حل ہوا' بیگم کو لے کر جمعہ کی نماز کے لئے حرم جاؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنے بیڈ پر دراز ہو گئے۔ عبداللہ نے کہا: ''رانا صاحب اب خاموش ہو جائیں گے چند گھنٹے سو لینے دیں پھر جمعہ کے لئے جلدی اُٹھنا ہے''۔ رانا نے جواباً کہا: ''ٹھیک ہے مفتی صاحب تابعدار ہیں آپ کے''۔

ہمارا مکہ مکرمہ میں پہلا جمعہ تھا اور بڑا اشتیاق تھا کہ حرم کے اندر نماز جمعہ ادا کی جائے۔ اسی لئے ہم ۹ بجے سے پہلے ہی ہوٹل سے نکل کھڑے ہوئے۔ اب وہیل چیئر کی وجہ سے مطاف میں داخلہ ممکن نہیں تھا۔ جیسے ہی باب العزیز سے اندر داخل ہوئے کعبۃ اللہ پر نظر پڑی' دُعا مانگی کہ اللہ تو کتنا مہربان ہے ہمیں اپنے گھر بلایا اور یہ سعادت بخشی۔ ہمیں پہلی منزل کی طرف بھیج دیا گیا۔ ابھی پہلی منزل پر اتنا رش نہیں تھا لہٰذا ہم نے طواف شروع کردیا اور دُعائیں پڑھتے ہوئے الحمد للہ! طواف کے سات چکر مکمل کر لئے۔ اہلیہ کبھی کبھار خواہش کرتی کہ وہ خود سے چل کر طواف کرنا چاہتی ہے تو ہم رُک جاتے اور جب وہ تھک جاتیں تو وہیل چیئر پر براجمان ہو جاتیں۔ یہ اللہ کریم کی توفیق

سے ہی ممکن تھا کہ لمبے فاصلے چلنے کی عادت نہ ہونے کے باوجود پہلی منزل پر بھی طواف کے سات چکر جن کا مجموعی فاصلہ کم وبیش ۴ کلومیٹر بنتا ہے ایک گھنٹے میں مکمل کر لیتے تھے۔ مطاف میں طواف کے سات چکر کا اوسطاً فاصلہ ایک کلومیٹر ہوتا ہے اور یہ زیادہ سے زیادہ بارہ منٹ میں مکمل کرنے کی استطاعت بھی رب کریم کی دی ہوئی تھی۔

جمعہ کی نماز کے لے حرم کے اندر خواتین وحضرات کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا اور بالآخر وہ لمحہ بھی آ گیا جب پہلی اذان ہوئی اور زائرین نے مختلف جگہوں پر بیٹھنے کے لئے پوزیشن لینا شروع کر دی۔ چونکہ ابھی طواف جاری تھا' اس لئے چلنے والے خواتین وحضرات کے لئے دائرہ تنگ ہونا شروع ہوگیا۔ ڈیوٹی پر کھڑے سیکیورٹی اہلکاروں نے کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے خواتین وحضرات کو وہاں سے ہٹانا شروع کر دیا۔ ایسے میں وہ سرعا، طریق، چلو، آگے جاؤ جیسے الفاظ بولتے ہوئے ہاتھوں سے تالی بھی بجا کر متوجہ کرتے ہیں۔ حاجی اور حجہ کے الفاظ سے تخاطب تو عام ہے۔ ان کے ساتھ کچھ معاونین ایسے بھی عربی لباس میں آ گئے تھے جو کبھی کبھار اُردو کے لفظ بولتے تھے۔ انہوں نے عورتوں، مردوں کو الگ کرنے، پلاسٹک کے پارٹس سے دیوار بنا کر فیتہ سے راستوں کو بند کرنا شروع کر دیا۔ اہلیہ کو میں نے عورتوں کے لئے حصہ میں وہیل چیئر پر ایسی جگہ بٹھایا جہاں سے انہیں کوئی ہٹا نہ سکے۔ خود ساتھ ہی مردوں کے حصہ میں جگہ پر اپنا فولڈنگ جائے نماز بچھا کر بیٹھ گیا تاکہ نماز کے اختتام پر اکٹھے نکلنے میں مشکل نہ ہو۔

جب آپ حرم کے اندر موجود ہوں تو بیرونی مناظر آپ صرف وہاں لگے کیمرہ کی سکرین پر دیکھ سکتے ہیں جن میں آپ کو حرم کے گردونواں میں کوئی جگہ زائرین سے خالی نہیں دکھائی دے گی۔ خطبہ جمعہ ہوا اور باجماعت نماز جمعہ کا اپنا ہی لطف تھا۔ لطف کیوں نہ آئے جب کعبۃ اللہ رب ذوالجلال کا گھر آپ کے سامنے ہو۔ جس کا تصور اور سمت کا تعین کر کے آپ نماز میں اس کے سامنے حاضر ہو کر نعمتوں پر سجدہ شکر بجالاتے رہے ہوں۔ آج حقیقت میں اپنی آنکھوں کے سامنے اس منظر کو دیکھ پائیں۔ بلاشبہ یہ بہت

بڑی سعادت اور نعمت بے مثال ہے۔

حرم میں جمعہ کی ادائیگی کے بعد شادمانی کے عالم میں خروج کے راستوں سے بغیر کسی دھکم پیل گھوم کر حرم کے داخلی دروازے باب عبدالعزیز کے ساتھ باہر نکل آئے۔ ہر طرف سرہی سر اور دھوپ کی چھتریاں اور ہلچل سے بہت بھلا منظر تھا۔ ہمارا ہوٹل چونکہ زیادہ دور نہیں تھا اس لئے کوئی بھاگ دوڑ کی ضرورت نہیں ورنہ جو خواتین و حضرات عزیزیہ شوقیہ کے علاقوں میں ٹھہرے ہوئے تھے انہیں ہمارے ہوٹل کے پاس بس سٹینڈ سے بس میں سوار ہونا پڑتا تھا' جو انہیں رہائش گاہ تک لے کر جاتی تھیں۔ راستے میں مختلف چھوٹے ٹرکس میں پینے کے پانی کی ٹھنڈی بوتلیں رضا کار بلا کر دے رہے تھے۔ ان کے علاوہ وہاں کچھ ریفریجریٹر بھی لگائے گئے تھے جن سے آپ خود بھی پانی کی جتنی بوتلیں چاہے لے سکتے تھے۔ افریقی ممالک کی خواتین کے ڈھنگ بھی نرالے ہوتے ہیں کچھ تو اپنے سر پر پانی کی ۱۲ یا ۲۴ چھوٹی بوتل والے ''پیکٹ'' اُٹھا کر چلتی پھرتی دکھائی دیتی تھیں۔

آج گرمی نسبتاً زیادہ تھی اور راستے سے پانی کی بوتل سے پیاس کا بندوبست کرتے ہوئے ہم جب ہوٹل کے دروازے پر پہنچے تو تھکاوٹ ہوگئی۔ باہر گہرا سانس لیا اور ہمت کر کے ہوٹل کی لابی میں داخل ہوگئے۔ ویل چیئر کو فولڈ کر کے اندر لے گئے تو ایئر کنڈیشننگ میں بہت اطمینان محسوس ہوا۔ اب میس میں جا کر دوپہر کے کھانے کا مرحلہ تھا۔ وہاں پہنچے تو خواتین و حضرات کا رش تھا۔ ہمیں بھی ٹیبل پر جگہ مل گئی اور سیر ہو کر کھانا کھایا۔ اس دوران ساتھیوں سے گپ شپ بھی ہوئی۔ اہلیہ تو دیگر خواتین کے ساتھ کمرے میں آرام کے لئے چلی گئیں مگر میں نے رانا اشرف سے کہا: ''میرا فون نہیں چل رہا اس کا کچھ کریں؟ مجھے کہنے لگے کہ آپ کو چاہئے تھا کہ وہیں کال اور نیٹ چیک کر کے آتے۔ میں نے وہیں کال کر کے تسلی کر لی تھی۔ خیر چل کر بات کرتے ہیں۔

✧✧✧

فون سم کے چکر میں رقم سے ہاتھ دھو بیٹھے

چائے کا دور ختم کرنے کے بعد کچھ تازہ دم ہوئے تو رانا نے کہا: چلو چلتے ہیں وہ فون کاؤنٹر والے ’’بچے‘‘ واپس آ گئے ہوں گے نماز سے فارغ ہو کر کیونکہ نماز کے لئے کاؤنٹر بند کرنے ہوتے ہیں۔ ہوٹل سے باہر نکلے تو رانا کہنے لگے کہ میں نے اپنی مسز کے لئے بھی سم لینی ہے۔ ہم چند منٹ میں وہاں پہنچ گئے تو میں نے رانا کو کہا: ’’کل والا لڑکا تو ہے نہیں اس کاؤنٹر پر‘‘۔ اب آپ خود ہی عربی زبان میں انہیں بتاؤ کہ کیا مسئلہ ہوا ہے؟ کل ہم نے انہیں ایک سو پانچ ریال دیئے تھے اور اس نے کہا تھا کہ تھوڑی دیر تک پیکیج آن ہو جائے گا۔ رانا نے اس سے بات کی۔ مصیبت یہ ہے کہ یہ سیلز بوائے یا گرلز خدا معلوم۔ انگلش سمجھتے ہیں یا نہیں حتیٰ کہ اُردو سمجھنے سے بھی پیدل ہوتے ہیں۔ لڑکے نے کہا ٹھیک ہے اسے اپنا نمبر بتایا اور اس نے ڈیوائس سے تصدیق کے بعد کچھ دیر انتظار کا اشارہ کیا۔ پھر اس نے میرے فون سے ٹیکسٹ کورسپانڈ کیا۔ پھر اس نے مجھے کہا Done تو میں نے شکریہ کہا۔

اس نے جب مجھے ایک سو پانچ ریال دینے کا کہا تو میں حیران رہ گیا اور کہا: ’’کل ہم نے پےمنٹ کی اور پیکیج چل نہیں رہا تھا۔ اس لئے تمہارے پاس آئے تھے‘‘۔ اس دوران رانا دوسرے کاؤنٹر پر اپنی مسز کے لئے سم کی کوشش میں لگا تھا۔ جب میں نے رانا کو بتایا: ’’یہ دوبارہ رقم مانگ رہا ہے‘‘۔ رانا نے اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر پتہ نہیں رانا کون سی عربی بول رہا تھا کہ یہ عربی کاؤنٹر سیلز بوائے ٹس سے مس نہ ہوا۔ اس نے میرا موبائل فون چھین لیا اور اس میں سے سم نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔ بڑی پریشان کن صورت حال تھی۔ چھینا جھپٹی کا ماحول تھا۔ عربی کو معلوم نہیں تھا کہ میرے فون سے سم کیسے

نکلے گی تو اس نے میرا فون ہی دراز میں رکھ لیا۔ میں نے اسے کہا: ''لاؤ میں سم نکال کر دیتا ہوں''۔ اس نے سم اپنے قبضہ میں لے لی اور ہم خالی ہاتھ ہو گئے۔ دراصل اس نے سم میں بیلنس لوڈ کر لیا تھا اس لئے وہ رقم دوبارہ مانگ رہا تھا۔ رانا جس کو میں بطور ترجمان لے کر آیا تھا آئیں بائیں شائیں کرتا رہا مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ ساتھ ہی بس سٹینڈ پر ایک وردی والا موٹا عربی کھڑا تھا۔ میں نے رانا کو کہا: ''اسے ماجرا بتاؤ شاید یہ ہماری کوئی مدد کرے ورنہ ہمارے تو 105 ریال گئے''۔

رانا نے اس شرطے کو تفصیل بتائی تو اس نے عربی کاؤنٹر سیلز بوائے کو بلایا اور پوچھا: ''کیا مسئلہ ہے''؟ لڑکے نے جواباً عربی میں اسے جو کچھ بتایا اسے شرطے نے تسلیم کر کے ہمیں چلتا کیا کہ یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ یہ ایک طرح سے ہمارے ساتھ فراڈ ہو گیا تھا اور اس میں زبان کا عمل دخل زیادہ تھا۔ بدقسمتی یہ تھی کہ رانا کی عربی اور تیز طراری پر بھروسہ کے باوجود ایک سو پانچ ریال کا چونا لگ گیا۔ رانا نے کہا: ''میں اپنی مسز کی سم تو لے لوں لیکن نمازِ عصر کا وقت بھی ہو رہا تھا۔ ان کاؤنٹر والے عربی لڑکوں نے چالاکی یہ کی کہ میرے نام سے ایکٹو سم جو انہوں نے چھین لی تھی رانا کو دے دی اور اس سے ایک سو پانچ ریال وصول کر لئے۔ اس بارے عقدہ اس وقت کھلا جب میں نے کسی اور کمپنی کی سم کے لئے اگلے دن کوشش کی۔

عزیزم عبدالغفار عمران جو آج کل مدینۃ المنورہ میں روزگار کے سلسلہ میں مقیم ہیں کو جب میں نے سم پر دھوکہ دہی کا قصہ سنایا تو انہوں نے کہا: ''آپ نے موبلی کی بجائے زین کی سم لینی ہے کیونکہ زین کی کوریج بہت اچھی ہے''۔ اگلے دن مغرب کی نماز کے بعد عبدالغفار عمران کی ہدایت پر زین کی آؤٹ لٹ پر گیا تو وہاں لائن لگی تھی۔ ٹوکن سے باری پر اندر گیا تو کاؤنٹر پر بیٹھے عربی انگریزی بھی سمجھتے اور بولتے تھے۔ اس نے میرے پاسپورٹ نمبر سے چیک کیا تو پتہ چلا کہ میرے نام سے سم جاری ہوئی ہے۔ میں نے اسے کہانی بتائی تو اس نے کہا: ''سم ایکٹو ہے''۔ اب مجھے بڑی حیرت کہ سم میں استعمال کر نہیں رہا تو ایکٹو کہاں ہے؟ مجھے تو علم ہی نہیں تھا اور نہ رانا نے کوئی بات کی تھی کہ میری سم وہ لے چکا ہے۔

موبلی فون سم کی منسوخی میں خواری

موبلی سنٹر کے عربی نے بتایا: ''مجھے پہلی سم کینسل کرنا ہوگی اور اس کے لئے آٹو میٹک مشین لگی ہے وہاں اپنے فون نمبر، پاسپورٹ نمبر اور انگوٹھے کے نشان سے کوشش کروں''۔

میں نے ایسا کیا تو انگوٹھے کے نشان پر گڑبڑ ہوگئی اور میسج آیا کہ اس کے لئے کسٹمر سروس سے رابطہ کروں۔ میں نے دوبارہ اسی نمائندے کو بتایا تو اس نے کہا: ''میں کینسل کر دیتا ہوں مگر اس کے لئے چوبیس گھنٹے درکار ہوں گے''۔ میں واپس آ گیا۔ اگلے دن مغرب کے بعد میں زین کے آفس گیا تو مجھے اندازہ تھا کہ چوبیس گھنٹے ہو گئے ہیں۔ ٹوکن دینے کے لئے پینڈو سا ایک عربی لڑکا وردی پہنے کھڑا تھا اور اندر جگہ ہونے کے باوجود جب اس کا دل چاہتا باہر دروازے پر روک لیتا اور عربی بولنے کے سوا بالکل فارغ تھا۔ گھنٹہ بھر وہاں لگا جب اندر کاؤنٹر پر باری آ گئی تو کسٹمر سروس کا یہ عربی بندہ انگریزی بولتا تھا اور مزاج کا بھی بہتر آدمی لگا۔ جب اس نے پیکیج کارڈ دکھایا تو میں نے ایک پلان سے متعلق ہاں کی جو ۸۰ ریال کا تھا اور ڈیٹا موبلی جتنا ہی تھا۔ جب اس نے میرے حج کارڈ سے پاسپورٹ نمبر اور انگوٹھا سسٹم میں سکین کیا تو اس نے فوراً پوچھا: ''آپ کے پاس پہلے سے سم ہے۔ میں نے بتایا: ''تھی مگر کل میں نے اسے موبلی کے آفس سے کینسل کروا دیا تھا اور اسے چوبیس گھنٹے بھی ہو گئے ہیں''۔ اس نے معذرت کی کہ جب تک پہلی سم کینسل نہیں ہوگی نیا نمبر نہیں لے سکتے۔ بہت مایوسی ہوئی اور وہاں سے نکل کر ساتھ ہی موبلی کے آفس میں پھر ٹوکن اور اندر جانے کی وہی مشقت اور خواری کے بعد

کاؤنٹر پر عربی کو بتایا: ''یہ میری سم ابھی کینسل نہیں ہوئی کل بھی آ کر میں نے اس بارے درخواست کی تھی۔ مہربانی کر کے اسے کینسل کر دیں تا کہ نئی سم لے سکوں''۔ اس نے کہا ٹھیک ہے میں دوبارہ سم کی منسوخی کے لئے سسٹم میں ڈال دیتا ہوں۔ اس کی بات پر یقین کر کے باہر آ گیا مگر ذہن پر عجیب بوجھ تھا کہ کس مصیبت میں پڑ گئے ہیں؟

میں نے ہوٹل آ کر رانا کو بتایا: ''عجیب بندے ہیں۔ دوسری بار سم کینسل کروانے گیا ہوں مگر کوئی اعتبار نہیں کہ ہوئی بھی یا نہیں۔ رانا کہنے لگا یہاں ایسے ہی ہے مگر میرا اور مسز کا نمبر تو ٹھیک چل رہا ہے۔ مجھے اپنے لوکل فون نمبر سے رابطہ میں پریشانی کا سامنا اس لئے نہیں تھا کہ اہلیہ کو وہیل چیئر پر ہوٹل سے باہر حرم میں جس گیٹ کے سامنے خواتین کے ایریا میں بٹھا کر آتا تھا وہیں ان کو مل لیتا تھا اور اکٹھے واپس آ جاتے تھے۔ لیکن گذشتہ روز اہلیہ کو میں نے موبلی کی بجائے دوست کی ہدایت پر زین کی سم لے دی تھی۔ جب اس نے موبلی کی سم میرے نام ہونے پر مجھے نئی سم دینے سے معذرت کر لی تھی۔ رانا نے اگلے دن مجھے ناشتہ کے دوران بلند آواز میں شکوہ کیا کہ آپ نے اپنی سم خواہ مخواہ بند کروانے کے لئے اتنی بھاگ دوڑ کی۔ وہ سم میری مسز کے فون میں تھی اور اب اس پر سروس نہیں آ رہی۔ ایک طرح سے وہ ناراض ہو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ میرے ساتھ تو دھوکہ ہو چکا تھا اور رقم بھی ضائع ہو گئی تو میں کیا کرتا؟ وہ بولے کہ وہی سم کاؤنٹر بوائے نے ان کی مسز کے فون میں ڈال کر ایکٹو کر دی تھی۔ ورنہ رانا پہلے ''میسنے'' بن کر پھر رہے تھے۔

ہوٹل میں وائی فائے تھا اور مشکل یہ تھی کہ اوپر ساتویں منزل پر سگنل نہیں تھے۔ اس لئے لابی میں بیٹھ کر میسنجر یا ''ای مو'' سے عزیز و اقارب اور دوستوں سے حسب ضرورت بات کر لیتے تھے۔ سعودی عرب میں ٹیکسٹ پر واٹس ایپ سے بات ہو سکتی ہے مگر وائس کال ممنوع ہے۔ چونکہ زیادہ تر احباب واٹس ایپ پر تھے لہٰذا اس کا توڑ یہ نکالا کہ VPN ڈاؤن لوڈ کر لیا۔ اس سے بھی وائس کال کی سہولت حاصل ہو گئی تھی۔

میں نے کچھ دن اور انتظار کیا کہ کوئی بات نہیں فون سم لے لیں گے۔ اہلیہ کی ای مو سے بات ہو جاتی تھی۔ ہمارے حج کے مناسک پر روانہ ہونے سے پہلے ان کا ڈیٹا پیکیج ختم ہو گیا تو میں نے عبدالرحمٰن سے معلوم کیا کہ اب کیا کریں؟ اس نے بتایا کہ زین کے آفس جائیں وہ آپ کو ڈیٹا پیکیج لوڈ کر دیں گے۔ اگلے دن مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد اہلیہ کے ساتھ زین آفس گیا تو میں نے انہیں اپنی سم کی ''رام کہانی'' سنائی۔ اس نے کہا کہ آپ کے نام سم کینسل ہے مگر پھر بھی میرے انگوٹھے کی تصدیق کا مسئلہ وہیں پر تھا۔ وہ اسے سسٹم کی گڑبڑ کہہ رہا تھا تو میں نے پوچھا: ''میری اہلیہ کے نام پر دوسری سم جاری ہو سکتی ہے؟'' تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ میں نے جھٹ سے اسے کہا: ''ایک جاری کر دو''۔ یہ مرحلہ مکمل ہوا اور مجھے سم مل گئی۔ جسے میں نے مہینہ ختم ہونے تک استعمال میں رکھا اور دوبارہ لوڈ کروانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔

✦ ✦ ✦

حج کا فلسفۂ جہاد

صبح کے ناشتے پر کچھ حضرات نے اعتراض کر دیا کہ چنے ٹھیک طرح سے پکے نہیں اور پراٹھے بھی اچھے نہیں ہیں۔ منتظمین نے اس صورت حال میں ان سے عرض کی کہ ہم مین کچن میں انچارج کو اس بارے میں آگاہ کریں گے۔ اُمید ہے آئندہ اس طرح کا کھانا نہیں آئے گا ورنہ ہم واپس بھیج دیں گے۔ مگر بڑبڑ جاری رہی اور ان حضرات نے کچھ اور لوگوں کو بھی ہم نوا بنالیا۔ ادھر منتظمین بھی ''مطمئن پریشان'' تھے کیونکہ یہ ان کے لئے کوئی پہلا واقعہ نہیں تھا۔

دوپہر کے کھانے پر دوسرے گروپ سے ہمارے حج کے ساتھی محمد حنیف گل سے ملاقات ہوئی کیونکہ وہ کھانے پر کم ہی نظر آتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہوئے تو وہ ٹیبل پر موجود تھے۔ ان سے سلام دُعا ہوئی۔ مجھے علم تھا کہ وہ بیوروکریٹ ہیں اور لاہور میں ریلوے کے ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ ان کی اہلیہ کہکشاں آپی کی میری اہلیہ سے تعارف و دوستی ہوگئی تھی اور وہ ان کے کمرہ میں خاص طور پر ملنے اور گپ شپ کرنے بھی آجاتی تھیں۔ مجھے ذاتی طور پر حنیف بھائی سے بات چیت کا موقع آج ملا تھا۔ انہوں نے بتایا: ''وہ کھانا میس میں ہمارے ساتھ اس لئے نہیں کھاتے کہ یہ بہت گریسی ہوتا ہے اور وہ کھانے کے معاملے میں بہت احتیاط کرتے ہیں۔ زیادہ تر پھل اور جوسز وغیرہ لیتے ہیں یا پھر اپنی مرضی کا کھانا باہر سے جب بھی بھوک لگتی ہے کھا لیتے ہیں''۔ انہوں نے بتایا کہ دراصل حج کے مقاصد کچھ اور ہیں۔ جن سے متعلق عموماً ہم غور و خوض نہیں کرتے۔ ان کا کہنا تھا کہ حج جہاد کی تیاری کا حصہ ہے اور اس کے مناسک میں رات کو

خیموں میں قیام، پھر میدانِ عرفات میں پورا دن گذارنا، دُعائیں کرنا، مغفرت طلب اور پھر وہاں سے مزدلفہ کا سفر اور وہاں کھلے آسمان تلے رات گذارنا، وہاں سے پیدل منیٰ جانا، ایسے سب اعمال اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو ذہنی اور جسمانی لحاظ سے خود کو فٹ رکھنا ضروری ہے تاکہ کسی بھی ناگہانی صورت حال سے عہدہ برآ ہوا جاسکے اور سال میں ایک بار یہ ریہرسل جہاد کے لئے تیاری کا حصہ ہی تو ہے۔

برادرم حنیف گل کا بیان کردہ یہ فلسفہ حج عام طور پر علماء کرام اور مفتیان بیان نہیں کرتے۔ ان کے ہاں حج کا فلسفہ اور مقاصد کچھ اور بیان کئے جاتے ہیں۔ مجھے ان کے استدلال سے اختلاف اس لئے نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے یقیناً اس بارے بے شمار کتب پڑھ کر تحقیق سے یہ فلسفہ سمجھا اور ہمارے سامنے بیان کیا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ ہم ایک دوسرے سے بات چیت کر کے سیکھ سکتے ہیں۔ میرا اپنا نظریہ ہے کہ اسلام کی تعلیمات اور فلسفہ کو سمجھنے کے لئے مختلف مکتبہ فکر کے مولویوں، علماء کرام اور مشائخ عظام سے زیادہ ''سکالرز'' کی ضرورت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم برصغیر میں رائج اسلام اور پیروی کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ ہمارے ہاں عام تاثر بھی یہی پایا جاتا ہے کہ برصغیر کے لوگوں نے اسلام کو بہت باریک بینی سے اپنے اوپر طاری کیا ہے۔ معلوم نہیں یہ ''باریک بینی'' ہمیں کہاں لے گئی ہے؟ اس میں منبر و محراب کا اثر و رسوخ، پیروں، فقیروں کی تابعداری، توہمات کے زیر سایہ زندگی، خانگی و خاندانی معاملات میں ذات پات اور برادری پر فخر و کمتری، خواتین کے حقوق اور شادی کے معاملات کی سختیاں اور رسومات، جہالت کے فروغ کو اسلام سے جوڑنا اس خطہ میں صدیوں سے موجود ہے۔ بہت سی ''دکانداریاں'' جو اسلام کے نام پر ہیں اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے جدید حربے بھی اختیار کر رہی ہیں۔ پروفیسر احمد حسن دانی کے مطابق برصغیر کا اسلام Subcontinent version of Islam باقی دنیا سے جدا ہے۔ جس میں ہندو ازم کی بے شمار رسومات، توہمات اور خرافات ثقافتی طور پر شامل ہو چکی ہے۔ عوام الناس

نے انہیں عملاً بطور مسلمان بھی قبول کرلیا ہے۔ٹوپی کے بغیر نماز نہ ہونا، امام کے لئے داڑھی کی شرط، استاد کے بغیر قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرنا، حلال وحرام کمائی وخوراک کے بارے فتوؤں کا اجراء اللہ تعالیٰ سے وسیلوں کے ذریعے مانگنا، قصہ نور بشر اور نبی کریمؐ کی عظمت وتعظیم اور ان کی سماعتوں کے معاملات میں اختلاف ایسے بے شمار موضوعات ہیں جن پر اس برصغیر میں کوئی اتفاق رائے یا اتحاد کے سلسلہ میں صدیوں بعد بھی امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔

بیرونی دنیا میں اسلام کو سمجھنے اور اس کے شعار پر عمل کے معاملہ میں ہمارے خطہ جیسی پابندیوں اور فتوؤں کی بجائے قرآن وسنت کی روشنی میں آسانیوں پر بات کی جاتی ہے۔اعمال کا دارومدار جب نیتوں پر ہوتا ہے تو نیت کے خلوص اور پاکیزگی پر اعمال و شعار کی بنیاد رکھنے کی بات ہوتی ہے۔ اسلامی سکالرز، نیت، روح اور نفس کی پاکیزگی کے ساتھ اللہ کی عبادت، حضورؐ سے محبت اور ان کی سیرت اور عمل پر زور دیتے ہوئے ماں، باپ، بیوی بچوں اور رشتہ داروں حتیٰ کہ پڑوسیوں کے حقوق کی بالخصوص بات کرتے ہیں۔ یقینا حقوق العباد کا بہت بڑا مرتبہ ہے۔اللہ کی مخلوق کو نفع اور ایذا دینے کے معاملہ میں قرآن نے بڑی تاکید کی ہے۔یہی وہ بنیاد اور اعمال ہیں جن سے غیر مسلم متاثر ہوتے ہیں۔قرآن اسی انداز میں ان کے سوالوں کا جواب دیتا ہے۔ حالیہ دنوں میں سوشل میڈیا کے ذریعے ایسی بے شمار مثالیں اور آپ بیتیاں سامنے آئی ہیں کہ کیسے غیر مسلم خواتین وحضرات، قرآن اور اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہوئے اور مسلمان ہوگئے۔ پیدائشی مسلمانوں کے مقابلہ میں ایسے اسلام قبول کرنے والے خواتین و حضرات کا درجہ ایمان اور اسلام پر عمل سے متعلق سمجھ بوجھ کہیں جامع اور ارفع ہوتی ہے۔

✧✧✧

چائے کی طلب اور ''ایہہ تے فیر ہے''

حنیف گل بھائی نے اپنے سپورٹس اور فٹنس کے شوق بارے بھی ذکر کیا اور جب میں نے باتوں باتوں میں اپنی اہلیہ کو حج کے مناسک وہیل چیئر پر کرانے کا ذکر کیا تو انہوں نے اپنے تعاون کی پیشکش بھی کردی کہ جہاں ضرورت ہوگی وہ حاضر ہیں۔ وہیل چیئر کے لئے مدد کے معاملہ میں انہوں نے کہا: ''آپ بے فکر ہو جائیں۔ ہم آپ کی مدد کریں گے''۔ اس ملاقات کے بعد کھانے کی نشست بھی تمام ہوئی تو رانا اشرف جو بڑی دیر سے دوسری میز پر فون پر غالباً اپنے بیٹے سے بات کر کے فارغ بیٹھے تھے مجھے اشارہ کر کے کہنے لگے: ''چلو اب کمرے میں۔ آپ بھی عجیب ہیں لمبی بات کے چکر میں پڑ گئے''۔ ان کی حنیف گل بھائی سے زیادہ شناسائی اس لئے نہیں تھی کہ وہ میس میں کھانے پر کم ہی آئے تھے۔ میں نے انہیں بتایا: ''کوئی ضروری بات ہو رہی تھی چلو چلتے ہیں''۔ انہوں نے کہا: ''رکو چائے کا ایک کپ اور بنالوں، کمرے میں جا کر پیئوں گا''۔ میں نے طنزاً کہا: ''ٹھیک ہے جناب آپ اس میس کے مالک ہیں''۔ آپ سے ہر بندہ ڈرتا ہے۔ چاہیں تو چائے والا برتن اُٹھا کر کمرے میں لے جائیں۔ رانا صاحب خوش ہو گئے اور کہنے لگے ''ایہہ تے فیر ہے''۔

اللہ اور اس کے رسول ؐ کی اس سرزمین مکہ مکرمہ اور وہ بھی حدود حرم میں ہمارے ایسے خوش قسمت مہمانوں کے لئے موقعہ ہوتا ہے کہ اللہ کی حمد و ثناء، شکر اور مغفرت کی تسبیح کا کوئی لمحہ یا موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے لیکن یہ توفیق بھی اس ذات باری تعالیٰ سے ہی ملتی ہے کہ آپ ذہنی و جسمانی طور پر تندرست رہیں اور روحانی طور پر آپ کا

کنکشن بنا رہے۔ صبح پتہ چلا کہ رات کو ہمارے حج کے ایک ساتھی کو دل کے دورے کی وجہ سے ہسپتال منتقل کیا گیا ہے۔ یہ صاحب لاہور سے ہی تھے اور اپنی اہلیہ کے ساتھ حج پر آئے تھے۔ ان سے ہماری ملاقات لاہور میں حج کی تربیتی نشست و پروگرام میں ہوئی تھی کیونکہ ساتھ والی ٹیبل پر بیٹھے تھے۔ موصوف پر رعشہ کا حملہ ہو چکا تھا اور اسی وجہ سے ان کے ہاتھ بازو بالخصوص متاثر ہوئے تھے۔ ان کی اہلیہ دیکھ بھال کے لئے ساتھ تھیں۔ ان کی صحت کے حالات سے لگتا تھا کہ ان کے لئے حج کے مناسک کس قدر مشکل ہو سکتے ہیں۔ ناشتے پر سب خواتین وحضرات کو ان کی علالت کے بارے علم ہوا تو سبھی ان کی صحت یابی کے لئے دُعا گو تھے۔ ان صاحب کی حج سے دو دن پہلے علالت، ہسپتال منتقلی اور مرض کی نوعیت کے اعتبار سے غالب امکان تھا کہ وہ حج کی ادائیگی کے قابل نہیں ہوں گے۔ بعض اوقات حجاج کے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ کسی ناگہانی حادثہ یا شدید علالت کی وجہ سے وہ حج ادا نہیں کر پاتے۔ مگر آپ ان صاحب کی قسمت دیکھئے کہ ان کے ڈاکٹرز نے انہیں ایمبولینس پر حج کی اجازت دے دی۔ ان کی اہلیہ ان کے ساتھ رہیں اور ان کی طرف سے رمی یعنی شیطان کو کنکر مارنے کا عمل ادا کیا۔ حج کے بعد وہ شفایاب ہو کر ہوٹل آ گئے تھے اور باقی عرصہ ڈاکٹرز نے انہیں محدود نقل وحمل کی اجازت دی تھی۔

✧✧✧

خانہ کعبہ کو دیکھنا عبادت اور معافی کی طلب

حرم میں خانہ کعبہ کو دیکھنا عبادت قرار دیا گیا ہے۔ خانہ کعبہ کی زیارت اور طواف بہت عظیم عمل ہے۔ اس عمل میں اپنی قسمت پر فخر محسوس ہونے کے ساتھ شکر کے جذبات اُمڈ آتے تھے۔ حدود حرم کا روح پرور منظر اور پاکیزگی روئے زمین پر نہیں مل سکتی۔ دنیا بھر کے حسین مناظر اور بڑے بڑے شہروں کی چکا چوند روشنیاں اس ماحول اور کیفیت کے سامنے ہیچ ہیں بلکہ کوئی موازنہ ہی نہیں۔ خانہ کعبہ کا اعجاز ہے کہ ہر ایک حدود حرم میں اللہ کریم کی عظمت و پاکی بیان کرتا، مغفرت و بخشش طلب کرتا نظر آتا ہے۔ یہ کتنا عظیم احساس ہے کہ ہم اس جگہ موجود ہیں جہاں حضور نبی کریمؐ پیدا ہوئے، یہ ارض عظیم جہاں ان کے قدم پڑے۔ وہ رحمت للعالمینؐ جنھوں نے اس سرزمین کو گہوارہ امن بنایا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا محبوب بنا کر عظمت و رفعت کی بلندیوں پر سرفراز کیا۔ وہ نبی مجسمؐ جن پر اللہ خود اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور ان پر ہمارا درود بھیجنا عبادت اور ذریعہ بخشش و نجات قرار دے دیا گیا۔ اللہ اکبر۔

اس سرزمین پر ہمارے ایسے گناہ گار بلائے گئے ہیں اپنی قسمت کی اس یاوری پر فخر اور شکر کے جذبات روح سرشار رہتی تھی۔ اللہ گواہ ہے کہ کبھی تھکن کا احساس تک نہیں ہوا تھا بلکہ لمبے فاصلے تک اہلیہ کی وہیل چیئر چلانے کا زندگی کا پہلا تجربہ تھا جو اللہ نے آسان کر دیا تھا۔ بے شک اسی رب العزت کی مہربانی اور فضل سے تمام آسانیاں ہیں۔ حرم میں باجماعت نماز ایسا سرور بھی کہیں اور نہیں۔ ارض و سماء میں جس گھر کی طرف رُخ کر کے نمازیں ادا کی جاتی ہوں وہ حقیقت میں آپ کے سامنے ہو تو رب دو عالم کے

حضور حاضری عجز و نیاز اور بندگی کا ماحول پانے کے لئے خود کو ''سرنڈر'' کرنا ہی یہاں موجودگی کے شرف کی معراج ہے۔ ورنہ تو لاکھوں بندگان رب کا ہجوم حرکت میں نظر آتا ہے۔ وہ ذات باری تعالیٰ کس وقت اور کس لمحے نواز دے' اپنا قرب عطا کر دے اس کا فضل اور کرم ہی سب کچھ ہے، وہ نیتیں جانتا ہے، دل کی دھڑکنیں سنتا ہے اور قلب و نظر کی حالت بدلنے پر اختیار رکھتا ہے کیونکہ وہی وحدہٗ لاشریک اور قادر مطلق ہے۔ ہم اس کے خاکی بندے جس نیت کے ساتھ اس کے گھر آئے ہیں وہ رب اس سے بھی زیادہ ہم پر کرم کے لئے مائل رہتا ہے۔ ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے۔ اپنے ذکر اور یاد کو پسند کرتا ہے بندوں کی زبان سے۔ خود فرماتا ہے: ''تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ تم میرا شکر ادا کروں میں تمہیں اور نعمتیں دوں گا''۔ رب العزت تو بڑا مہربان ہے اور وہ ہمیشہ مہربان ہوتا ہے۔ ایک ہم ہی نافرمان ہیں لیکن شان دیکھئے کہ نافرمانیوں پر بھی درگزر اور مہربانیوں کا در اس وقت تک نہیں بند کرتا جب تک کمزور اور عاصی بندے ہونے کے ناطے شیطان کی شہہ اور تھپکیوں پر ''چوری اور سینہ زوری'' کے مرحلے تک نہیں پہنچ جاتے۔ قربان جایئے پھر بھی اپنے بندوں سے پیار اور صلہ رحمی کے پیرائے میں نافرمانی کو نادانی گردانتے ہوئے ''معافی'' کا آپشن کھلا رکھتا ہے۔ ''معافی'' صرف رب کی ہی صفت ہے۔ اسی معافی اور مغفرت کی طلب میں ہی یہاں ہر ایک سرگرداں ہے۔ رب تو رب العالمین ہے کہیں بھی سن لیتا ہے کیونکہ وہ شہ رگ کے قریب ہے۔ مگر جنہیں یہاں اپنے گھر بلایا ہے، مہمان بنایا ہے، توفیق دی اس مبارک سفر کی وہ کیوں نہ اپنی قسمت پر ناز کریں۔

✧ ✧ ✧

صدقہ وخیرات کی چیزیں کھانے سے پہلے!

حرم میں چلتے پھرتے اگر کہیں ہلچل نظر آئے تو پتہ چلتا ہے کہ کوئی کھجور یا مٹھائی تقسیم کرر ہا ہے۔ ایسے زائرین اپنے ہاتھ سے نہیں بلکہ ڈبہ سامنے کرتے ہیں تو مختلف ہاتھ اس میں سے کم یا زیادہ چھینا جھپٹی کے انداز میں اُٹھا رہے ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ کیا ہوا کہ ایک شخص قرآن پاک کے چھوٹے سائز کے نسخے تقسیم کرر ہا تھا۔ اب اس ڈبے سے اُٹھانے والے زائرین کا یہ حال تھا کہ قرآن کے نسخے نیچے گر رہے تھے۔ ایسے نیک انسان وہ زائرین میں سے ہوں یا مقامی مخیر حضرات کو چاہئے کہ کہیں ایک کونے میں رکھ کر یہ کام کریں۔ دوسرا کھانے پینے کے معاملہ میں خوراک کے پیک، پانی کی بوتلیں اور کھجور کے پیکٹ تقسیم کرنے والے چونکہ ثواب کی نیت سے اللہ کے نام پر صدقہ وخیرات کرتے ہیں تو پہلے یہ فیصلہ کرلیں کہ آپ صدقہ وخیرات کی اس خوراک کے مستحق بھی ہیں یا نہیں۔

بیت اللہ میں عمرہ وحج کی نیت وغرض سے جانے والے لاکھوں خواتین وحضرات میں چند ہزار ہوں گے جن کے وسائل ایسے ہوں کہ وہ صدقہ وخیرات کے مال کو اپنے لئے جائز سمجھیں اور اس کے مستحق بھی ہوسکتے ہیں اور انہیں یہ خوراک لینی اور کھانی چاہئے۔ مگر جو لوگ صاحب استطاعت ہیں انہیں ایسی اشیاء لینا' کھانا یا استعمال کرنا محض اس لئے جائز نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ کے گھر کی حدود میں تقسیم ہو رہی ہیں۔ ہم نے بھی کچھ ایسا ہی کیا تو احساس ہوا کہ یہ معاملہ پیش نظر رہنا چاہئے اور جو لے کر کھا چکے اللہ کریم سے اس کی معافی طلب کر کے آئندہ محتاط رہیں۔ افریقہ اور دیگر ممالک سے بے شمار

ایسے خواتین وحضرات عمرہ وحج پر آئے ہوتے ہیں کہ ان کی مالی حالت اجازت نہیں دیتی کہ وہ اپنے لئے اچھی رہائش یا وافر کھانے کا بندوبست کر سکیں۔ صدقہ وخیرات کی ایسی خوراک پر ان کا حق سب سے زیادہ ہے۔ مقامی ادارے اور انفرادی طو پر اللہ کے گھر آئے مہمانوں کی خدمت ثواب سمجھ کر کرتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً حرم اور گرد ونواح کی شاہرات پر پانی کی بوتلوں کے ٹرک لا کر سخت گرمی میں ٹھنڈا پانی اور بعض اوقات جوس تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ ایک شام میں اور رانا ہوٹل سے باہر نکلے تو دائیں طرف ایک دیسی ریسٹورنٹ ہے جس کے باہر ایک شخص اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔ اس نے جلدی سے بریانی کے دو ڈبے نکال کر ہماری طرف ''برادر'' کہہ کر بڑھا دیئے۔ ہم نے شکراً کہہ کر پکڑ لئے تو وہ خوش ہو گیا۔ ہم سامنے حجام کی دکان پر جا رہے تھے جہاں رانا نے میرے مسلسل اصرار پر عمرہ کا ''حلق'' (ٹنڈ) کروانے کا تاریخی فیصلہ کیا تھا۔ کیونکہ ان کی بیگم نے میری ڈیوٹی لگائی تھی کہ ان کو قائل کروں۔ ہم نے دونوں ڈبے نوجوان حجام کو دیئے کہ آپ تناول کریں۔ ہم تو الحمد للہ کھانے کے معاملے میں خود کفیل تھے اور نہ ہی ہماری حیثیت تھی کہ اسے قبول کرتے۔ جن کے مقدر میں تھے ان تک پہنچ گئے۔

✧✧✧

شلوار قمیض دوسرا بڑا لباس اور شوخ رنگ

افریقی مما لک سے آنے والے خواتین و حضرات میں اکثر نوجوان ہوتے ہیں۔ بیشتر افریقی مما لک میں معیشت کی زبوں حالی سے ظاہر ہے وہاں مسلمان بھی متاثر ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود نوجوان آبادی کا حج و عمرہ پر آنا ان مما لک میں ''جوانی کے حج'' کے کلچر کو تقویت دیتا ہے۔ افریقی مما لک کے اکثر نوجوان خواتین و حضرات حرم کعبہ کے بیرونی صحن کے مختلف راستوں پر بیٹھے اور لیٹے نظر آتے ہیں۔ صاحب حیثیت مقامی افراد ان کو کھانا تقسیم کرنے آتے ہیں تو ان میں ہلچل مچ جاتی ہے۔ ان میں اکثر کھانا لینے کے بعد ڈبے میں جو گوشت کے ٹکڑے ہوتے ہیں انہیں ہڑپ کر جاتے ہیں اور چاول وغیرہ ادھر ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ جسے بعد میں موقعہ ملنے پر صفائی کرنے والے گروپس اُٹھاتے ہیں۔ افریقی گروپس میں سے کچھ خواتین اور مرد کپڑے اور برتن فروخت کے لئے ساتھ لے کر آتے ہیں۔ جنہیں وہ حرم کے آنے جانے والے راستوں پر بیٹھ کر آوازیں لگاتے ہوئے فروخت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عربی میں آوازیں لگانے کے ساتھ وہ اُردو، پنجابی میں پنج روپے یا دس روپے کی آواز بھی لگا کر پاکستانی اور بھارتی زائرین کو متوجہ کرتے ہیں۔

ان عارضی ٹھیلوں پر آوازیں اس وقت خاموش ہو جاتی ہیں اور بھاگ دوڑ کا ماحول ہوتا ہے جب مقامی پولیس کا کوئی ذمہ دار ادھر آ نکلے۔ یہ فروخت کار ایک دوسرے کو آوازیں دے کر خبردار بھی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پولیس اس لئے ان کے خلاف کارروائی میں حق بجانب ہوتی ہے کہ ان کی عارضی دکانداری سے راستے محدود ہونے کی

بناء پر آمد و رفت میں خلل پڑ رہا ہوتا ہے۔ ایسے عارضی کپڑے اور جائے نماز فروشوں میں مقامی سعودی بھی شامل ہوتے ہیں جو پولیس کی عدم موجودگی کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے جلدی جلدی کچھ نہ کچھ فروخت کر کے نکل جاتے ہیں۔

ٹوپیوں کے معاملے میں افریقی پاکستانیوں سے بھی آگے ہیں۔ کیا رنگ برنگی ٹوپیاں سجا رکھی ہوتی ہے۔ پیر و جوان افریقیوں کے لباس منفرد ہوتے ہیں اور گہرے رنگ تو ان کے پسندیدہ ہوتے ہیں۔ ایک ٹوپی کا ڈیزائن مجھے بڑا پسند آیا جس میں گول ڈیزائن میں ٹوپی کی ایک سائیڈ کو ڈاؤن کر دیا گیا تھا اور اس پر کڑھائی بہت دیدہ زیب تھی۔ میری خواہش تھی کہ بطور نمونہ اسے کہیں سے خرید لوں، لیکن مجھے افریقیوں کے سر کے علاوہ کہیں نظر نہ آئی۔ شاید یہ خاص اور مہنگی تھی کہ کسی دکان پر دستیاب نہیں تھی۔ ثقافتی طور پر حدود حرم میں احرام کے بعد شلوار قمیض دوسرا بڑا مقبول اور نمایاں لباس تھا۔ اس کی وجہ پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش سے حجاج کی بڑی تعداد کا وہاں موجود ہونا تھا۔ بنگلہ دیش کے حجاج کی لنگی اور کرتے میں پھرتی سے نقل و حرکت بھی ان کی موجودگی کا خوب پتہ دیتی تھی۔

انڈونیشیاء اور ملائیشیاء سے حجاج کے گروپس کی بات کریں تو ان کا نظم و ضبط بھی دیدنی ہوتا ہے۔ آبادی کے اعتبار سے حجاج کے گروپس انہیں ممالک سے زیادہ آتے ہیں جن میں اکثر نوجوان جوڑے ہوتے ہیں۔ ان کے کلچر سے متعلق یہی سنا ہے کہ شادی کے فوراً بعد وہ ہنی مون کی بجائے حج وعمرہ کا سفر کرتے ہیں۔

✧✧✧

انڈونیشیا کے حاجی نے ٹوپی گفٹ کر دی

۲۰۱۶ء میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں بتایا گیا تھا کہ دنیا میں سب سے بڑی مسلم آبادی والے ملک انڈونیشیاء میں حج کے خواہشمند خواتین وحضرات جنہوں نے حکومت کو اپنا نام رجسٹر کروایا ہے کو ۳۷ سال کے لئے ''ویٹنگ ٹائم'' دیا گیا ہے کیونکہ حکومت کو ملنے والے حجاج کی تعداد کے کوٹہ اور مقامی خواہشمند خواتین وحضرات کی تعداد میں فرق بہت زیادہ ہے۔ انڈونیشیاء میں کام کرنے والی ۳۵۰۰ ٹریول ایجنسیز میں سے ۶۶۸ کو عمرہ جبکہ ۲۰۰ کو سعودی وزارت حج وعمرہ کی طرف سے بکنگ اور سروسز کے لئے رجسٹرڈ کیا گیا ہے۔ اس عرصہ میں لازمی ردوبدل ہوا ہوگا کیونکہ اس حج پر اگر پاکستان سے آنے ولے حاجیوں کی تعداد ۸۰ ہزار تھی تو انڈونیشیاء سے تقریباً ۹۳ ہزار حجاج آئے ہوئے تھے۔ انڈونیشیاء سے آئے خواتین وحضرات کے گروپ دور سے ہی پہچانے جاتے تھے۔ مختلف رنگ کے مفلر، بیگ، ٹوپیاں اور منی جیکٹس میں ان کی نقل و حرکت حرم کے اندر اور باہر بہت منظم نظر آتی تھی۔ گذشتہ روز جب نمازِ مغرب کا وقت ہوا تو میری کوشش تھی کہ باب عبدالعزیز کے بالکل سامنے بیرونی صحن میں جہاں سے خانہ کعبہ نظر آتا ہے نماز ادا کی جائے۔ جماعت کھڑی ہونے سے پہلے سیکیورٹی اہلکار وہاں سے خواتین وحضرات کو ''یلہ حاج'' کہہ کر آگے جانے کا کہتے رہتے ہیں لیکن جب جماعت کے لئے امام اللہ اکبر کہتا ہے تو وہ بھی موقوف ہوجاتے ہیں۔ آج اسی باب کے سامنے رش کم ہونے کی وجہ سے صف بندی ہوگئی تو میں بھی اپنے فولڈنگ جائے نماز کے ساتھ براجمان ہوگیا۔ میرے دائیں جانب ایک انڈونیشین حاجی اپنے دو اور ساتھیوں

کے ساتھ بیٹھا تھا۔ میں نے مسکرا کر اس سے ہاتھ ملایا اور کہا: ''پاکستان'' تو اس کا چہرہ کھل اُٹھا۔ السلام علیکم برادر۔ اس نے اپنے سینے کی طرف انگلی کر کے بتایا: ''وہ انڈونیشیا سے ہے''۔ اس نے اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی اپنی زبان میں میرا تعارف کروایا تو انہوں نے مسکراہٹ کے ساتھ ہاتھ ملایا۔ یہ بڑا خوشگوار منظر تھا۔ عام طور پر حرم میں مختلف ممالک کے مسلمان خواہش کے باوجود ایک دوسرے سے زبان کے مسئلے کی بناء پر بات نہیں کر پاتے اور اشاروں سے مسکرا کر سلام دُعا پر اکتفا ہوتا ہے۔ اس انڈونیشی برادر نے مجھے قہوہ کی بھی پیشکش کی جو چھوٹے سے کپ میں اس کے سامنے رکھا تھا۔ میں نے شکراً کہہ کر ہاتھ کے اشارے سے بتایا: ''میں ٹھیک ہوں''۔

ابھی جماعت کھڑی ہونے میں چند منٹ باقی تھے کہ اس برادر سے ایک بار پھر نظر ملی تو دوبارہ مسکراہٹ کا تبادلہ ہوتے ہی اس نے اپنے سر پر رکھی کالے رنگ کی مخصوص انڈونیشی کیپ اتار کر میرے سر پر رکھ دی۔ اس کے دونوں ساتھی اس پر کھل کر مسکرائے۔ میرے لئے بھی حیرت اور خوشی کی بات تھی۔ میں نے شکریہ ادا کیا اور اس کے ساتھ اپنے فون کیمرے سے سیلفی لی تو وہ بڑا خوش ہوا۔ میں نے سیلفی کے بعد دوبارہ کیپ اسے واپس پہنانے کی کوشش کی تو اس نے منع کر دیا اور اشاروں سے بتایا ''یہ میری طرف سے تحفہ ہے''۔ میں نے انگریزی میں اس کا شکریہ ادا کیا۔ یقیناً ان کا یہ طرز عمل بہت خوش گوار تھا۔ میں نے اس سے نام اور نمبر پوچھا تو اس نے فوراً میرے فون میں فیڈ کر دیا۔ نماز ختم ہونے کے بعد ان سے رخصت ہوا اور ہوٹل پہنچا تو وہاں میس میں کھانے کا دور چل رہا تھا۔ میس میں وہی بلیک کیپ پہن کر داخل ہوا اور ایک ٹیبل پر بیٹھا تو سبھی حیرت سے میرے گیٹ اپ کو دیکھ رہے تھے۔ ڈی ایچ اے لاہور کے دو ملازم بھی ہمارے گروپ میں شامل تھے اور ان کا کمرہ بھی ہمارے بالکل سامنے تھا۔ ان میں ایک اسی ٹیبل پر تھا، مجھے پوچھنے لگا: ''کیپ کہیں سے گری ہوئی ملی ہے یا خود خریدی ہے؟'' میں نے جواباً کہا: ''بھائی صاحب حرم میں ایک انڈونیشی برادر سے دُعا سلام

ہوئی تھی اوراس نے تحفتاً دی ہے''۔وہ کہنے لگا:''بڑی بات ہے۔ورنہ ادھرتو کسی دوسری قومیت یا ملک کا بندہ منہ نہیں لگا تا''۔میں نے کہا:''دیکھ لو پھر۔دل کودل سے راہ ہوتی ہے''۔میں بھی کچھ دنوں سے اس طرح کی کیپ میں دلچسپی رکھتا تھااورآج میرے سر پر آ گئی۔اللہ کی شان ہے۔

کھانے سے فارغ ہونے پر میں نے ازراہ مذاق کیپ اتار کررانا اشرف کے سر پر رکھ دی تو انہوں نے منع نہیں کیا بلکہ میرے کہنے پر''ایکشن'' میں تصویر بنوائی جواُن کے بچوں کو''ایمو'' پر بھجوائی تو وہ بڑے محظوظ ہوئے۔اپنی مخصوص وضع قطع پر یہ کیپ پہن کررانا کا فوٹو ہمارے واٹس ایپ گروپ میں بڑا شیئر ہوا۔عشاء کی نماز کے لئے آئے تو ہوٹل کی لابی میں لاہور کے ریٹائرڈ ٹیچرمحمدعلی صاحب اداس بیٹھے تھے۔وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ حج پر آئے ہوئے تھے۔بہت خاموش اورکم ازکم ہی بات کرتے تھے۔میں نے سلام دُعا کی اور بتایا:''میں بھی لاہور سے ہوں''۔معلوم ہوا کہ وہ بہت غصے میں ہیں کیونکہ ان کے گروپ کے منتظم سمیع اللہ ان کی بات نہیں سنتے تھے۔وہ کھانے کا بھی شکوہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ حاجی خواتین وحضرات کو وہ دیکھتے ہیں کہ جتنی مقدار میں وہ سوفٹ ڈرنک پیتے ہیں ان کے بداثرات وہ بعد میں بھگتیں گے۔کہنے لگے وہ خود بھی ذیابیطس کے مریض ہیں مگراحتیاط کرتے ہیں کھانے پینے میں۔موصوف کے اس بیان کے بعد میں نے خود دیکھا جب وہ کھانے کے بعد اپنے ساتھ لائے تھیلے میں سیب اور کافی سارے سپرائٹ کے ٹن پیک ڈال رہے تھے تاکہ کمرے میں لے جائیں۔ ہمارے کمرے میں توالحمدللہ کسی کو ذیابیطس ایسے مرض سے واسطہ نہیں تھا اس لئے روم ریفریجریٹر میں دو چار کولڈ ڈرنک احتیاطاً موجود رہتے تھے جو ہم میس سے لاتے تھے۔

✧✧✧

حجاج کو اکٹھے نماز پڑھنے میں مسئلہ کیوں؟

ہوٹل کی لابی کے آخری حصہ میں ایک جگہ مخصوص تھی جسے چھوٹی سی مسجد کا درجہ حاصل تھا۔عموماً کھانے کی ٹائمنگ کے چکر میں مختلف مما لک سے آئے حجاج اور کبھی کبھار خواتین بھی اس جگہ نمازِ عشاء بالخصوص ادا کرنے آتی تھیں۔ کچھ حضرات لابی کے ابتدائی حصہ میں جائے نماز بچھا کر حرم سے جماعت کی آواز کے ساتھ فرض پڑھ لیتے تھے۔آج جب ہم نیچے آئے تو حرم کی آواز والی جماعت ہو چکی تھی۔ میں نے دیکھا کہ لابی مسجد میں عبدالرحمٰن بھی بیٹھا ہے۔ کچھ اور لوگ جو غالباً انڈونیشیاء، برما وغیرہ سے تھے وہاں جماعت کرنے لگے ہیں۔ ان میں سے ایک باریش اور ذرا بڑی ٹوپی والے حضرت بالکل ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے ہمارے مریدین والے پیر۔ وہ صاحب امامت کے لئے کھڑے ہوئے تو میں بھی جماعت میں شامل ہو گیا۔فرض پڑھ لئے تو دیکھا عبدالرحمٰن الگ سے نماز پڑھ رہا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا: ’’تم نے ہمارے ساتھ جماعت میں فرض نماز کیوں نہیں پڑھی؟‘‘ کہنے لگا کہ میرا دل نہیں مانا۔ یہ عجیب سے لوگ ہیں۔ میں تو انتظار کر رہا تھا کہ ہمارے کچھ لوگ آ جائیں تو ہم اپنی جماعت میں نماز پڑھیں گے۔ عبدالرحمٰن نے اصل وجہ بیان کر دی تھی۔ اس کی سوچ کے انداز سے مجھے بڑی حیرت ہوئی اور برا بھی لگا۔ عجیب بات کہ مکہ مکرمہ میں آ کر بھی اس طرح کے خیالات اور طرزِ عمل کو ہوا دینا بھی ہم نہیں بھولتے۔ یہ بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے؟ اس کے بعد بھی میں نے نوٹس کیا کہ اس لابی مسجد میں ہوٹل میں ٹھہرے مختلف گروپس اپنی اپنی جماعت کروانے کے چکر میں رہتے تھے۔ اب اس طرزِ عمل کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے گھر

میں آ کر اپنی فروعی گروہ بندی، عقائد ونظریات اور خود ساختہ اعمال کی گٹھری اُٹھائے پھرنا رب ذوالجلال کے ہاں کیا حیثیت رکھتا ہے؟

رات کو ہمیں ہمارے گروپ آرگنائزر کی طرف سے ایک ’’رسٹ بینڈ‘‘ اور ایک گولڈن کلر کمپیوٹررائزڈ کارڈ دیا گیا جسے ہم نے ہمہ وقت ساتھ رکھنا تھا۔ اس کارڈ میں تصویر کے ساتھ نام، تاریخ پیدائش، پاسپورٹ نمبر اور مکتب نمبر درج تھے۔ دراصل یہ مکہ مکرمہ میں حج کے مناسک کے دوران ایک اور شناخت نامہ تھا جو مقامی حکام کی طرف سے جاری کیا گیا تھا اور عندالطلب پیش کرنا تھا۔ اگر یہ پاس نہ ہوا تو دھر لئے جائیں گے۔ کلائی کے گرد بینڈ کو واٹر پروف سٹائل میں پرنٹ کیا گیا تھا تا کہ وضو کا پانی لگنے سے یہ متاثر نہ ہو۔ اس بینڈ پر ایک بارکوڈ بھی پرنٹ تھا کہ حسب ضرورت سیکیورٹی اہلکار اسے سکین کر سکیں۔

✧✧✧

منیٰ روانگی کے لئے ۳ گھنٹے انتظار

کل ہمیں منیٰ روانہ ہونا تھا۔منتظمین کی طرف سے ہمیں بتادیا گیا تھا کہ کل صبح فجر کے بعد ناشتہ کا اہتمام ہوگا اور چھ بجے ہوٹل کے باہر سے بس میں سوار ہو کر منیٰ کے لئے روانہ ہونا ہے۔ہم نے اپنے مختصر سامان جس میں ٹوپی، چشمہ، پانی کی بوتل، جائے نماز (سفری) تولیہ، موزے اور صاف احرام کی چادریں شامل تھیں کو اپنے ہینڈ کیری میں رکھا۔اہلیہ کے لئے وہیل چیئر بھی ساتھ لے کر جانا ضروری تھا۔صبح تمام حجاج کی طرح غسل کر کے حج کی نیت سے احرام باندھ لیا اور ہلکا پھلکا ناشتہ کرنے کے بعد اپنے سامان سمیت ہوٹل کی لابی میں آکر بیٹھ گئے۔ہمیں مکہ مکرمہ آئے آٹھ دن سے زیادہ ہو چکے تھے اور آج مناسک حج کی بجا آوری کے لئے روانہ ہو رہے تھے۔دل میں عجیب طرح کی خوشی اور شکر کے جذبات موجزن تھے۔لابی میں بیٹھے بس کے انتظار میں تھے کہ پاس بیٹھے حاجی عابد ورک سے سلام دُعا ہوئی تو معلوم ہوا کہ ان کے پاس بات کرنے کے لئے بہت موضوعات ہیں۔فی الحال انہوں نے گذشتہ آٹھ دنوں میں منتظمین کی طرف سے خدمات کے نقائص پر دبے اور کھلے الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کر دیا۔جس میں بڑی کارروائی یہ تھی کہ ان سمیت دیگر پانچ افراد نے کھانے کی رقم منتظمین سے نقد وصول کر کے اپنے طور پر باہر سے کھانا منگوانا شروع کر دیا تھا۔

انتظار اگر ہوٹل کی لابی جہاں ایئر کنڈیشنر آن ہو تو جان لیوا نہیں ہوتا تھا۔ہمارے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ تھا۔۷ بجے روانگی کے لئے لابی میں اکٹھے ہونے کا اعلان کیا گیا تھا لیکن لابی میں صرف ہم یا ہمارے گروپ کے حجاج ہی تو نہیں تھے۔ہوٹل میں

ہزاروں دیگر گروپس کے حجاج خواتین وحضرات بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ گنے چنے لوگ رات کو منیٰ کے لئے روانہ ہو گئے تھے مگر زیادہ تعداد نے ہماری طرف صبح روانگی کا فیصلہ کیا ہوا تھا۔صورت حال یہ تھی کہ جیسے جیسے گروپس کے لئے بس آ کر ہوٹل کے سامنے پارک ہوتی۔ ویسے ویسے لابی میں سے نکل کر حجاج سوار ہوتے جاتے تھے۔ ۱۰ بجے ہماری بسیں سامنے آ کر رکیں تو سب نے شکر کا کلمہ پڑھا اور اپنی اپنی مقررہ بس میں سوار ہوئے۔وہیل چیئر کو زیریں خانے میں سامان کی جگہوں پر رکھوایا گیا۔

حج کے ایام کے لئے ٹرانسپورٹ، رہائش اور کھانے کا انتظام سعودی معلم کی طرف سے ہوتا ہے اور اس کے لئے انہوں نے پیشگی وصولی کی ہوتی ہے۔ عالم یہ ہوتا ہے کہ بس سروس کا آپریشن بہت بڑا ہوتا ہے۔ اس کے لئے سعودی کمپنیز نے سیزنل ڈرائیور اور معاونین بھرتی کئے ہوتے ہیں۔ منیٰ روانگی کے لئے ایک دن میں ہزاروں بسیں سڑکوں پر ہوتی ہیں۔ حرم شریف کے گردونواح کے ہوٹلز کے علاوہ قرب وجوار میں تمام رہائشی عمارتوں سے حجاج کو سوار کر کے منیٰ تک لے جانے کے مراحل میں ٹریفک کی روانی بری طرح متاثر ہوتی ہے اور اس عمل میں جو دیر ہوتی ہے اس کی ذمہ داری کوئی نہیں لیتا۔ پاکستان کے حج ٹور آپریٹرز بھی اپنے کنٹریکٹ میں تحریری طور پر اور زبانی طور پر بھی اظہار کر کے حج کے ایام میں ہونے والی دیر اور لمبے انتظار کے مراحل کی کوفت سے خود کو بری الذمہ کر لیتے ہیں۔

بس میں سوار ہونے کے بعد حجاج کی گنتی مکمل ہونے پر روانگی کے ساتھ تلبیہات لبیك اللھم لبیك کی صدائیں بلند ہوئیں۔ یہ اقرار کہ حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں۔ بے شک حمد تیرے ہی لائق ہے۔ ساری نعمتیں تیری ہی دی ہوئی ہیں اور بادشاہی تیری ہی ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

✧✧✧

حج - حاضری اور جرائم کا اقرار

بار بار اس اقرار کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنا سب کچھ سرنڈر کرتے ہیں۔ تابعداری اور محبت کا تقاضہ ہی سرنگوں ہو جانا ہوتا ہے۔ رب ذوالجلال کے حکم اور نبی کریمؐ کی سنت کی پیروی میں حج کی ادائیگی کی توفیق پانا نعمتِ عظمیٰ ہے اس کا بیان الفاظ میں ممکن نہیں یہ کیفیت طاری ہونے سے محسوس کر کے لطف لیا جا سکتا ہے۔ احساس اور لطف بھی وہ جو اللہ بزرگ و برتر، قادر مطلق اور رب ذوالجلال والعالمین کا عطا کردہ ہو۔ حج جو دو الفاظ (ح) حاضری اور (ج) جرائم کا اقرار ہے کی وجدانی کیفیت اور ماحول نے اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔ ہماری بس بل کھاتی نشیب اور بلندی میں تعمیر شاہراہوں پر رواں دواں تھی۔ دائیں بائیں حضرت ابراہیمؑ سے لے کر پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ خاتم النبیینؐ کی جائے پیدائش اور بعثت والے عظیم المرتبت شہر مکہ مکرمہ کے پہاڑوں کا سلسلہ ساتھ چلتا محسوس ہوتا تھا۔ شادمان دل، شکر سے لبریز جذبات اور زبان پر تلبیہات سے یہ سفر جذب و شوق بن چکا تھا۔ میں نے اپنی اہلیہ کے چہرے پر نظر ڈالی تو اس پر انتہائی خوشی اور اطمینان کی چمک تھی اور میری طرف دیکھ کر کہنے لگیں: ''ہم کتنے خوش نصیب ہیں کہ اللہ کے مہمان بن کر یہاں اس سفر سعادت کے لئے منتخب کر لئے گئے''۔ ''اے اللہ! تو ہمارا آنا قبول کر لے اور ہمارے اس سفر اور منزل کو آسان کر دے''۔ میں نے آمین کہا تو وہ خوش ہو گئیں۔ ورنہ عام طور پر وہ بعض اپنی فرمائشوں اور خواہش پر مبنی دُعاؤں پر مجھے آمین کہنے کے لئے ترغیب دیتی ہے تو مجھے مشکل ہوتی ہے۔ میرا استدلال ہوتا ہے کہ آپ نے جو خواہش اور دُعا کی ہے وہ آپ کی ہے۔ اس میں میرے آمین کہنے سے اتنا

فرق نہیں پڑنے والا۔

حرم شریف سے وادی منیٰ کا فاصلہ ۸ کلومیٹر ہے۔ ہماری بس عزیزیہ کے علاقہ میں مختلف شاہراہوں پر دو تین بار چکر کاٹتی رہی اور یہ آٹھ کلومیٹر منیٰ کے داخلی راستوں پر رش کی وجہ سے دو گھنٹے سے زائد وقت میں طے ہوا۔ ۱۰ بجے ہوٹل سے چلے تھے اور ۱۲ بجے منیٰ میں اپنے مکتب کے خیموں کے پاس جا رکے۔ اس کے بعد اپنے منتظمین کی قیادت میں خالی خیمے میں داخل ہو گئے۔ خیمے میں قالین بچھائے گئے تھے اور باریک سنگل میٹرس کے ساتھ ایک چھوٹا تکیہ اور چادر میٹریس پر بچھی تھی۔ ایک اضافی چادر تھی کہ اگر کوئی اوڑھنا چاہے تو لے سکے۔

✧ ✧ ✧

خیمے میں جگہ کے لئے تگ ودو

خیمے میں ڈیزرٹ کولر چل رہے تھے مگر ہمیں شاید اس لئے حبس کا ماحول معلوم ہو رہا تھا کہ ہم ایر کنڈیشنڈ ہوٹل سے اسی طرح کی ٹھنڈی بس میں سوار ہو کر یہاں پہنچے تھے۔ جس کو جہاں اچھا لگا اس نے جگہ قبضہ میں کر لی۔ ہمارے گروپ کی خواتین کا خیمہ ہمارے دائیں ہاتھ بالکل ساتھ تھا۔ خیمے میں کم و بیش سو افراد کے بیٹھنے اور لیٹنے کی گنجائش تھی۔ یہاں بھی رانا اشرف میرے ساتھ والے میٹرس پر براجمان ہو گئے۔ ہم نے وہیل چیئر بھی اپنے خیمے کے اندر داخلی دروازے کے ساتھ پارک کر دیں تا کہ ان پر نظر رکھی جا سکے ورنہ تو کوئی گارنٹی نہیں تھی کہ باہر کوئی بھی اپنی سہولت کے لئے اُٹھا کر چلتا بنے۔ حج کے لئے منیٰ میں مختلف برصغیر اعظموں، ملکوں اور قومیتوں کے لئے الگ جگہیں مخصوص ہیں۔ ہمارے اس ایریا میں پاکستان سے حجاج خواتین و حضرات ٹھہرے ہوئے تھے اور اگر ہم وہیل چیئرز خیمے کے باہر پارک کر دیتے تو سو فیصد یقین تھا کہ ضرورت پڑنے پر آپ ہاتھ ملتے رہ جائیں۔ اس لئے اپنے سامان کی خود حفاظت کا مقولہ پلے باندھے ہوئے تھے۔ دیگر احباب رانا اشرف، عبدالرحمٰن اور عبداللہ نے بھی وہیل چیئر کے معاملہ میں لاپرواہی نہ کرنے کا تہیہ کیا تھا۔

ابھی ہم خیمے کے ماحول سے خود کو ہم آہنگ کر ہی پائے تھے کہ مکتب کا ایک ملازم آیا اور اس نے ہمارے بائیں جانب خالی میٹرس پر کچھ اجنبی لوگ داخل کر دیئے تو ہمارے گروپ کے افراد نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس پر ٹور آپریٹر لعل جان نے مداخلت کی کہ یہ تو ہمارے حاجیوں کا خیمہ ہے۔ کسی اور گروپ کے حاجیوں کو آپ کیسے

ادھر لا سکتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ ہمارے مشرق میں ایک اور گروپ کا خیمہ ہے جس میں گنجائش کم ہے اور زائد حاجیوں کو وہ ادھر بسانا چاہتے ہیں کیونکہ یہاں گنجائش ہے۔ کافی بحث و تمحیص کے بعد طے پایا کہ اس گروپ کے زائد حاجیوں کو اس طرف جگہ دے دی جائے مگر اس کے لئے درمیان میں عارضی دیوار کھڑی کر دی جائے تا کہ حاجی گھل مل نہ جائیں۔ بعد میں علم ہوا کہ یہ وہ گروپ ہے جس میں قاری سعید صاحب شامل ہیں۔

خیمے سے باہر نکل کر دیکھا تو پانی کی بوتلوں اور پیپسی کے ٹن پیک کی موبائل ریفریجریٹر رکھی ہیں۔ ان میں سے بہت ساری ابھی ٹھنڈی نہیں ہو پائی تھیں۔ اپنی مدد آپ کے تحت یہاں سے حسبِ طلب پانی اور کولڈ ڈرنک کی بوتلیں لے جا سکتے تھے۔ وہاں سے پانی لے کر پیتے ہوئے خیمے میں دوبارہ آ گئے کیونکہ نمازِ ظہر کا وقت ہو رہا تھا اور خیمے میں ہی جماعت کروانے کا پروگرام تھا۔

✧✧✧

قصر نماز کیلئے اختلاف رائے اور بحث

ظہر کی نماز کے لئے اب گروہ بندی ہوگئی۔ لعل جان نے ہمارے روم میٹ حاجی عبداللہ کو مفتی صاحب قرار دے رکھا تھا کہ وہ شرعی امور پر رائے دیں گے۔ منیٰ میں پہلی نماز پر ہی اختلاف رائے ہوگیا۔ مقیم اور مسافر کے چکر میں کچھ حاجی کہہ رہے تھے کہ خیمہ میں قصر نماز ہوگی۔ پوری نماز پڑھنے پر زور دینے والے لوگ زیادہ تر پہلے حج کر چکے ہوتے ہیں یا پاکستان میں مختلف مفتیان سے ہدایات لے چکے ہوتے ہیں وہ اپنے موقف پر دوسروں کو قائل اس انداز میں کرتے ہیں کہ جیسے ان کے کہنے پر عمل نہ کرنے سے کوئی بہت بڑا گناہ سرزد ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ پاکستانیوں کے درمیان یہ بحث مباحثہ ہر حج پر معمول ہے۔ اس ضمن میں واضح احکامات ہیں کہ منیٰ میں قصر نماز پڑھنا حضور نبی کریمؐ کی سنت ہے اور اہل مکہ نے بھی حجۃ الوداع کے موقع پر بھی وادی منیٰ میں آپؐ کے ساتھ قصر نماز ہی ادا کی۔ قصر نمازوں کی ادائیگی کے بارے رائے یہ پائی جاتی ہے کہ آپؐ اس وقت مکہ مکرمہ میں مسافر تھے۔ اگر آپ اپنے وطن سے آکر مکہ مکرمہ میں منیٰ روانگی تک پندرہ دن سے زائد مقیم رہے ہیں تو آپ مقیم شمار ہوں گے اور آپ پوری نماز پڑھیں گے۔ پندرہ دن سے کم قیام پر مسافر کی حیثیت سے قصر نماز پڑھنا ہوگی۔ یہ سب واضح ہونے کے بعد پاکستان سے بعض علماء نے پندرہ دن قیام کو نیت اور ارادہ سے جوڑ دیا ہے۔ یعنی اگر آپ کا قیام حج کی ادائیگی اور اس کے بعد مکہ مکرمہ میں پندرہ دن سے زائد کا ہے تو مسافر نہیں سمجھے جائیں گے اس لئے پوری نماز ہی ادا کریں۔ اسی لئے ہمارے خیمے میں بھی حسب معمول قصر نماز یا پوری نماز پر رائے زنی ہوتی رہی۔

بالآخر وہی ہوا کہ الگ الگ جماعت ہوئی۔ ہم نے تو پہلی قصر نماز کی جماعت کے ساتھ ادا کی جو عبداللہ کی امامت میں ہوئی تھی۔ بعد میں چار فرض کے لئے بھی الگ جماعت کا اہتمام کیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ دونوں طرح سے نماز کا ثواب ملے گا اور ادائیگی و قبولیت ہوگی کیونکہ قصر یا پوری نماز پڑھنا حج کے ارکان ہیں اور نہ ہی واجبات میں شامل ہیں۔ حج کے سفر پر نکلے ہوئے ہر ایک مرد و زن کا ہر عمل اللہ کریم قبول کرتے ہیں۔ بس آپ کی نیت و عاجزی کی بات ہے اور وفاداری شرط اول ہے۔ نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد حجاج کو کھانے کی فکر اس لئے ہونے لگی کہ ہوٹل میں ہفتہ بھر سے زیادہ میس میں کھانا کھانے کی عادت ہوگئی تھی۔ خواتین کے خیمہ میں کیا صورت حال تھی اس بارے میں علم نہیں تھا مگر ہمارے ہاں بعض حاجی صاحبان کھانے کی فراہمی و دستیابی پر بڑا زور دے رہے تھے۔ منتظمین اس بارے بڑے مطمئن تھے کہ یہاں ان کی ذمہ داری نہ ہونے کے برابر اس لئے ہے کہ منیٰ میں کھانا معلم کی طرف سے فراہم کیا جاتا ہے۔ اس میں دیر سویر اور مقدار و ذائقہ کے ذمہ دار بھی سعودی معلم اور اس کا عملہ ہوگا۔

✧✧✧

منیٰ میں پہلے کھانے کا طویل انتظار

ہماری ٹریول ایجنسی کے چیف چوہدری فاروق اور لعل جان خٹک آرام سے ایک کونے میں دراز تھے اور بھوک کے ستائے حاجیوں پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ دوپہر کا کھانا آتے آتے تقریباً عصر ہوگئی۔ عصر کی نماز بھی اسی طرح قصر اور بعض نے پوری پڑھنے کے لئے جماعت کا اہتمام کیا گیا۔ جونہی نمازِ عصر سے فارغ ہوئے پارسل کھانا چکن بریانی تقسیم ہونا شروع ہوگیا اور حجاج بلا تاخیر اس پر ہاتھ صاف کرنے لگے۔ یہ کھانا دراصل گنتی کے حساب سے تھا اور اسی پر صبر شکر کرنا تھا۔ کھانے کے ساتھ دو ڈبے بھی لائے گئے جن میں سیب اور کنو تھے۔ گتے کے یہ ڈبے چونکہ کولڈ سٹوریج سے لائے گئے تھے اس لئے سیب والا کارٹن کھولا گیا تو آدھے سے زیادہ سیب خراب ہو چکے تھے۔ کچھ منظم حاجیوں کے پاس چاقو یا چھری تھی جس سے انہوں نے فروٹ چھیلنے اور کاٹنے کا کام خوب لیا اور باقی ان کی طرف دیکھتے رہے کہ وہ فارغ ہوں تو ان سے چھری مستعار لے سکیں۔

کھانے کے بعد نمازِ مغرب میں زیادہ وقت نہیں تھا۔ اس لئے وضو کی غرض سے باہر طہارت اور وضو کی مخصوص جگہوں پر رش بڑھ چکا تھا مگر جیسے پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اس سال حج پر تعداد جان بوجھ کر کم رکھی گئی تھی تو قابلِ قبول رش تھا اور طہارت و وضو کے لئے معقول وقفہ سے باری مل جاتی تھی۔ وہاں میں اپنے ساتھ لائے پیپر سوپ سے ہاتھ دھو رہا تھا تو کے پی کے کے ایک حاجی صاحب حیران ہو رہے تھے کہ یہ کیسا کاغذ ہے جو صابن کا کام دے رہا ہے؟ میں نے ان کی حیرت کو بھانپ لیا اور انہیں بھی دو پیپر نکال کر

دیئے۔''آپ بھی استعمال کریں۔ یہ کاغذ والا صابن ہے اور اس میں کوئی خوشبو بھی نہیں۔ میں نے انہیں تفصیل بتائی تو وہ خوش ہو گئے اور شکریہ ادا کرنے لگے''۔ حاجی صاحب نے پھر پوچھا:''یہ تو اچھی چیز ہے مگر یہ پشاور میں تو نہیں ملتا ہے؟'' میں نے بتایا:''یہ لاہور میں ملتا ہے اور آپ جب واپس جائیں تو اپنے دکاندار کو بتائیں کہ وہ حج کے سفر کی چیزوں میں یہ پیپر سوپ بھی لاہو سے منگوا کر رکھیں''۔''ہاں ضرور اسے بولیں گے''۔انہوں نے جواب دیا۔

ہمیں بھی اس بارے علم نہیں تھا لیکن میری اہلیہ کی دوست مسز ہارون جو پہلے اپنے میاں کے ساتھ حج اور عمرہ کر چکی تھیں نے اس طرح کی چیزوں کے بارے بتایا کہ کہاں سے ملتی ہیں۔بعض اشیاء انہوں نے اپنے پاس سے بھی دے دی تھیں کیونکہ وہ جہاں موقعہ ملتا تھا اپنے حلقہ احباب میں حج وعمرہ پر جانے والوں میں اشیاء سرکل کرتی رہتی تھیں۔لیکن بہتر یہی ہے کہ ہر ایک کو اپنے لئے ضروری اشیاء خود سے خرید لینی چاہئے اور بار بار استعمال سے پرہیز کرنا چاہئے۔

✧✧✧

خیموں سے باہر گہما گہمی کا منظر

وضو کے بعد دیکھا تو رانا اشرف ادھر ہی پھر رہے ہیں۔ کہنے لگے ادھر آؤ میں کیمپ سے باہر کا منظر تمہیں دکھاتا ہوں۔ ہماری خیمہ بستی کے جنوب میں ایک فلائی اوور تھا اور اس کے نیچے دونوں شاہرات کے درمیان خواتین و حضرات چٹائیاں بچھا کر زمین پر دُور دُور تک بیٹھے تھے۔ ان میں پاکستانی تو نہ ہونے کے برابر تھے لیکن کچھ اور قومیتوں کے حاجی مختلف قسم کے پھل کھا رہے ہیں اور چائے بسکٹ کے دور بھی چل رہے ہیں۔ دراصل خیمہ بستی کے اندر قائم کچن میں چائے بھی دستیاب تھی جو طلب کرنے پر ملتی تھی۔ ہمارے خیمہ کے بعض حاجی بھی کھوجیوں کی طرح پورے ماحول کا جائزہ لے کر خیمہ میں حاجیوں کو بتاتے کہ چائے اور کھانا کس کچن سے ملتا ہے اور کون سے ریفریجریٹر میں پانی یا پیپسی ٹھنڈی دستیاب ہے۔ نمازِ مغرب ہم نے خیمہ میں باجماعت ادا کی۔ سورج ڈھلنے کے ساتھ گرمی کی شدت میں کمی آنا شروع ہوگئی اور ڈیزرٹ کولر کی ٹھنڈی ہوا نے خیمے کا ماحول پرسکون بنا دیا تھا۔ اس ماحول میں زیادہ تر حجاج کو نیند نے آلیا۔ چند ایک تلاوت اور ذکر میں مصروف تھے۔ ابھی رات کے کھانے کا اہتمام ہونا تھا۔ ڈنر کب ملے گا؟ اس سے بے خبر اہل خیمہ لیٹے اور سوئے ہوئے تھے کیونکہ دوپہر کے لیٹ ملنے والے کھانے کا تجربہ کچھ اچھا نہ تھا۔

عشاء کی نماز بھی پڑھ لی گئی لیکن رات کا کھانا کب ملے گا؟ وہی دوپہر والا ماحول بن گیا۔ تقریباً گیارہ بجے شور مچا کر اُٹھ جائیں کھانا آ گیا ہے کیونکہ زیادہ تر حاجی صبر و شکر کر کے لیٹ چکے تھے۔ اگر کھانے کا یہ انتظام پاکستانی حج ٹور آپریٹر کے ذمہ ہوتا تو آپ

سوچ سکتے ہیں کہ ہمارے حاجی اس کا کیا حشر کرتے مگر حج کے انہی دنوں کے لئے وہ لکھ کر اور بتا کر بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ ایک مکتب میں چونکہ ہزاروں حاجی ٹھہرے ہوتے ہیں اس لئے باوجود انتظام و کوشش کھانا بروقت مہیا کرنا بہت بڑا چیلنج ہوتا ہے اور حاجیوں کی توقع پر پورا اترنا ناممکن بھی۔ یہی وجہ ہے کہ حج منتظمین حاجیوں کو حج کے عمل میں نظم و ضبط، صبر و تحمل اور عفو و درگزر کی تلقین کرتے رہتے ہیں اور اس کے اجر بارے خوشخبریاں سناتے ہیں۔ نیم دراز حاجیوں نے اُٹھ کر ملنے والے کھانے پر ہاتھ صاف کیا۔ یہ کھانا کیا تھا چکن کا سالن تھا اور ساتھ میں ننھی ننھی مشین سے بنی چند چپاتیاں تھیں۔ بادل نخواستہ ہر کسی نے کھالیا اور پھر سے دراز ہو گئے۔

✧✧✧

یومِ عرفہ، منیٰ سے عرفات روانگی

فجر کی نماز کے لئے بیداری ہوئی۔ احرام میں ہونے سے اس کے احکام اور پابندیوں کا خیال رکھنا بھی لازم ہوتا ہے۔ احرام باندھنے کا مقصد ایک تو سماجی حیثیت رتبے اور دولت کے زعم کو ختم کر کے مساوات قائم کرنا ہوتا ہے۔

نبی کریمؐ کی سنت کے مطابق احرام میں ملبوس ہو کر سادگی اور ہم آہنگی کی مثال قائم ہوتی ہے جس میں امیر غریب اور آقا و غلام کی کوئی تمیز باقی نہیں رہتی۔ خوش پوشی چھوڑ کر احرام زیب تن کرنا عجز کا ایک استعارہ بھی ہے جو اللہ کو بے حد پسند ہے۔ طہارت اور وضو کی جگہوں پر رش تھا لیکن حجاج اپنے اپنے طور پر فارغ ہو کر نکل رہے تھے اور باری آجاتی تھی۔ یہ جگہیں چونکہ عارضی طور پر استعمال کے لئے بنائی جاتی ہیں اس لئے کوشش کے باوجود یہاں لگے باتھ روم سیٹ، مسلم شاور اور ٹوٹیاں ''پرفیکٹ'' طور پر کام اس لئے نہیں کرتیں کہ ہر حاجی کے استعمال کا ''ہاتھ'' الگ ہوتا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ جس طرح عبداللہ نے ۲۰۱۹ء کے حج کا ذکر کر کے بتایا: ''۲۵ لاکھ حاجیوں کے اجتماع میں یہ آسانی اور سہولت ڈھونڈے نہیں ملتی تھی''۔ ہمارے ساتھ ایسی کوئی مشکل اور مشقت کا معاملہ نہیں تھا۔

منتظمین نے نمازِ فجر کے بعد ناشتہ اور پھر بذریعہ بس سروس میدانِ عرفات روانگی کے لئے اعلان کر دیا اور حجاج کو تیار رہنے کا کہہ کر غائب ہو گئے۔ آج ۹ ذی الحجہ تھا اور یہ دن یومِ عرفہ کہلاتا ہے۔ سارا دن میدانِ عرفات کے خیموں میں گذار کر حج کے دو فرض رکن میں سے ایک وقوف عرفہ کرنا تھا۔ حج کا دوسرا فرض رکن طوافِ زیارت ہے۔ ان

میں سے ایک رکن بھی چھوڑنے کا مطلب ہے کہ حج نامکمل ہے حتیٰ کہ طوافِ زیارت وقت پر ادا نہ کرنے یا تاخیر کرنے سے دم دینا پڑتا ہے۔ دم ایک جرمانہ ہے جس سے مراد کم از کم ایک سال کا چھوٹا جانور جس میں بکرا، بکری یا دنبہ ہوسکتا ہے قربانی کی طرح بڑے جانور کا ساتواں حصہ ہے۔ حدودِ حرم میں دینا ضروری ہے۔ اس گوشت کو نہ حاجی خود کھا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی مالدار شخص۔ منیٰ سے میدانِ عرفات روانگی کا مرحلہ بھی آ گیا۔ وادی منیٰ سے میدانِ عرفات کا فاصلہ کم و بیش ۱۴ کلومیٹر ہے۔ حجاج کی ایک بڑی تعداد اس فاصلے کو پیدل طے کرنے کے لئے ایک وسیع سڑک پر رواں دواں ہوتی ہے۔ پیدل یہ ۳ گھنٹے کا راستہ ہے۔ ہر ایک کا اپنا شوق سفر حج ہے۔ نوجوان حجاج پیدل سفر کرتے ہوئے نبی کریمؐ کی سنت کی پیروی کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ منیٰ سے میدانِ عرفات پیدل جانے والوں کا جم غفیر ہوتا ہے اور ہر طرف سر ہی سر حرکت میں دکھائی دیتے ہیں۔ منیٰ کو جانے والے راستے میں مزدلفہ بھی آتا ہے۔ جہاں یوم ِعرفہ کے بعد رات گذارنا ہوتی ہے۔ منیٰ میں ہمارا مکتب ڈی تھا اور خیمہ پر ۳۳ نمبر درج تھا۔ اس کے مشرق میں باہر سڑک کی طرف راستہ نکلتا تھا۔ اسی سے ہم باہر کھڑی بسوں میں سوار ہوتے گئے۔ اہلیہ کے لئے وہیل چیئر بھی بس کے سامان والے خانوں میں رکھوا کر تسلی کر لی تھی۔

۹ ذوالحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد منیٰ سے عرفات روانہ ہونا ہوتا ہے۔ اس ضمن میں بس، ٹرانسپورٹ یا کسی اور انتظامی مجبوری کی بناء پر فجر سے قبل میدانِ عرفات پہنچ جائیں تو اس بات پر اتفاق ہے کہ وقوف ادا ہو جائے گا۔ ظہر تک عرفات پہنچنا ہوتا ہے لیکن اگر کسی ہنگامی صورتِ حال میں دیر بھی ہو جائے تو فکر کی بات نہیں۔ بس میں جیسے ہی خواتین وحضرات تلبیہ، تکبیرات پڑھتے ہوئے بیٹھ چکے تو روانگی ہوئی۔ حجاج نے اپنا کچھ سامان منیٰ کے خیموں میں ہی چھوڑ دیا جس کی عرفات اور اس کے بعد مزدلفہ میں رات بسر کرنے کے لئے ضرورت نہیں تھی۔ جب ہم جامعہ اشرفیہ لاہور حج تربیت کے لئے گئے

اوراس کے بعد ٹریول ایجنسی کی طرف سے تربیتی نشست ہوئی۔ پھر حاجی کیمپ میں ویکسین لگوا کر کارڈ حاصل کرنے گئے تو ہر جگہ کمر پر لٹکانے والے بیگ، کنکریوں کے لئے چھوٹی تھیلی، مزدلفہ میں رات کو سونے کے لئے چٹائی اور ہوا بھر کر استعمال کرنے والا چھوٹے سائز کا تکیہ اور طواف کے چکر کی گنتی کے لئے سات دانوں والی تسبیح فروخت ہو رہی تھی۔ تھوڑے بہت فرق کے ساتھ سب اشیاء کی قیمت ایک ہی تھی۔ عرفات جانے والے حاجیوں کے پاس کچھ خاص سامان نہیں ہوتا۔ چھوٹے بیگز میں بسکٹ، چنے یا نمکو وغیرہ احتیاطاً رکھ لئے جاتے ہیں تا کہ حسب ضرورت کھائے جاسکیں۔ پانی تو ہر جگہ دستیاب ہوتا ہے۔ بسیں رواں دواں تھیں اور حجاج بآواز بلند اور خواتین زیر لب ذکر اذکار کر رہی تھیں۔ حج کے اس مبارک سفر میں دو چیزیں سامنے آتی ہیں کہ آپ باہر کے ماحول اور راستوں وغیرہ پر دھیان دیں یا پھر آپ قلبی کیفیت کو دماغ، سوچ اور محسوسات سے ہم آہنگ کریں کہ ہم کیوں اور کس منزل کو پانے کے لئے اس سفر پر ہیں؟ تصور کریں کہ حج اللہ کریم کا حکم اور فرض ہے، نبی کریمؐ کی سنت بھی ہے اور ان مسلمانوں پر فرض ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے استطاعت اور وسائل عطا کئے ہیں۔ اس کے باوجود اللہ ہر چیز پر قادر ہے ایسے ایسے طلبگاروں کو اس سفر کے لئے منتخب کر لیتا ہے جن کے ظاہری کوئی وسائل اور حیثیت نہیں ہوتی کہ وہ اس سفر کے اخراجات برداشت کر سکیں۔ غائب سے ان کے لئے اسباب بنتے ہیں۔ وہ اللہ اور اس کے پیارے نبیؐ کے گھر کے مہمان بن جاتے ہیں۔

✧✧✧

عرفات میں جمعہ اور حجِ اکبر

عاجزی اور شکرانے کے یہ تانے بانے بنتے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ شاید راستے صاف ملنے کی وجہ سے گھنٹہ سے بھی کم وقت میں ہماری بس میدانِ عرفات میں رک گئی اور اب نیچے اترنے کا مرحلہ آ گیا۔ میدانِ عرفات میں سورج کی تمازت منیٰ سے کچھ زیادہ اس لئے بھی محسوس ہو رہی تھی کہ گھنٹہ بھر ایئر کنڈیشنڈ بس میں سفر کر چکے تھے۔ جب سب خواتین و حضرات بس سے نیچے اُتر چکے اور ہم اپنی وہیل چیئرز بھی لے چکے تھے تو بانس پر لگے ٹریول ایجنسی کے کتبے کے ساتھ عثمان صاحب کی معیت میں اپنے خیمے تک کا سفر شروع ہوا۔ منیٰ سے عرفات کے راستے کے خدوخال اور محلِ وقوع کا بس میں بیٹھے کچھ علم نہیں ہوتا۔ منیٰ سے سوار ہوئے اور الحمدللہ اسی طرح عرفات میں خیریت سے پہنچ گئے۔ اہلیہ کو وہیل چیئر پر بٹھا کر عبداللہ اور عبدالرحمٰن جو اپنی والدہ کو وہیل چیئر کی سروس دے رہے تھے۔ رانا اشرف جو اپنی بیگم کو بادل نخواستہ وہیل چیئر پر دھکیل رہے تھے کے ساتھ گھومتے ہوئے ایک خیمہ کے باہر پہنچے۔ ابھی داخل ہونے کا سوچ رہے تھے کہ منتظمین نے کہا: ”یہ والا خیمہ نہیں کوئی دوسرا ہے“۔ یہاں بھی مکتب کے ملازمین حجاج وٹور آپریٹر کی معاونت کر رہے تھے۔ ان معاونین کا کام بھی حج کے دنوں میں بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ سعودی معلم یہ اچھا کام کرتے ہیں کہ ان خدمات کے لئے ملک اور زبان کے اعتبار سے وہیں کے معاونین جو اکثر نوجوان ہوتے ہیں کا انتخاب کرتے ہیں اور تربیت کے بعد معاملات ان کے سپرد کر دیتے ہیں۔ ٹرانسپورٹ سے لے کر رہائش کے معاملات اور پھر کھانے کی تیاری اور فراہمی کو یہ لوگ دیکھتے ہیں اور کوشش

کرتے ہیں کہ شکایت کا موقعہ پیدا نہ ہو۔

ایک معاون جو اُردو بھی بول رہا تھا کی پیروی میں گھوم پھر کر ایک اور خیمے میں داخل ہوگئے۔ یہ خیمہ منیٰ کے خیموں کے سائز سے کہیں بڑا تھا۔ ایک طرح سے مارکی سائز کا تھا۔ جس کے چاروں کونوں میں ٹاور اے سی کام کر رہے تھے اور شرقاً غرباً داخلی راستے تھے۔ خیمے میں خاموشی تھی اور ایک شخص درمیان میں گہری نیند سو رہا تھا۔ جس کو اس معاون نے اُٹھا کر بتایا: ''وہ کہیں اور چلا جائے یہاں کے حجاج آ گئے ہیں''۔ خیمے کا سائز اتنا تھا کہ اس میں تین سو افراد سما سکتے تھے۔ یہاں بھی وہی باریک سنگل میٹریس بچھائے گئے تھے جن کے نیچے زمین پر قالین پڑے تھے۔ خواتین نے دائیں طرف اور مرد حجاج نے بائیں طرف بیٹھنا شروع کر دیا۔ جس کو جہاں اچھا لگا میٹریس پر قبضہ کرلیا۔ تھوڑی دیر بعد مکتب کے معاون ایک اور پاکستانی گروپ کو لے کر آ گئے اور باقی ماندہ جگہوں (سپاٹس) پر مزید حجاج خواتین وحضرات سما گئے۔

دوپہر کا وقت ہو گیا تھا اور آج جمعۃ المبارک تھا۔ عام طور پر جمعۃ المبارک کو ہونے والے حج بالخصوص اگر آپ میدانِ عرفات میں ہوں اور خطبہ حج جو مسجد نمرہ سے دیا جا رہا ہو تو اسے حج اکبر یا ''اکبری حج'' کہا جاتا ہے۔ ویسے تو ہر حج فرض ہے اور فضیلت رکھتا ہے مگر ہمارے علماء ومشائخ نے ''اکبری حج'' کی اصطلاح میں ایسے حج کو افضل سمجھا ہے۔ حالانکہ ایسی کوئی اصطلاح یا احکامات فقہا یا کسی امام کی کتب سے ثابت نہیں ہیں۔ احادیث اور فقہ کی کتب میں فرض حج کی ادائیگی کو حج اکبر اور عمرہ کی ادائیگی کو ''حج اصغر'' کہا گیا ہے۔ اس لئے ہر سال ہونے والا حج ''حج اکبر'' ہی ہوتا ہے۔ جمعۃ المبارک کی وجہ سے کوئی تخصیص کرنا انفرادی فعل ہے۔ پاکستان میں جمعۃ المبارک کی نماز کی ادائیگی کو بھی علماء ومشائخ حج اصغر قرار دیتے ہیں اور اس کا مقصد مسلمانوں کو جمعۃ المبارک کی نماز کی باقاعدگی سے ادائیگی کی ترغیب دینا بھی ہوسکتا ہے۔

ہمارے گروپس کے کچھ حجاج میدانِ عرفات میں واقع مسجد نمرہ جا کر خطبہ حج سننے

کا ارادہ رکھتے تھے اور وہیں ظہر وعصر کی اکٹھی نمازیں بھی ادا کرنا چاہتے تھے۔ ہمارے ہمسائے مقصود صاحب بھی اپنی اہلیہ اور بیٹے کے ہمراہ اس حج پر آئے ہوئے تھے اور پاکستان میں ان کی اہلیہ نے اس خواہش کا شدت سے اظہار کیا تھا کہ وہ اس بار حج کا خطبہ مسجد نمرہ میں سننے جائیں گی چاہے جو بھی ہو جائے۔ مسجد نمرہ مکہ مکرمہ میں وادی اُرانہ میدانِ عرفات میں اس جگہ واقع ہے جہاں حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضور نبی اکرمؐ نے قیام فرمایا تھا اور پھر وہیں ایک لاکھ فرزندانِ توحید کو آخری خطبہ حج دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی حج کا خطبہ امام صاحب اسی مقام سے نمازِ ظہر اور عصر کی ایک ساتھ ادائیگی سے پہلے ارشاد کرتے ہیں۔ مسجد نمرہ کو اسی وجہ سے بھی دینی و تاریخی طور پر اہمیت حاصل ہے۔

9 ذی الحجہ 10 ہجری کو میدانِ عرفات میں نبی رحمت و آخرالزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو تاریخ ساز آخری خطبہ حج دیا تھا اس کے اہم نکات آج بھی دمکتے موتی ہیں اور انسانی حقوق و فرائض کی بے نظیر دستاویز ہے۔

نبی کریم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ (مفہوم)

☆ اے لوگو۔ سنو، مجھے نہیں لگتا کہ آئندہ سال میں تمہارے درمیان موجود ہوں گا. میری باتوں کو بہت غور سے سنو اور ان لوگوں تک پہنچاؤ جو یہاں نہیں پہنچ سکے

☆ اے لوگو۔ جس طرح یہ آج کا دن، یہ ماہ اور یہ مقام، عزت و حرمت والے ہیں بالکل اسی طرح دوسرے مسلمانوں کی زندگی، عزت اور مال حرمت والے ہیں تمہیں اسے چھیڑنے کا حق نہیں

☆ لوگوں کا مال اور امانتیں ان کو واپس کرو

☆ کسی کو تنگ نہ کرو۔ کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ تا کہ تم بھی محفوظ رہو

☆ یاد رکھو! تم نے اللہ تعالیٰ سے ملنا ہے اور اللہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال کرے گا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے سود کو ختم کر دیا۔ اس لیے آج سے تمام سود ختم کر دو یا معاف کر دو

☆ تم عورتوں پر حق رکھتے ہو اور وہ تم پر حق رکھتی ہیں. جب وہ اپنے حقوق پورے کر رہی ہیں تو تم بھی ان کی ساری ذمہ داریاں ادا کرو

☆ عورتوں کے بارے میں نرمی کا رویہ قائم رکھو کیونکہ وہ تمہاری ساتھی اور بے لوث خدمت گذار رہتی ہیں

☆ کبھی زنا کے قریب بھی مت جانا

☆ اے لوگو! میری بات غور سے سنو. صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرو۔ پانچ فرض نمازیں پوری رکھو۔ رمضان کے روزے اور زکوۃ ادا کرتے رہو۔ اگر استطاعت ہو تو حج کرو

☆ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے. تم سب اللہ کی نظر میں برابر ہو۔ کسی کالے کو گورے اور کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت اور برتری نہیں ماسوائے تقوی اور پرہیزگاری

☆ یاد رکھو! تم نے ایک دن اپنے اعمال کی جوابدہی کے لیے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے. خبردار رہو اور میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا

☆ یاد رکھو! میرے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا اور نہ کوئی نیا دین لایا جائے گا۔ میری باتیں اچھی طرح سے سمجھ لو

☆ میں دو چیزیں تمہارے درمیان چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ قرآن اور میری سنت. اگر تم نے ان کی پیروی کی تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے

☆ سنو! تم لوگ جو موجود ہو اس بات کو اگلے لوگوں تک پہنچانا اور وہ پھر اگلے لوگوں کو پہنچائیں اور یہ ممکن ہے بعد والے میری بات کو پہلے والوں سے زیادہ بہتر سمجھ اور عمل کر سکیں. پھر آپؐ نے آسمان کی طرف چہرہ مبارک اُٹھایا اور فرمایا

☆ اے اللہ! گواہ رہنا میں نے تیرا پیغام تیرے لوگوں تک پہنچا دیا۔

مسجد نمرہ میں خطبہ حج اور نماز

دوسری صدی ہجری میں بالکل اسی مقام پر مسجد نمرہ تعمیر کی گئی جہاں نبی اکرمؐ نے خطبہ حج دیا تھا چونکہ مسجد کی جگہ وادی ارانہ میدانِ عرفات سے باہر واقع ہے اس لئے توسیع کے بعد مسجد کا ایک حصہ میدانِ عرفات کی حدود سے باہر بھی ہے۔ موجودہ شکل میں مسجد نمرہ میں داخلہ کے ۱۰ بڑے داخلی راستوں پر ۶۴ دروازے ہیں۔ ۳ گنبد اور ۶ مینار ہیں۔ کل ملا کر مسجد میں ساڑھے تین لاکھ نمازیوں کے لئے گنجائش موجود ہے۔ ہمارے گروپس کے علاوہ دیگر حجاج میں سے جو خواتین و حضرات مسجد نمرہ میں جا کر خطبہ حج سننے اور نمازیں ادا کرنے کے خواہشمند تھے وہ کیمپوں میں جگہ بنا کر سامان رکھتے ہی نکل کھڑے ہوئے تاکہ وہاں اندر جگہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوں۔ میدانِ عرفات کے خیموں سے مسجد نمرہ کا پیدل فاصلہ تقریباً ساڑھے تین کلومیٹر ہے اور یہ فاصلہ زیادہ سے زیادہ گھنٹے بھر میں طے ہو جاتا ہے۔ اس سال چونکہ حجاج کی تعداد عمومی تعداد سے آدھے سے بھی کم تھی اس لئے بغیر کسی اضافی بھاگ دوڑ مسجد نمرہ تک رسائی ممکن تھی۔ حج کے دنوں میں مناسک کی خوبصورتی اور روح بھی یہی ہے کہ سخت گرمی اور سورج کی تپش میں اللہ کے حکم پر نبی کریمؐ اور ان کے ایک لاکھ ساتھیوں کے حج کی سنت کو کسی طور زندہ کیا جائے۔ ورنہ تو آج کے حج میں جو سہولیات جن میں آرام دہ ٹرانسپورٹ اور ٹھنڈے خیموں میں رہائش شامل ہے وہ حضور کریمؐ اور ان کے بعد میں ہونے والے حج سے مطابقت ہی نہیں رکھتے۔

✧ ✧ ✧

حجاج کی کھانے اور اسباب جمع کرنے پر ”توجہ“

ہمارے خیمہ سے باہر بائیں جانب کچھ فاصلے پر ایک ٹینٹ میں کھانے پینے کی اشیاء جن میں سینڈوچ، پھل، دہی، آئس کریم، جوسز اور پانی کی وافر مقدار میں بوتلیں اپنی مدد آپ کے تحت حاصل کرنے کی سہولت تھی۔ دائیں بائیں خیموں سے حجاج خواتین وحضرات عین اس وقت بھی وہاں سے اشیاء خورونوش اکٹھے کر رہے تھے جب خطبہ حج ہو رہا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ خیموں کے اندر کھانے پینے کی اشیاء ”رل“ رہی تھیں۔ حجاج اشیاء ایک دوسرے کو دینے کی کوشش بھی کرتے۔ کھانے پینے کی ان اشیاء کا اہتمام دراصل مکتب کی طرف سے ہوتا ہے۔ جن کے ملازمین سٹورز سے نکال کر مخصوص جگہوں پر ”ری فل“ کرتے رہتے ہیں اور حسب طلب حجاج وہاں سے اُٹھاتے اور خیموں تک لاتے تھے۔ ہم چونکہ مسجد نمرہ جانے والوں میں شامل نہیں تھے اس لئے خیمہ میں اپنی جگہ پر لیٹے ہوئے ایک ساتھی حاجی کے ہیڈ سیٹ سے ریڈیو پر امام صاحب کے خطبہ کا کچھ حصہ اُردو ترجمہ کے ساتھ سنا۔ اس دوران ذکر اذکار کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ کچھ دیر کے لئے باہر نکل کر گردونواح کا جائزہ بھی لیا۔ یومِ عرفہ کی مناسبت لوگ کڑی دھوپ میں کھلے آسمان تلے ہاتھ اُٹھائے گریہ وزاری سے اپنی اپنی زبان میں اللہ کی بارگاہ میں مغفرت اور اس کی رحمت طلب کر رہے تھے۔ اس تعداد سے کہیں زیادہ حجاج خیموں میں استراحت فرما رہے تھے۔ میدانِ عرفات میں ملا جلا ماحول تھا۔ ہر ایک اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ذکر وعمل میں یہ دن گذارنے کی کوشش میں تھا۔

میدانِ عرفات میں سب سے مسنون دُعا (ترجمہ:) ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہی اسی کے لئے ہے۔ تعریف کے لائق وہی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے“۔

احرام کے ستر سے بے نیازی پر تشویش

ہمارے خیمے میں آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا۔ عبدالرحمٰن اور عبداللہ اپنی امی جان کا خیال رکھنے اور کھانے پینے کی اشیاء پہنچانے عورتوں کے حصے میں گھس جاتے تھے۔ یہ عجیب معاملہ تھا کہ کیمپ میں خواتین کی ایک بڑی تعداد (جن میں ہمارے اور دیگر گروپس کی خواتین شامل تھیں)' کے مطالبہ پر بھی درمیان میں پردہ کا اہتمام نہ کیا گیا۔ مکتب کے ذمہ داران سے زیادہ یہ ٹریول ایجنسیز کے منتظمین کی لاپرواہی تھی جن کے حجاج اس کیمپ میں مقیم تھے۔ خواتین بار بار پردہ کا مطالبہ کرنے کے بعد بالآخر خاموش ہو کر جیسے تیسے مقیم ہو گئیں۔ ایسی صورت میں ظہر و عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرات کے حصے میں ایک بڑی تعداد احرام کی اوپر والی چادر سے بے نیاز لیٹی اور بیٹھی پائی گئی۔ مجھے اس بات کا بڑا دکھ ہوا کہ ایک تو عورتوں کے لئے درمیان میں پردہ کے اہتمام پر کسی نے کوئی کان نہیں دھرا۔ دوسرا یہ لوگ اپنا بدن ننگا کر کے آرام فرما رہے ہیں۔ یہ بیہودگی کہی جا سکتی تھی کہ اتنا بڑا دن ہو' میدانِ عرفات میں ٹھہرنے کا مقصد اتنا ارفع و اعلیٰ ہو اور مرد حجاج سینہ اور پیٹ ننگے کر کے لیٹے ہوئے ہوں۔ احرام کے ستر سے اس طرح آزاد لیٹنا اور بیٹھنا یومِ عرفہ پر کس طرح برداشت کیا جا سکتا ہے؟ مجھے اس بارے بڑی تشویش تھی۔ میں نے دیکھا کہ بالخصوص وہ لوگ جو ٹریول ایجنسی کے کاروبار سے منسلک ہیں اور بیسیوں حج کر چکے ہیں۔ اس بارے لاپرواہ ہیں اور ان کی دیکھا دیکھی دیگر حجاج بھی احرام کے ستر سے باہر پڑے ہیں۔ ایسے میں ہمارے گروپ میں شامل ایک ٹریول ایجنسی کے منتظم نثار صاحب جن کو زائد العمر ہونے کے باوجود حج کے لئے

خصوصی اجازت نامہ مل گیا تھا اور انہوں نے مکہ میں حج پر روانہ ہونے سے ایک دن پہلے ہمیں جوائن کیا تھا۔ وہ یومِ عرفہ کے حوالے سے مائیک پر حاضرین خیمہ سے خطاب فرمانے بیٹھ گئے۔ اس دوران ان کے احرام کی اوپر والی چادر کا یہ حال تھا کہ جسم نظر آ رہا تھا مگر انہیں کوئی پرواہ نہیں تھی۔ میں حیران تھا کہ اس بارے نہ کوئی بات کر رہا ہے اور نہ ہی آواز اُٹھا رہا ہے۔ حیران کن بات یہ تھی جو کوئی جتنی لمبی داڑھی والا حاجی تھا اتنا ہی زیر بحث بے پردگی میں آگے تھا۔

ایک اور لمبے قد کے بھاری بھرکم شخص جس نے احرام کی بجائے جبا پہن رکھا تھا اور شکل سے پاکستانی لگتا تھا۔ تقریر کے لئے کھڑا ہو گیا اور اس نے حج کی اہمیت اور فضائل پر بات کرنا شروع کر دی۔ کہا: ''آپ خوش قسمت ہیں کہ اس بڑے فریضہ کے لئے منتخب ہوئے ہیں''۔ انہوں نے قرآن و احادیث کے حوالہ جات دیئے اور حج کے دوران سختیوں اور کم و بیشی کو برداشت کرنے اور درگزر کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی۔

ان حضرات کا خطاب ختم ہوا تو میں نے اپنے ساتھ نیم دراز عبداللہ اور عبدالرحمٰن سے بات کی کہ آپ تو پہلے حج پر آ چکے ہیں۔ احرام سے باہر ہو کر بے پردگی کا مرد حجاج جو مظاہرہ کر رہے ہیں اور وہ بھی خواتین کی موجودگی میں یہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ حج اور میدانِ عرفات میں قیام کی حقیقی روح کے اتنا خلاف ہے کہ مجھے اپنے یومِ عرفہ کے قیام و عمل پر شک ہونے لگ گیا ہے۔ واقعتاً مجھے بہت اضطراب ہو رہا تھا۔ یہ نہیں کہ میری اہلیہ خواتین میں وہاں موجود تھیں اور غیر محرم حاجی مرد حضرات وہاں احرام کے ستر کو بالائے طاق رکھ کر گھوم پھر رہے ہیں یا لیٹے ہوئے ہیں۔ مجھے خواتین کی طرف سے پردے کے اہتمام کی درخواست پر کوئی کان نہ دھرنے پر بھی شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔

عبداللہ نے میری اس تشویش سے اتفاق کیا کیونکہ ان کے والد مفتی تھے۔ ایک مدرسہ کا استاد ہونے اور پھر کئی سال سے حج پر آنے کی وجہ سے اس کی تائید کا مطلب یہ تھا

میں جو سوچ رہا ہوں وہ غلط نہیں ہے۔ ہماری اس بات چیت کے دوران عابد ورک بھی وہاں سے گذرا تو میں نے اسے بھی بلا لیا اور اپنی پریشانی سے آگاہ کیا۔ وہ بھی کہنے لگے کہ بات تو ٹھیک ہے۔ حجاج کا احرام کے بغیر خواتین کی موجودگی میں اس طرح چلنا پھرنا خلاف آداب ہے۔ اس نے مشورہ دیا کہ اس بارے نہ صرف منتظمین سے برملا بات کرنی چاہیئے بلکہ احتجاج کرنا چاہیئے۔ میں نے عابد کو کہا: ''پہلے اس جبا پہنے شخص کو بلا کر لاؤ جو ابھی مائیک پر تقریر کر رہا تھا۔ میں اس سے پوچھوں کہ احرام کے بغیر اس خیمہ میں مرد حجاج کا گھومنا پھرنا کس زمرے میں آتا ہے؟ وہ صاحب آئے تو میں نے ان سے اس بابت دریافت کیا تو کہنے لگے: ''یہ غلط ہے اور حجاج کو خود اس بارے احتیاط کرنی چاہیئے''۔ میں نے پوچھا: ''اگر کوئی اس طرح کی حرکت کرتا پھر رہا ہے تو اس کو روکنے ٹوکنے کی ذمہ داری کس کی ہے''؟ جواب میں اس شخص نے کہا: ''ظاہر ہے منتظمین کی ہے کہ وہ یاددہانی کروائیں اور انہیں باز رکھیں''۔ میں نے ان صاحب کی صحیح بات سن کر پوچھا: ''اگر منتظمین خود ننگے بدن ہوں تو وہ کسی کو منع کیسے کریں گے''؟ اس خیمہ میں صورت حال یہ ہے کہ منع کرنے والے خود اس غلط عمل کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ میں نے اسے کہا: ''یہ بہت افسوس ناک اور تکلیف دہ بات ہے کہ اچھے بھلے سمجھدار لوگ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے تیس سے زائد حج کر رکھے ہیں اور ان کا طرزِ عمل یہ ہے کہ وہ اتنے بے خوف ہیں کہ احرام کے ستر کو خواتین کے سامنے پامال کر رہے ہیں''۔

اس صورت حال کا مداوا کرنے کے لئے میں نے تجویز دی کہ یہ صاحب خیمہ میں موجود تمام حجاج کی توجہ اس ''حرکت'' کی طرف دلائیں اور ہم سب کو اس پر معافی کا طلبگار اور توبہ کرنی چاہیئے۔ میں نے زور دے کر کہا: ''مجھے خدشہ ہے کہ دیگر حضرات کی اس حرکت سے حج کا یہ اہم ترین رکن اور وہ بھی فرض، ہمارے لئے بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نظر میں مقبول ہونے سے رہ نہ جائے''۔ مائیک ایک مرتبہ پھر ان صاحب کے ہاتھ میں دیا گیا اور انہوں نے بجائے سیدھی بات کرنے کے گول مول انداز میں ادھر

ادھر کی باتیں کرنے کے بعد کہا: ''ہم سب معافی مانگتے ہیں آج کے دن ہم سے جو سہواً و قصداً ناپسندیدہ اعمال سرزد ہوئے ہیں ان پر شرمندہ ہیں اور امید رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ درگزر فرما کر ہمارا میدانِ عرفات میں قیام قبول فرمائیں گے''۔ انہوں نے جس انداز میں بات ختم کی تھی اس پر مجھے اندازہ ہوا کہ یہ صاحب ان ٹریول ایجنسیز کے تنخواہ دار ہیں اور انہیں یہاں حجاج کا دل بہلانے کے لئے بلایا گیا ہے۔ ورنہ ان کی یہاں موجودگی کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ حجاج نئے ضرور تھے مگر منتظمین تو پرانے ہی تھے اور انہیں خیمہ میں کوئی مشکل درپیش نہیں تھی۔ غروب آفتاب سے پہلے ہم بھی خیمے سے باہر نکلے، طہارت وضو کے اہتمام کے بعد کھلے آسمان تلے ہاتھ اُٹھا کر اللہ کی بارگاہ میں رقت کے ساتھ دُعائیں کیں۔ اردگرد بھی تاحد نظر ٹولیوں کی شکل میں حجاج گڑگڑا کر دُعائیں کر رہے تھے۔ اس طرح کے مناظر ہم ٹی وی پر حج بیت اللہ کی رپورٹ میں دیکھا کرتے تھے۔ ہاتھ اُٹھا کر رقت کے ساتھ اللہ کی مغفرت اور رحمت کا طلب کرنا میدانِ عرفات میں کئے جانے والے مسنون اعمال میں سے ہے۔

✧✧✧

کیا میدانِ عرفات ہی میدانِ حشر ہوگا؟

کیا میدانِ حشر بھی میدانِ عرفات ہی ہوگا؟ اس بارے متعدد روایات ہیں جن میں سے مسند احمد کی روایت کے مطابق ''اللہ کے رسول حضرت محمدؐ نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا: ''بیت المقدس اُٹھائے جانے اور جمع کئے جانے کا علاقہ ہے''۔ ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے حوالے سے ذکر ہے کہ ان کے پاس آکر ایک باندی نے عرض کیا: ''میں گردشِ دوران میں مبتلا ہوں اور سکون کے لئے عراق جانا چاہتی ہوں''۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے اسے جواب میں مشورہ دیا کہ ''تم شام کیوں نہیں چلی جاتیں کیونکہ وہ حشر ونشر کی سرزمین ہے''۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ میدان محشر شام کے خطہ میں بپا ہوگا۔ علاقہ شام سے مراد موجودہ شام کا حدود اربع نہیں ہے۔ اس کی جغرافیائی حد بیت المقدس تک وسیع ہے۔ موجودہ ملک شام Syria ہے جبکہ اس سے قبل یہ The Levant ہوا کرتا تھا جس میں فلسطین، اسرائیل کا علاقہ، شام، اردن، لبنان، قبرص اور ترکیہ کا کچھ حصہ بھی شامل تھا۔

بیشتر حجاج کے ذہن میں ہوتا ہے کہ میدانِ عرفات ہی حشر کا میدان ہوسکتا ہے لہٰذا اسی انداز سے دُعائیں مانگتے اور اللہ کی مغفرت طلب کرتے نظر آتے ہیں۔

اللہ کریم کی رحمت طلب کرنا بہت بڑی توفیق ہے اور اس عمل کے لئے ایسے مقامات پر حاضری اس سے بڑی سعادت ہے جہاں اس کے پیارے رسولؐ کے قدم لگے ہوں۔ جہاں آپؐ کی حیات مبارکہ گذری ہو اور نبوت پروان چڑھی ہو۔ وہ عالی المرتبت نبوت جس کے بعد نبوت کے در بند کردیئے گئے اور اللہ نے دین کو مکمل کردیا ہو۔

اللہ کے بندے اور نبی کریمؐ کے امتی ہونے پر ہمیں فخر اور شکر کرنا چاہیئے کہ ہم اس خیر والی امت میں سے ہیں جس کا تذکرہ قرآن نے خود کیا۔ ''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی ہدایت کے لئے ظاہر کی گئی۔ تم بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے لئے بھی بہتر تھا۔ ان میں کچھ مسلمان ہیں اور ان کی اکثریت نافرمان ہیں''۔ روزے، حج، زکوٰۃ کا معاملہ اپنی جگہ ہمیں اپنے مجموعی کردار کا جائزہ لینا چاہئے کہ ہم موجودہ دور میں عمل کے اعتبار سے کس مقام پر کھڑے ہیں؟

میدانِ عرفات سے مزدلفہ کا سفر اور مشکلات

میدانِ عرفات میں حکم ہے کہ مغرب کی نماز مزدلفہ میں عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے۔ اس لئے سب کو انتظار تھا کہ کب مزدلفہ کے لئے رختِ سفر باندھا جائے گا۔ بتایا تو یہ گیا تھا کہ عرفات میں قیام کے دوران مزدلفہ شب بسری کے لئے کھانے پینے کی کچھ اشیاء اضافی رکھ لی جائیں تو آسانی رہے گی مگر یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اکثر خواتین و حضرات نے سارا دن کھانے پینے کی اضافی اشیاء جمع کرنے میں صرف کر دیا تھا۔ جب منتظمین کی طرف سے بس سروس کی دستیابی کا اعلان کیا گیا تو وہ اپنے اپنے اضافی تھیلے اُٹھائے اندھیرے میں ایک راہنما کے بلند کتبے کو فالو کرتے ہوئے اپنے خیمے سے روانہ ہوئے۔

اہلیہ کو میں نے وہیل چیئر پر بٹھا رکھا تھا۔ ایک آدھ بیگ انہوں نے گود میں رکھا اور بقیہ وہیل چیئر کے ہینڈل سے لٹکا دیئے۔ رانا اشرف اپنی بیگم اور عبدالرحمٰن و عبداللہ اپنی اپنی والدہ کی وہیل چیئر کے ساتھ آگے پیچھے آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ خدا معلوم اندھیرے میں کہاں سے چکر کاٹتے ہوئے ہم ایسی جگہ پہنچے جہاں ایک بڑی تعداد میں بسیں کچھ اس طرح کھڑی تھیں کہ ان کے درمیان صرف ایک شخص ہی گذر سکتا تھا۔ ہماری بس کہاں کھڑی تھی یہ صرف مکتب کے رضا کار ہی جانتے تھے۔ ان بھول بھلیوں میں عجیب منظر تھا۔ سٹارٹ کھڑی بسوں کے درمیان تنگ راستے میں ہم کبھی دائیں مڑ جاتے تو کبھی سیدھے چلتے چلتے بائیں۔ اگر قطار کے اگلے حصے کو رکنا پڑتا تو لمحہ بھر رکنے کا مطلب یہ تھا کہ احرام پہنے بس کا ایگزاسٹ آپ کے گھٹنے گرم دیتا تھا۔ ایک دوسرے پر

نظر رکھنا پڑ رہی تھی کہ قطار سے بچھڑ کر کہیں اور نہ نکل جائیں۔ بہت ہی مشکل اور پریشان کن مرحلہ تھا۔ میں وہیل چیئر فولڈ کر کے اپنے سامنے مہارت سے لے کر چل رہا تھا اور یہ کبھی کبھار اگلے حاجی کی ٹانگوں سے بھی ٹکرا جاتی تو معذرت کرنا پڑتی تھی۔

میری اہلیہ تھوڑا اگلے حصہ میں دیگر خواتین کے ساتھ پیدل چل رہی تھیں اور بالآخر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ قطار کا ہراول حصہ آگے نکل گیا اور جو حاجی میرے آگے چل رہے تھے ان کے پاس بھی وہیل چیئر تھی غالباً بس کا کوئی بندہ سامنے آیا تھا تو تھوڑے سے توقف سے ہم ۸ حجاج قطار سے بچھڑ گئے۔ ادھر جا کر دیکھا، دائیں مڑ کر، بائیں گھوم کر ہمیں گروپ کے لوگ نظر آئے نہ ہی بس کا پتہ چل رہا تھا۔

بالآخر اس چھوٹے گروپ میں سے ملک لیاقت صاحب نے لعل جان کو فون کیا کہ ہم آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ کوئی سمجھ نہیں آ رہی ہم بسوں کے ہجوم میں کہاں کھڑے ہیں۔ کھڑا ابھی تو نہیں ہوا جا رہا تھا کیونکہ دائیں بائیں سے دیگر حجاج تنگ راستوں پر حرکت کر رہے تھے۔ بسوں کا شور اور ایگزاسٹ عجیب ماحول پیدا کر رہا تھا جس میں دم گھٹ رہا تھا۔ لعل جان کا دوبارہ فون آیا کہ بتائیں آپ کون سی بس نمبر کے پاس ہیں۔ وہاں بندہ آ رہا ہے۔ ادھر ہی انتظار کریں۔ دس منٹ گذرے ہوں گے کہ مکتب کا ایک نوجوان خدمتگار ہماری ٹریول ایجنسی کا کتبہ اُٹھائے ہمارے پاس پہنچا تو ہماری جان میں جان آئی۔ میری اہلیہ سمیت دیگر حجاج کے بارے پتہ چلا کہ وہ مزدلفہ لے کر جانے والی ہماری بس میں جا کر بیٹھ گئے ہیں۔

اس نوجوان نے ہمیں کہا: ''میرے پیچھے آؤ۔ ہم نے اس کو فالو کرنا شروع کر دیا اور کم و بیش پانچ منٹ میں ہم اپنی بس سے جا ملے۔ اب ہمیں بس کے سامان والے حصہ میں اپنی اپنی وہیل چیئر کو رکھنا تھا۔ بس کے ڈرائیو کے ساتھ ہیلپر نوعمر بنگالی لڑکا تھا۔ اس نے بمشکل نیچے سامان والا دروازہ کھولا اور سائیڈ پر کھڑا ہو گیا ہم چونکہ ایک پریشان کن صورتحال سے نکل کر آئے تھے تو امید کر رہے تھے کہ ہیلپر ہماری مدد کرے گا۔ اسے

یوں بے نیاز کھڑا دیکھ کر ملک لیاقت جو پاکستان میں جیل سپرنٹنڈنٹ تھے نے اسے کہا کہ وہ خود سے ہماری وہیل چیئر اندر رکھے تو وہ بولا: ''آپ خود اسے رکھ لو''۔ ملک صاحب کو غصہ آیا اور کہنے لگے: ''میں نے تمہارے تھپڑ مارنا ہے، تم بدتمیز ہو''۔ وہ آگے سے بڑھ کر بولا'' کیوں مارے گا تو تھپڑ''؟ ''تو حاجی ہے اس لئے میں کچھ نہیں کہہ رہا ورنہ میں ابھی رپورٹ بھی کر دوں گا''۔ میں نے مداخلت کی اور ملک صاحب کو رفع دفع اور برداشت کرنے کا کہہ کر خاموش کروایا۔ پھر اس لڑکے کو پیار سے سمجھایا کہ ہم بہت پریشان ہو کر یہاں تک پہنچے ہیں، اس لئے غصہ آ گیا۔ وہ پھر بولا: ''اگر آپ پریشان ہیں تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ ہم تو یہاں اپنی ڈیوٹی پر ہیں''۔ بات ختم ہو گئی، وہیل چیئرز سے فارغ ہوئے تو مجھے ساتھ والی بس میں بیٹھنا تھا جہاں میری اہلیہ بیٹھی تھیں۔ جب میں بس میں سوار ہوا تو وہی سوال کہ کہاں رہ گئے تھے آپ؟ میں نے سیٹ پر بیٹھ کر اطمینان کا سانس لیا اور اہلیہ کو مختصراً بتایا: ''آپ لوگ سیدھے نکل گئے اور ہم لوگ دائیں مڑ گئے تھے جس کی وجہ سے بس ڈھونڈنا ناممکن ہو گئی تھی۔ شکر ہے کسی نہ کسی طور پر یہاں پہنچ گئے''۔

بس میں جب مسافروں کی گنتی ہوئی تو پتہ چلا کہ رانا اشرف اپنی بیگم سمیت لاپتہ ہیں۔ وہ بھی ہماری طرح نامعلوم کہاں پھر رہے تھے۔ لعل جان نے ان کے فون پر رابطہ کیا تو شور کی وجہ سے بات نہیں ہو پا رہی تھی۔ بالآخر پتہ چلا کہ جہاں سے بسیں اس کمپاؤنڈ سے باہر نکل رہی ہیں وہیں کہیں کھڑے ہیں۔ ان کو بتایا گیا کہ آپ ادھر ہی کھڑے رہیں آپ کو یہاں سے نکلتے ہوئے اُٹھا لیں گے۔ اس کے بعد ہمیں علم نہیں کہ انہیں کون سی بس میں بٹھایا گیا لیکن وہ سوار ہو گئے تھے اللہ اللہ کر کے۔ اس بارے لعل جان جو ہمارے والی بس میں موجود تھے نے کنفرم کر دیا تھا۔

✧✧✧

یومِ عرفہ پر آندھی اور طوفان کا ذکر

عبداللہ ہمارے ساتھ والی سیٹ پر اپنی والدہ کے ساتھ موجود تھا اور اس کے پیچھے عبدالرحمٰن بھی۔ عبداللہ نے میدانِ عرفات میں حج ۲۰۱۹ء کے بارے بتایا کہ یومِ عرفہ کی شام اتنا شدید طوفان آیا تھا کہ خیمے تک اکھڑ گئے تھے اور حجاج بے یارو مددگار پڑے تھے۔ اندھیرے، آندھی اور بارش میں شدید افراتفری تھی۔ اس نے بتایا کہ وہ اس سال دوسری ٹریول ایجنسی کے ساتھ آیا تھا۔ اس کے منتظم عابد نے بڑی کوشش کی کہ اس طوفانی صورتحال میں بس والے ہمیں سوار کر لیں مگر بس ڈرائیور دروازہ نہیں کھول رہے تھے اور کسی کو سوار کئے بغیر وہاں سے نکلنے کی کوشش کر رہے تھے مگر عابد بس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور فرنٹ سے لٹک گیا کہ وہ حجاج کو سوار کرائے بغیر اسے نہیں جانے دے گا۔ عبداللہ نے بتایا کہ حجاج کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ بس والے خوفزدہ تھے کہ نا معلوم کتنے لوگ سوار ہو جائیں اور ان کے لئے مشکل پیدا ہو جائے۔ لیکن عابد کی کوشش اور جوانمردی رنگ لائی اور مجبوراً ڈرائیور نے دروازہ کھولا اور ہم سوار ہوئے۔ بھیڑ میں کچھ اور حجاج بھی بس میں داخل ہو گئے اور کھڑے ہو کر مزدلفہ تک کئی گھنٹے میں پہنچے تھے۔ عبداللہ کی گذشتہ حج کی یہ روداد سن کر اطمینان ہوا کہ ہم اس سال بڑے خوش قسمت ہیں کہ اللہ نے موسم بھی موافق رکھا ہے اور بس کی یہ چھوٹی سی پریشانی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ الحمدللہ! تمام بسیں سست روی سے مزدلفہ کی طرف رواں دواں تھیں۔ ہمارے بائیں جانب حجاج کا ایک جم غفیر پیدل چل رہا تھا۔ یہ وہ حجاج تھے جو سورج ڈھلتے ہی میدانِ عرفات سے پیدل چل پڑے تھے۔ میدانِ عرفات سے مزدلفہ تک سڑک کا فاصلہ ۱۰

کلومیٹراور پیدل ۸ کلومیٹر ہے۔مغرب کے بعد چونکہ دن والی تپش نہیں ہوتی اس لئے ہزاروں لاکھوں حجاج بس کا انتظام ہونے کے باوجود نبی اکرمؐ کی سنت کوزندہ کرنے کے لئے پیدل سفر کرنے کوترجیح دیتے ہیں۔بس روٹ پر جگہ جگہ سیکیورٹی اور پولیس کی گاڑیاں کھڑی نظر آتی تھیں تاکہ بسوں کی نقل وحمل میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے۔ ویسے بھی اس دن ان سڑکوں کوعام گاڑیوں کے لئے بند کردیا جاتا ہے۔ پیدل عرفات سے مزدلفہ پہنچنے میں دو گھنٹے صرف ہوجاتے ہیں۔جبکہ بس سروس کے پہنچنے کا دارومدار رش اوربس کی رفتار پر ہوتا ہے۔عموماً گھنٹہ بھر میں بس وہاں پہنچادیتی ہے۔ہماری بس کی رفتاربھی معمول کے مطابق تھی اوراس سال رش کم ہونے کی وجہ سے انتظامات بھی بہتر تھے۔

✦✦✦

مزدلفہ قیام کے دوران حجاج شُتر بے مہار

جیسے ہی مزدلفہ کا ایک بڑا اسائن بورڈ نظر آیا یقین ہو گیا کہ ہم بخیریت مزدلفہ پہنچ گئے ہیں۔ ایک جگہ سڑک کنارے بس پارک ہوئی تو تمام حجاج خواتین و حضرات نیچے اتر آئے۔ ابھی مزدلفہ میں انتشار دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہیل چیئر سمیت دیگر چھوٹے بڑے سفری بیگ تھامے عبداللہ اور عبدالرحمٰن کے صلاح و مشورے سے ہم ایک جگہ اپنی چٹائیاں بچھا کر بیٹھ گئے۔ یہاں پر مغرب اور عشاء کی اکٹھی نمازوں کی ادائیگی کا اہتمام کرنا تھا۔ طہارت اور وضو کے لئے مرد و زن کے علیحدہ واش روم تھے جہاں ابھی تک کچھ خاص رونق بھی نہیں تھی۔ سلیم خان صاحب بھی لاہور سے ہمارے حج کے ساتھی تھے۔ ان کا کمرہ بھی ہمارے ساتھ تھا۔ وہ اپنی اہلیہ اور ہمشیرہ کے ساتھ حج پر آئے تھے اور ان کی اہلیہ بھی وہیل چیئر پر سفر کرتی تھیں۔ وہ بھی مغرب و عشاء کی نماز کے لئے ہمارے ساتھ تھے۔ عبداللہ کی امامت میں ہم نمازوں سے فارغ ہو کر بیٹھ گئے۔ حجاج تھے کہ جوق در جوق احرام پہنے مزدلفہ میں رات قیام کی غرض سے داخل ہو رہے تھے۔ ان میں سے زیادہ تر وہ حجاج خواتین و حضرات تھے جو میدانِ عرفات سے بہت بڑی تعداد میں پیدل سفر کے لئے نکلے تھے۔ ہمارا پڑاؤ مزدلفہ کی سڑک کے ساتھ واقع انٹری پوائنٹ کے قریب تھا۔ اس کے الٹی طرف پہلے واش روم و وضو کی جگہ کی عمارت تھی اس لئے یہاں بیٹھے ایک رونق کا سا احساس ہو رہا تھا۔ خواتین تھکی ہوئی تھیں اور ان کی خواہش تھی کہ وہ کچھ دیر لیٹ کر آرام کر لیں۔ لیکن جیسے جیسے حجاج کے گروہ دائیں بائیں سے میدان میں داخل ہو رہے تھے۔ احرام میں لپٹے مرد حضرات ہمارے درمیان سے گذرنے سے

احتراز نہیں کر رہے تھے۔

کچھ دیر تو ہم نے برداشت کیا پھر ہم نے خواتین کے لیٹنے کی جگہ کے گرد وہیل چیئرز کھڑی کر دیں اور ارد گرد بیگ بھی رکھ دیئے۔ مگر حیرت اس وقت ہوئی جب بظاہر شکل سے معقول لگتے حجاج بھی شتر بے مہار ادھر سے گذرنے کی کوشش کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک آدھ تو خواتین کے درمیان سے منع کرنے کے باوجود گذر کر دوسری طرف نکل گئے۔ میں نے یہ صورت حال دیکھ کر عبداللہ سے کہا۔ حد ہے یار و یسے کیا عجیب لوگ ہیں۔ نظر بھی آ رہا ہے مگر پھر بھی پاگلوں کی طرح حرکت کر رہے ہیں۔ آدمیوں کے درمیان سے گذر جائیں تو چلو خیر ہے مگر کس قدر ڈھٹائی اور بے ہودگی سے لیٹی ہوئی خواتین کے اوپر سے گذرنے سے باز نہیں آ رہے۔ عبداللہ نے جواب میں کہا: ’’اعجاز صاحب اس بار کوئی رش نہیں ہے۔ ورنہ یہاں تو تل دھرنے کو جگہ نہیں ہوتی ہے۔ بس جیسے تیسے بچ بچا کر گذارا کرو‘‘۔ عام طور پر تربیتی پروگرامز میں حجاج کو بتایا تو یہی جاتا ہے کہ مزدلفہ میں کھانے پینے کا سامان دستیاب نہیں ہوتا اس لئے اپنے رات کے کھانے پینے کا سامان عرفات میں اکٹھا کر لیں۔ حجاج اس سبق کو خوب پلے سے باندھتے ہیں اور پھر مزدلفہ میں رات یہ جمع کیا ہوا کھانا ختم کرنے میں بسر کرتے ہیں۔ مزدلفہ کے وسط میں ایک بڑا ٹرک بھی کھڑا تھا جس سے حجاج کو پانی کی بوتلیں مفت تقسیم کی جا رہی تھیں۔ اس کے ساتھ بڑی تعداد میں فیملی سائز کے قالین بھی پڑے تھے جو حجاج نے پہلے آیئے پہلے پایئے کی بنیاد پر اُٹھا لئے اور جہاں دل چاہا بچھا کر ڈیرہ جما لیا۔ لاکھ کوشش کی کہ کسی طرح آنکھ لگ جائے مگر اندھوں کی طرح دائیں بائیں سے گذرنے والے حجاج کے خوف سے ممکن نہ ہو سکا۔

✧✧✧

مزدلفہ میں شب بسری- کوئی وی آئی پی نہیں رہتا

مزدلفہ کے بیچوں بیچ ایک چوڑی سڑک تھی جو شمال مغرب سے جنوب کو جاتی ہے۔ اس کے دائیں حجاج دور دور تک بیک وقت لیٹے ہوئے اور چلتے پھرتے رات بھر نظر آتے رہے۔ مناسکِ حج کے دوران مزدلفہ واُحد ایسی جگہ ہے جہاں وی آئی پی حج والے بھی اسی حالت میں رات بسر کرتے ہیں جیسے لاکھوں مسکین حاجی ٹھہرے، بیٹھے اور سوئے ہوتے ہیں۔ ورنہ منیٰ اور عرفات میں تو زیادہ رقم دے کر پیکیج لینے والے آرام دہ بستر، اے سی، رہائشی خیمے کے ساتھ بوفے کھانا اور جمرات تک ٹرانسپورٹ سے سہل ترین حج کے مزے لوٹتے ہیں۔ یہ پیسے کی چمک ہے کہ حج کو بھی کاروبار بنا لیا گیا ہے۔ غریب بندہ اب بھی کوشش کرتا ہے کہ اسے کم لاگت میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں حج کے لئے قیام کے زیادہ سے زیادہ دن میسر آ جائیں جبکہ دولت منداور کاروباری حضرات سہولیات کے ساتھ کم از کم دن کے حج پیکیج کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ اس سال بھی وی آئی پی حج پیکیج جو دو ہفتے دورانیہ کا تھا اوسطاً ۲۵ لاکھ روپے کا تھا۔ جس میں مسجد الحرام سے متصل کلاک ٹاور کے اندر فائیو سٹار ہوٹل میں رہائش شامل تھی۔ ایسے پیکیجز پاکستان سے آنے والے ٹی وی اینکرز، کھلاڑیوں، سیاستدانوں، بڑے صنعتکاروں اور کاروباری حضرات کے ''وارے'' میں آتے ہیں۔

فجر میں ابھی چند گھنٹے باقی تھے تو یوں لگتا تھا کہ مزدلفہ میں خاموشی سی چھا گئی ہے۔ لیکن ابھی بھی اکا دکا حجاج خواتین وحضرات واش رومز کے گرد چلتے پھرتے دیکھے جا سکتے تھے۔ کچھ دیر ذکر اذکار کے بہانے میں اپنی چٹائی پر بیٹھا رہا اور پھر ارادہ کیا کہ میدان کا

چکر لگا کر جائزہ لیا جائے کہ کیا سرگرمی ہو رہی ہے؟ کیونکہ ہمارے گروپ کے باقی خواتین وحضرات نیند لے رہے تھے اور اب کوئی خاص امکان نہیں تھا کہ رات کے ابتدائی حصہ کی طرح کوئی سونے والوں کے اوپر سے گذرنے کی حرکت کرے گا۔

میں نے دائیں جانب سڑک پر چلنا شروع کر دیا۔ دور دور تک خواتین اور مرد اپنی فیملی یا گروپس کے ساتھ جہاں ہیں جیسے ہیں کی بنیاد پر سوئے ہوئے تھے۔ حالت یہ تھی کہ ان کے اردگرد کھانے پینے کی اشیاء کے ڈبے، ریپر اور پانی کی خالی بوتلوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ ان کے بیگز اور ہینڈ کیریز سر کے نیچے یا بغل میں تھے لیکن تھکاوٹ کی وجہ سے نیند کے عالم میں تھے۔ میں یہ مناظر دیکھتا ہوا آہستہ آہستہ آگے بڑھتا گیا۔ مزدلفہ کی یہ داخلی خارجی سڑک تو آگے جا رہی تھی مگر میں بائیں مڑ گیا اور اس طرف سامنے دور لوہے کا جنگلہ لگا کر باؤنڈری بنا دی گئی تھی اور شمال میں بھی اسی طرح کی باڑ تھی جس کے پار کچھ انتظامی عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ اس علاقہ میں کم حجاج پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ یہاں میں نے ایک پانی کی خالی بوتل تلاش کر کے شیطان کو مارنے کے لئے مناسب سائز یعنی مٹر کے دانے برابر کنکریاں اکٹھی کرنے کا کام کیا۔ مزدلفہ میں جگہ جگہ ''بجری'' کے چھوٹے چھوٹے ڈھیر تھے جن سے آپ یہ کنکریاں چن سکتے تھے۔ بعض جگہوں پر تو غالباً بارش کا پانی تھا یا پھر کوڑے کے ڈھیر بھی تھے جہاں کنکریاں پڑی تھیں۔ میں نے احتیاط سے صاف جگہوں سے ۷۰، ۷۰ کنکریاں اپنے اور اہلیہ کے لئے الگ الگ بوتلوں میں محفوظ کر لیں تاکہ کام آسکیں۔ ۱۰ ذی الحجہ کو ۷ کنکریاں جبکہ باقی دنوں میں ۲۱، ۲۱ کنکریاں مارنی ہوتی ہیں۔

✧✧✧

زائرین کے خراٹے اور صفائی نصف ایمان

راستے میں ایک جگہ پر خواتین ایک دوسرے کے ساتھ ٹیک لگا کر نیم دراز تھیں اور اس کے پاس پڑی پی آئی اے کی چھتریوں سے اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ یہ گروپ پاکستان سے ہے۔ افریقہ کے حجاج تو دور سے ہی پہچانے جاتے ہیں اور مزدلفہ میں رات کے اس پہر وہ دھت سوئے ہوئے تھے اور ان کے خراٹے بھی فراٹے دار تھے۔ تقریباً ایک گھنٹے کا یہ راؤنڈ بہت دلچسپ تھا۔ یہ سب کچھ اس علاقہ میں تھا جہاں سے گذرنا بہت آسان تھا ورنہ بعد میں ہم نے دیکھا کہ جنوب کی طرف جو مزدلفہ کا خارجی راستہ ہے وہاں بہت زیادہ رش تھا۔ ابھی چونکہ واش روم پر رونق بہت کم تھی۔ اس لئے میں نے اپنے گروپ کی جگہ واپس جانے سے پہلے طہارت و وضو کرلیا۔ فجر کا وقت ہوا چاہتا تھا۔ میں نے اہلیہ کو نیند سے بیدار کیا اور ان کے دیگر خواتین بھی اُٹھ گئیں اور وہ واش روم کی طرف چل دیں۔ عبدالرحمٰن و عبداللہ بھی بیدار ہو گئے تو وضو کے بعد دیگر حجاج کے ساتھ ہم نے نمازِ فجر ادا کی اور پھر سب اپنا اپنا سامان سمیٹنے لگے تا کہ جب یہاں سے روانگی ہو تو کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ پو ہ پھوٹنا شروع ہو گئی تھی اور ہمارے منتظمین نے بھی دائیں بائیں اپنے حاجیوں کو جانے کے لئے تیاری کا کہنا شروع کر دیا تھا۔ فجر کی نماز کے بعد چلنے سے قبل کچھ دیر قبلہ رُخ کھڑے ہو کر دُعائیں مانگیں۔ ان دُعاؤں کے مانگنے کو وقوف مزدلفہ کہا جاتا ہے۔

مزدلفہ میں رات قیام کے دوران جو کھانا پینا ہوتا ہے اس کا کوڑا کرکٹ ٹنوں کے حساب سے اکٹھا ہوتا ہے۔ حجاج اپنا سامان بالخصوص چٹائیاں اور سرہانے ساتھ لائے

ہوتے ہیں وہ بھی ادھر چھوڑ جاتے ہیں۔اس طرح کی صفائی بہت بڑا چیلنج ہوتا ہے جس سے مقامی ادارے خوب نمٹتے ہیں۔حجاج کے مزدلفہ چھوڑنے کے بعد لاکھوں ٹن کچرا وہاں سے بڑی بڑی مشینوں کے ذریعے اُٹھایا جاتا ہے۔اسلام نے صفائی کو نصف ایمان قرار دیا ہے۔اس صفائی میں ذاتی و شخصی صفائی ہی شامل نہیں بلکہ گردونواح اور ماحول کی صفائی کا خیال رکھنا بھی شامل ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ حج دنیا بھر میں سب سے بڑا انسانی اجتماع ہے۔ یہ اجتماع ایسے مسلمانوں کا ہوتا ہے جن کے لئے صفائی بہت اہمیت رکھتی ہے لیکن عمل اور زمینی حقائق کا یہ عالم ہے کہ یہ لاکھوں مسلمان مکہ مکرمہ جیسی سرزمین پر آ کر منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں ماحول کی صفائی و ستھرائی کے معاملہ میں جس لاپرواہی اور غفلت کا مظاہرہ کرتے ہیں اس کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔فرض کرلیا کہ حج کے اس عظیم الشان اجتماع میں متعدد مما لک سے مختلف رنگ و نسل اور عادات کے خواتین و حضرات شامل ہوتے ہیں مگر ان کا ایمان تو ایک اللہ اور ایک رسولؐ پر ہے۔صفائی اسی ایمان کا نصف ہے تو پھر جگہ جگہ لگے ڈسٹ بن اور کوڑے کے لئے مخصوص جگہوں پر کوڑا کرکٹ نہ پھینکنا اور غفلت و لاپرواہی کا مظاہرہ کرنا کتنی قبیح حرکت ہے اس بارے کوئی غور کرتا ہے نہ بات نہیں کرتا ہے۔کیا ہی اچھا ہو کہ ایک مثال بنا دی جائے کہ لاکھوں کے اس اجتماع میں سے کوڑا کرکٹ اُٹھانے کے لئے وسائل کا استعمال نہ ہونے کے برابر رہ جائے۔مکہ مکرمہ ایسے مقدس شہر اور اس کے گردونواح میں ماحول آلودہ ہونے کی بجائے اسی طرح صاف اور پاکیزہ رہے جس کا تصور ہم دل و دماغ میں لے کر وہاں جاتے ہیں۔

✧✧✧

مزدلفہ سے منیٰ پیدل سفر

ہمارے قافلے کے کچھ حجاج نے پیدل منیٰ واپس جانے کی بجائے جمرات، رمی اور پھر حرم جا کر طواف زیارت بھی کرنے کا ارادہ کیا لیکن اکثریت واپس منیٰ جا رہی تھی۔ ہم نے وہیل چیئرز پر خواتین کو بٹھایا اور وہاں سے خارجی راستے کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ ٹریول ایجنسی کے چیف فاروق صاحب اور حاجی شکیل صاحب نے کتبہ اُٹھا رکھا تھا۔ ابھی ہم مزدلفہ کے اندر ہی گھوم رہے تھے اور خارجی راستوں پر سورج نکلنے کے باوجود بڑی تعداد میں حجاج قالین بچھائے اپنے ساز و سامان کے ساتھ لیٹے پڑے تھے۔ ان کے درمیان سے گذرنا امر محال ہو رہا تھا اور یہ ہنوز مقیم حجاج ہمیں راستہ دینے سے بھی گریزاں تھے۔ خدا خدا کر کے وہاں پڑے الٹے قالین کے اوپر وہیل چیئر کھینچ کر نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ جیسے ہی مرکزی شاہراہ پر پہنچے تو وہاں سے بائیں طرف مڑتے ہوئے یکدم ہجوم کی سی صورت بن گئی اور وہیل چیئر چلانا امر محال ہو گیا۔ اس دوران گروپ کی مومنٹ پر بھی نظر رکھنا بہت ضروری تھا۔ ایسا نہ ہو کہ کل شام عرفات سے نکلتے ہوئے بس سٹینڈ پر جس صورت حال کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ پھر سے درپیش ہو۔ کچھ دیر تک دھکم پیل کے بعد منیٰ کے سائن بورڈ دیکھ کر ہم آگے بڑھتے گئے تو ہجوم کی نقل و حرکت میں بہتری آ گئی جس سے ہم نے سکون کا سانس لیا۔ مزدلفہ سے منیٰ واپسی کا فاصلہ خیموں کی مختلف لوکیشنز کے اعتبار سے چار سے پانچ کلومیٹر ہے۔ یہ ہم پر اللہ کا خاص کرم اور مہربانی تھی کہ میدانِ عرفات میں پورا دن گذارنے کے بعد مزدلفہ میں شب بسری کے دوران کوئی خاص نیند بھی نہ لے سکے تھے۔ جسمانی تھکاوٹ کے باوجود مزدلفہ

سے منیٰ کیمپ تک واپسی کا سفر گروپ کے ساتھ بخیریت گذرا۔ عبدالرحمٰن اور عبداللہ اپنی اپنی والدہ کی وہیل چیئر بھی ہمارے ساتھ ساتھ چلاتے رہے۔ منیٰ کے گرد و نواح میں خیموں تک پہنچے تو کوئی خاص رونق نہیں تھی۔ غالباً ہم مزدلفہ سے روانہ ہونے والے اوّلین قافلوں میں تھے۔ منیٰ واپسی میں اندازاً دو گھنٹے صرف ہوئے ہوں گے۔

منیٰ میں اپنے خیموں میں پہنچ کر ہم نے فاروق اور شکیل صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ ان کی معیت میں یہ سفر اچھا رہا۔ سب تھکے ہوئے تھے اس لئے سب اپنی اپنی جگہوں پر کچھ دیر نیند لینے کے لئے دراز ہو گئے۔ ظہر کی نماز کے لئے بیدار ہوئے اور کھانے کا اہتمام ہو تو معلوم ہوا کہ خیمے میں کافی حاضری کم ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ حاجی اپنے اپنے طور پر رمی کے لئے جمرات جانے اور واپس آنے یا پھر وہیں سے طواف زیارت کے لئے نکل چکے تھے۔ عبداللہ چونکہ حج کے مناسک اور اوقات کو ہم سے بہتر سمجھتا تھا اس لئے وہ ہماری رہنمائی بھی کرتا تھا۔ صورتحال یہ تھی کہ خواتین تو تھکی ہوئی تھیں اور وہیل چیئر پر ان کو جمرات رمی کے لئے لے جانا مشکل تھا۔ طے ہوا کہ عبداللہ کے ساتھ جمرات پیدال روانہ ہوتے ہیں۔ جس کا فاصلہ ہمارے کیمپ سے چار کلومیٹر تھا۔ ہم خواتین کی طرف سے بھی رمی کر دیں گے جس کی اجازت ہے۔ جمرات تک ٹرین سروس بھی تھی اس کے روٹ بارے نہ کسی نے ہمیں بتایا تھا نہ ہم نے کسی سے پوچھا۔ منیٰ سے ٹرین سٹیشن ایک کلومیٹر پیدل فاصلہ پر ہے اور وہاں سے سوار ہو کر اگلے سٹاپ جمرات پر اتر کر زیادہ نہیں چلنا پڑتا۔ واپسی کے لئے یہی روٹ ہوتا ہے۔ جو حجاج اس روٹ سے رمی کر کے آئے تھے انہوں نے خیمہ میں واپس آ کر ہمیں اس بارے بتایا تھا۔

✧ ✧ ✧

پیدل سفر اور جمرہ عقبہ کی رمی

عبدالرحمٰن تو اپنی والدہ کو لے کر خیمہ سے جمرات کے لئے نکل چکا تھا۔ عبداللہ نے مجھے کہا: ''ہمت کریں پیدل جا کر رمی بھی کر آتے ہیں''۔ میں نے اثبات میں جواب دیا اور ہم وہاں سے دائیں جانب ایک سڑک پر دیگر حجاج جن میں بڑی تعداد میں افریقن نوجوان تھے کے ساتھ ایک خاص رفتار سے نکل کھڑے ہوئے۔ مکتب کے ابتدائی نمبروں کے تمام خیمے وی آئی پی خیمے۔ جمرات کی طرف جاتے ہوئے ہمارے بائیں ہاتھ پر تھے۔ وہاں سے بھی قافلے نکل کر سڑک کی دوسری طرف اس وقت جمرات کی طرف رواں دواں تھے۔ گرمی کی شدت قابل برداشت تھی۔ پانی کی بوتل لے کر نکلے تھے مگر راستے میں بھی مناسب فاصلے پر نل لگے تھے جن سے پانی پیا اور لیا بھی جا سکتا تھا۔ گھنٹہ بھر مسافت کے بعد ہمیں یوں لگتا کہ ہم جمرات کے بہت قریب پہنچ گئے ہیں مگر پھر بھی وہاں سے اندر دوسری منزل پر جانے میں ایک گھنٹہ اور صرف ہوا۔ ۱۰ ذوالحجہ کو جمرات میں رمی کا مسنون وقت طلوع آفتاب کے بعد سے شروع ہو کر غروب آفتاب تک ہوتا ہے۔ اس دن ہم نے جمرہ عقبہ یعنی آخر میں واقع بڑے شیطان کو کنکریاں مارنا تھیں۔ عمارت کے اندر داخل ہوئے تو کیا پاورفل ایئر کنڈیشننگ تھی۔ باہر گرمی کے ماحول سے اندر آنے پر خوشگوار ٹھنڈک طبیعت بحال کر دیتی ہے۔ رمی سے پہلے تلبیہ پڑھنا بند کر دینا چاہئے کیونکہ اس مقام پر آ کر تلبیہ کی پابندی ختم ہو جاتی ہے جو احرام پہننے کے ساتھ شروع ہوئی تھی۔ کنکریاں مارنے کی جگہ پر کوئی خاص رش اس لئے نہیں تھا کہ یہ سلسلہ صبح سے شروع تھا اور زیادہ

تر حجاج کی کوشش تھی کہ وہ رمی سے فارغ ہو کر قربانی کا اہتمام کریں اور حلق یعنی سر کے بال منڈوانے کے ساتھ احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو جائیں اور پھر طواف زیارت عام کپڑوں میں کریں۔

عبداللہ اور میں نے اپنی اور خواتین کی طرف سے ۷، ۷ کنکریاں ماریں۔ اس دوران دیکھا کہ بعض حضرات جمرہ عقبہ کی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور بالکل پاس سے کنکریاں مارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو حجاج ذرا دور سے کھڑے ہوئے کنکریاں مارتے ہیں ان کا اگر نشانہ خطا ہو جائے تو ایسے حضرات کے سر پر بھی جا لگتا ہے۔ میرے ہاتھ سے بھی ایسا ایک بار ہوا اور کنکری کسی کے سر میں جا لگی۔ اس پر مجھے دوبارہ کنکری مارنا پڑی تاکہ گنتی میں کمی نہ رہ جائے۔

رمی سے فارغ ہو کر نکلے تو اب واپسی کا سفر بائیں جانب خیموں والی سڑک پر تھا۔ اس سڑک پر دائیں ہاتھ خیموں کی وجہ سے رونق سی تھی۔ مکتب نمبر ۱، ۲، ۳ کے خیموں میں ایئر کنڈیشنز، صوفے لگے تھے اور بوفے کھانے کا بھی ساز و سامان پڑا نظر آرہا تھا۔ زیادہ تر خیموں میں فلپائن کی خواتین خدمتگار جو کھانا اور صفائی وغیرہ کے انتظامات پر مامور تھیں بھی نظر آئیں۔ جیسے جیسے مکتب کے نمبر زیادہ ہوتے جارہے تھے مختلف ممالک کے سرکاری حج وفود کے خیمے شروع ہو گئے جن میں پاکستان کے خیمے بھی تھے۔ ان کے بعد افریقن حجاج کے خیموں کا سلسلہ دور تک چلتا رہا۔ بالآخر ہم انٹرسیکشن سے دائیں مڑ کر مکتب D کے احاطہ میں عصر سے قبل اپنے خیمہ میں واپس آ گئے۔ عبدالرحمٰن خیمے میں لیٹا ہوا تھا۔ ہم نے بیٹھ کر پانی پیا اور کچھ کھانے کا بندوست کیا۔ ہم نے فون پر لعل جان سے اپنی قربانی کی تصدیق کی کہ اگر ہو چکی ہے تو ہم حلق کروائیں۔ ادھر سے Done کی آواز آئی تو حلق کے لئے ساتھ والے خیمہ میں کچھ نوجوان موجود تھے جن سے ۱۰ ریال کے عوض مشین سے سر کے بال صاف کروائے۔ اس کے ساتھ الحمدللہ! حج مکمل ہو گیا اور احرام اتار کر وہاں غسل کے بعد نہا کر عام لباس جو ساتھ لے

کر آئے تھے زیب تن کر لیا۔ ایک دوسرے کو ہم نے مبارکباد بھی دی۔ خوشی و شکر کا اظہار کیا کہ اللہ نے ہمیں یہ سعادت بخشی۔

خیمہ تقریباً خالی ہی تھا۔ عصر کی نماز ادا کی اور طے یہ ہوا کہ ہمیں آج رات یہاں رکنے کی بجائے کسی طور واپس حرم جا کر طواف زیارت کرنا چاہئے تا کہ حج کا یہ فرض بھی ادا ہو جائے۔ طواف زیارت کے بعد اپنے ہوٹل جو حرم کے پاس ہی تھا جانے کا پروگرام تھا۔ صبح پھر جمرات سے رمی کرتے ہوئے واپس منیٰ اپنے خیمے میں آجائیں گے۔

✧✧✧

طوافِ زیارت کے لئے پیدل عزیزیہ تک

عبداللہ نے اپنی والدہ کو پروگرام سے آگاہ کیا۔ گروپ کے ایک اور حاجی اسد بلال اپنی والدہ کو وہیل چیئر پر بٹھا کر ہمارے ساتھ ہو لئے۔ خیمہ سے باہر نکلے تو راستوں کے لئے باہر موجود حجاج سے دریافت کرنا پڑا کیونکہ منیٰ کے اس علاقہ میں کوئی سواری ٹیکسی وغیرہ ملنا ناممکن تھا۔ وجہ یہ تھی کہ آنے اور جانے کے تمام راستوں پر رکاوٹیں کھڑی کردی جاتی ہیں۔ پیدل چلنے پر بھی کچھ پتہ نہیں چلتا تھا کہ کب سڑک کو پیدل چلنے والوں کے لئے بند کردیا گیا ہو اور وہاں سیکیورٹی والے آپ کو آگے نہ جانے دیں۔ خیر چلتے چلتے اور پوچھتے ہوئے کبری خالد کی طرف نکل گئے۔ اوپر پل پر چڑھائی مشکل کام تھا مگر اللہ نے ہمت دی اور وہیل چیئر کے ساتھ اوپر پل پر آکر دیکھا تو گاڑیوں کی دائیں بائیں نقل وحمل جاری تھی۔ ہم کچھ دیر کے لئے وہاں رکے کہ شاید کوئی ٹیکسی مل جائے مگر یہاں سیکیورٹی والے ٹیکسی تو دور کی بات ہمیں بھی کھڑے نہیں ہونے دے رہے تھے۔ حاجی اسد نے کہا: ’’اس کے پاس ایک ٹیکسی والے کا نمبر ہے اس کو کال کر کے بلاتے ہیں‘‘۔ اس نے کال کی تو گاڑی والے نے بتایا: ’’مجھے آدھا گھنٹہ لگے گا‘‘۔ ہم نے انتظار شروع کردیا مگر دوبارہ فون کرنے پر اس نے معذرت کرلی کہ ادھر آنے کے لئے سڑک پر کافی رکاوٹیں ہیں۔ اس لئے وہ نہیں آسکے گا۔ تنگ آکر ہم نے شمال میں نیچے ڈھلوان کی طرف چلنا شروع کردیا۔ عبدالرحمٰن آگے تھا والدہ کی ہیل چیئر کے ساتھ اس کے بعد عبداللہ اور آخر میں اہلیہ کی وہیل چیئر کے ساتھ میں تھا۔ ہم بڑے ہی محتاط طریقے سے وہیل چیئر کو ہینڈل کر رہے تھے۔ میرے پاس وہیل چیئر میں بریکس بھی تھے مگر باقی

دونوں حاجی پاؤں سے پہیے روک کر ڈھلوان اُترتے ہوئے سپیڈ کو بمشکل کنٹرول کرتے تھے۔

بالآخر عزیزیہ کے علاقہ میں داخل ہو گئے۔ ہم سڑک کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اس تلاش میں تھے کہ کوئی سواری یعنی ٹیکسی مل جائے۔ ہم نے اشارہ کر اس کیا تو دائیں جانب پارکنگ لاٹ کے کنارے کھڑے شخص نے آواز دی ''حرم؟'' عبداللہ نے ہاں میں جواب دیا۔ اس کے پاس وین تھی اور بھاؤ تاؤ کر کے ہم اس میں سوار ہو گئے۔ وہیل چیئر ز کو فولڈ کر کے وین کے عقبی حصہ میں رکھا گیا عبداللہ بھی وہیل چیئر کے ساتھ پیچھے فٹ ہو گیا جبکہ درمیانی سیٹ پر تینوں خواتین اور ایک طرف عبدالرحمٰن جو مختصر جسم کا مالک نوجوان تھا اپنی والدہ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میں ڈرائیو کے ساتھ فرنٹ پر براجمان تھا۔ عزیزیہ سے حرم ۴ کلومیٹر فاصلے پر ہے۔ زیادہ وقت نہیں لگا کیونکہ ٹریفک نارمل تھی۔ ہم اپنے ہوٹل کے باہر اترے اور اندر جا کر کمروں میں طہارت و وضو کا اہتمام کر کے مغرب کی نماز ادا کی اور سیدھے حرم پہنچے۔ جہاں وہیل چیئر کی وجہ سے ہمیں پہلی منزل پر طواف کے لئے بھیج دیا گیا۔ مطاف میں حجاج کا خاص رش تھا اور پہلی منزل پر بھی حاضری اچھی تھی۔ گھنٹہ بھر میں پوری تندہی سے ہم نے طواف زیارت مکمل کیا، دو رکعت نفل طواف ادا کئے۔ اس کے بعد صفا و مروہ کی سعی واجب بھی مکمل کی اور اختتام پر دُعائیں مانگیں کہ الحمدللہ! حج کے تمام امور انجام پا گئے۔ عبداللہ اور عبدالرحمٰن کے نوجوان ہونے کی وجہ سے چلنے کی رفتار زیادہ تیز تھی اس لئے وہ ہم سے پہلے ہوٹل کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ ہم بھی وہیل چیئر پر اہلیہ کے ساتھ اطمینان سے تکمیل حج بیت اللہ پر بات چیت کرتے ہوئے ہوٹل پہنچ گئے کیونکہ عشاء کی اذان اور نماز ہمیں سعی کے دوران حرم میں ہی مل گئی تھی۔

منتظمین کو اندازہ تھا کہ حجاج کی بڑی تعداد ہوٹل میں ہو گی اس لئے انہوں نے رات کے کھانے کا ایمر جنسی انتظام کر رکھا تھا۔ کھانے پر موجود خواتین و حضرات نے

ایک دوسرے کوخوش دلی سے حج کی مبارکباد بھی دی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے بعض علماء کی رائے میں حجاج کوطواف زیارت کے بعد رات منیٰ خیمہ میں بسر کرنی چاہئے۔ لیکن اس میں گنجائش بھی ہے کہ آپ ہوٹل میں ٹھہر جائیں۔ عشاء کی نماز ہم نے ہوٹل کی مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کی کیونکہ حرم میں جا کر جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی ہمت اس لئے نہ ہوسکی کہ دن بھر کے تھکے ہوئے تھے۔ کمرے میں عبداللہ، عبدالرحمٰن کے ساتھ رانا اشرف بھی موجود تھے جو اپنی اہلیہ کے ساتھ معلوم نہیں کہاں سے اور کیسے حرم تک پہنچے تھے؟ انہوں نے بتایا: ''بیگم کی وہیل چیئر چلانے سے ان کو بہت جسمانی تھکاوٹ ہوچکی ہے۔ لہٰذا وہ سونا چاہتے ہیں۔ صبح فجر کے لئے بیداری ہوئی۔ حرم جا کر نمازِ فجر ادا کی اور طواف بھی کیا۔ واپس ہوٹل آئے تو ناشتہ کا بھی اہتمام تھا۔ ناشتے پر آج کے دن جمرات رمی کرنے اور پھر منیٰ اپنے خیمہ میں جانے پر بات چیت ہوئی۔

۱۱/ذوالحجہ کو چونکہ رمی کرنے کے لئے زوال کے وقت یعنی ظہر کی اذان کا انتظار کرنا تھا۔ اس لئے ہم نے پروگرام بنایا کہ ۱۱ بجے ہوٹل سے روانہ ہوں گے اور گھنٹہ بھر میں ٹیکسی سے اور پھر پیدل جمرات زوال تک پہنچ جائیں گے۔ ہوٹل کے باہر ایک ٹیکسی میں عبداللہ اور عبدالرحمٰن روانہ ہوئے کیونکہ چھوٹی ٹیکسی میں اور گنجاش نہیں تھی۔ ہمارے ساتھ کراچی سے آئے نوجوان میاں بیوی مل گئے کہ اکٹھے ٹیکسی لے کر جمرات کو جانے والی قریب ترین جگہ اتر جائیں گے۔

✧✧✧

رمی کے لئے جمرات تک مشکل ترین سفر

ہوٹل کے باہر سے پچاس ریال میں ایک نوعمر عربی لڑکے نے ہمیں گاڑی میں بٹھا لیا۔وہیل چیئر ٹرنک میں رکھی تو وہ لڑکا نرمی اور تمیز سے بات کرر ہا تھا۔ورنہ عربی لڑکے عموماً اکھڑ اور لا پرواہی سے بات کرتے پائے گئے ہیں۔سورج آج بھی خوب چمک رہا تھا اور تپتی دوپہر تھی جب ہم ٹیکسی سے عزیزیہ کے پرہجوم علاقہ میں سڑک کنارے اتر گئے کیونکہ ڈرائیور کہہ رہا تھا کہ یہی وہ جگہ جہاں وہ ہمیں اتار سکتا ہے۔ بائیں طرف ایک پارکنگ لاٹ تھی جس کے دوسری طرف دور جمرات کے بلند پلر نظر آرہے تھے۔حقیقت یہ ہے کہ یہاں سے فاصلے کا کچھ اندازنہیں ہورہا تھا۔پارکنگ لاٹ جو خالی تھی میں تھوڑا سا آگے گئے تو عبداللہ اپنی والدہ کی وہیل چیئر کے ساتھ نظر آیا مگر گرمی کی وجہ سے اس نے اپنی رفتار زیادہ رکھی تھی اس لئے وہ دیگر حجاج کے ساتھ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ واللہ ہمیں اس راستے بارے معلومات نہیں تھیں کہ کس قدر طویل ہے اس لئے آدھ گھنٹہ سفر کے بعد گرمی اور پسینہ سے بُرا حال ہو گیا۔ جو پانی ہاتھ میں تھا وہ بھی ہم تقریباً ختم کر چکے تھے۔ پارکنگ لاٹ ختم ہوئی تو ساتھ ہی بائیں جانب کچھ حجاج نیچے جا رہے تھے ہمیں لگا کہ یہ راستہ بند کر دیا گیا ہے اور مناسب سمجھا کہ اوپر ''ریمپ'' کے ذریعے جاتے ہیں کیونکہ اس راستہ پر بھی حجاج جا رہے تھے۔ یہ غلط فیصلہ تھا۔اس چڑھائی پر آگے بڑھنا اور وہ بھی شدت کی دھوپ و گرمی میں بہت مشکل پیش آرہی تھی۔حتیٰ کہ ہم اتنے ''سلو'' ہو گئے تھے کہ ایک دو دفعہ پاس سے گذرنے والے حاجیوں نے وہیل چیئر کو دھکا دے کر ہماری مدد کی۔ جو ہم سنتے تھے کہ حج مشقت کا کام ہے اور آج اس مرحلے

سے گذر رہے تھے لیکن شکر ہے کہ اس چڑھائی جسے آپ فلائی اوور بھی کہہ سکتے ہیں پر پانی کے نل موجود تھے اور ہم ان پر رک کر نہ صرف تھوڑا بہت پی لیتے بلکہ سر پر بھی پانی ڈال کر گرمی کی شدت اور تھکاوٹ کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرتے۔ اہلیہ اس شدید گرمی اور مشقت میں اپنی پریشانی کا اظہار کرتیں اور مجھے حوصلہ بھی دیتی رہیں۔ کبھی کبھار تو کہہ دیتی کہ میں وہیل چیئر سے اتر کر چلنے کی کوشش کرتی ہوں کیونکہ مجھے وہیل چیئر چلانا مشکل ہو رہا تھا۔ مگر میں نے کہا: ''ایسا ممکن نہیں آپ بیٹھی رہیں''۔ بالآخر ہم تھکن سے چور اس منزل پر پہنچ گئے جہاں تک یہ ''ریمپ'' جاتا تھا۔ ہمیں اس بارے بھی علم نہیں تھا یہ کون سی منزل ہے۔ وہاں پہنچے تو ایک طرف ظہر کی نماز کے لئے جماعت ہو رہی تھی۔ میں نے وہیل چیئر ایک طرف پارک کی اور جماعت میں شامل ہو گیا۔ اہلیہ نے بھی وہیل چیئر پر بیٹھے نمازِ ظہر ادا کر لی۔ ہم نے کچھ دیر تک وہاں کھڑے رہ کر اپنے حواس بحال کئے۔ اس منزل پر آنے کے لئے اوپر آ کر دیکھا تو ہمارے دائیں جانب کچھ بیٹری کاریں جو عموماً ایئر پورٹس پر مسافروں کو ایک سے دوسرے ٹرمینل پر لے جانے کے لئے استعمال ہوتی ہیں چل رہی تھیں۔ آج کی یہ مشقت جمرات کو مختلف جگہوں سے جانے والے راستوں کے فاصلوں سے متعلق لاعلمی کا نتیجہ بھی تھی اور بالخصوص ٹورز کے منتظمین جب حج کے ایام میں اپنے گروپ کے حاجیوں کو مناسب رہنمائی اور ہدایات نہیں دیتے یا تعاون کرنے کی بجائے غائب ہو جاتے ہیں تو اس طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ہمارے دوست قاری سعید صاحب دوسرے گروپ میں تھے۔ انہوں نے بعد میں بتایا کہ ان کے ٹور آپریٹر عابد نے ان کی بہت راہنمائی اور تعاون کیا اور جمرات تک بس میں لے کر گئے اور قریب ترین جگہ پر اتارنے کے بعد جمرات سے واپس لے کر جانے کا انتظام بھی کیا۔

اس بارے جب ہم نے اپنے ٹور منتظمین سے بات کی تو انہوں نے سنی ان سنی

کر دی جو کہ بہت منفی پہلو تھا۔ وہ اس قانونی نقطے کا فائدہ اُٹھاتے ہیں کہ حج کے ایام میں ساری ذمہ داری سعودی مکتب و معلم کی ہوتی ہے۔ ہمارے ٹور آپریٹر اچھے اخلاق کے مالک اور معاون تھے مگر ان کی سروس میں سب سے بڑا نقص اور کمی یہ تھی کہ انہوں نے اپنی کسی بریفنگ میں ٹرین سروس کے استعمال اور رمی کے لئے ممکنہ راستوں کے بارے معلومات یا رہنمائی سرے سے ہی نہیں دی۔ قاری سعید صاحب کے گروپ میں دی جانے والی بس سروس کی طرح خاص سہولت کی فراہمی تو بہت دور کی بات تھی۔ پرائیویٹ حج ٹور آپریٹرز کے بارے حکومت پاکستان کی وزارت حج و مذہبی امور کے ذمہ داران ہوٹلز میں آتے ہیں اور یہاں دی جانے والی ''سہولیات'' کا جائزہ بھی لیتے ہیں تا کہ رپوٹ مرتب کر سکیں مگر اکثر ٹور آپریٹر اپنی تمام کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے انہیں اپنے من پسند افراد سے ملوا کر ''سب اچھا ہے'' کے فارم پر کروا کر دستخط لے لیتے ہیں۔ اگر کوئی شکایت کرے بھی تو اس کی منت سماجت اور معافی تلافی سے معاملات کو ''سیٹل'' کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح کی شکایت حاجی محمد علی صاحب نے جو وزارت حج کے عزیزیہ میں واقع دفتر میں جا کر ایک گروپ کے ٹور آپریٹر کے خلاف کی تھی اور ڈائریکٹر حج کی طرف انکوائری و کارروائی شروع ہوئی تو پتہ چلنے پر گروپ میں حج پر آئے اعلیٰ سرکاری افسر نے ڈائریکٹر حج کو فون پر سفارش کر کے گلو خلاصی کرا دی تھی اور شکایت پر مٹی ڈال دی گئی تھی۔ پرائیویٹ حج ٹور آپریٹرز جن کا کاروبار ٹھیک چل رہا ہو وہ اضافی خدمات اور سہولیات دینے کے معاملہ میں پہلو تہی اور لا پرواہی کا جو مظاہرہ کرتے ہیں اس سے یقیناً حجاج کی مشکلات بڑھ جاتی ہیں حالانکہ انہیں آسانی فراہم کرنی چاہیے۔

ہم نے جمرات کے ٹھنڈے ہال میں رش ہونے کے باوجود اطمینان سے تینوں شیطانوں کو سات سات کنکریاں مارنے کا عمل پورا کیا۔ ہر کنکری بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ کر مارنے کی توفیق ملی اور بعد میں اس سعادت پر دُعا مانگی جس میں تمام عزیز و اقارب اور دوستوں کے لئے خیر اور سلامتی طلب کی۔ جیسے ہی عمارت کے دوسری طرف باہر نکلے تو

اب واپس منیٰ جانے کا راستہ ڈھونڈنا مسئلہ تھا۔حجاج کا رش بہت زیادہ تھا اور ہر منزل سے حجاج رمی کر کے باہر نکل رہے تھے۔جمرات کی عمارت سے نکلنے کے بعد راستے مکہ مکرمہ کی طرف جاتے ہیں۔ اس لئے ہمیں نیچے سے واپس منیٰ کا راستہ لینا تھا۔ عبدالرحمان کو فون کر کے پوچھا: ''اس جگہ کھڑے ہیں' ادھر سے کون سا راستہ لے کر منیٰ خیمہ میں جا سکتے ہیں۔اس نے کوشش کی کہ ہمیں ڈائریکشن دے مگر کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ عمارت سے باہر نکل کر وہ کیفیت ہوگئی جو عمارت میں داخل ہونے سے پہلے تھی۔ دھوپ کی تمازت اور لمبا پیدل چلنے کی تھکاوٹ کے سامنے دوبارہ پیدل منیٰ تک جانا امر محال سفر بن چکا تھا۔اللہ سے دُعا کی کہ اس مشکل سفر کو آسان فرما دے۔ایک پاکستانی حج رضا کار سے راستہ کے بارے دریافت کیا تو اس نے مکتب نمبر کا پوچھا۔پھر کہنے لگا کہ میرے پیچھے پیچھے آؤ۔قصہ مختصر اس نے دور تک ہمارے ساتھ جا کر ڈائریکشن دی اور ہم اس سیدھے راستے پر گامزن ہوئے جو منیٰ کو واپس جا رہا تھا۔ یہ راستہ دراصل منیٰ سے جمرات کو آنے والے سرنگ نما چھت والے راستے کے دائیں طرف تھا اور یہ کھلا تھا۔اس راستہ میں پانی کے فوارے بھی نصب تھے اور پینے کے پانی کے نل بھی لگے تھے۔مکہ کی گرمی بھی آج جوبن پر تھی میں نے سر پر بھگو کر رومال بھی رکھا تھا جو بہت تیزی سے خشک ہو جاتا تھا۔راستے میں کچھ رضا کار ایسے بھی کھڑے تھے جو شاور سے حجاج پر پانی کی پھوار سے انہیں گرمی میں عارضی طور پر سکون پہنچانے کی کوشش کر رہے تھے۔اس میں کوئی شک ہی نہیں یہ بہت بڑی مشقت تھی اور وہ بھی اللہ کے حکم اور اس کے حبیبؐ کی سنت میں تو اس میں آسانی، کامیابی اور قبولیت بھی ان کی طرف سے ملنے والی تھی۔اللہ نیت کا حال خوب جانتا ہے۔

✧✧✧

سبز پرچم تھامے حاجی سے ملاقات

اس سفر میں حجاج کے ہجوم میں مجھے ایک ایسا پرچم نظر آیا جو پاکستان کے پرچم سے ملتا جلتا تھا۔ جب قریب ہو کر دیکھا تو یہ ایک باریش حاجی نے اُٹھایا ہوا تھا۔ میں نے پاس جا کر اسے ہاتھ کے اشارے سے روکا تو وہ متوجہ ہو گیا۔ سلام دُعا کے بعد میں نے انگلش میں پوچھا: ''یہ کس ملک کا پرچم ہے''؟ تو اس نے بتایا: ''الجیریا کا پرچم ہے اور ادھر سے آیا ہے''۔ میں نے بتایا کہ میں پاکستان سے ہوں اور یہ پاکستان کے قومی پرچم سے مشابہت رکھتا ہے۔ وہ خوش ہو کر بولا: ''رائیونڈ، تبلیغ'' میں نے بھی مسکراہٹ سے اس کا جواب دیا۔ الجیریا کے اس پرچم کی کہانی بھی تاریخ کا حصہ ہے اور الجیریا کی آزادی کے ابتدائی دنوں میں پاکستان کا کردار بہت اہم رہا ہے۔ جب الجیرین کے پاس کوئی سفری دستاویز نہیں تھیں تو پاکستان نے انہیں ۱۹۵۰ء کی دہائی میں اپنا ڈپلومیٹک پاسپورٹ جاری کیا تھا۔ حتیٰ کہ الجیریا ابھی آزاد نہیں ہوا تھا مگر پاکستان نے کراچی میں انہیں اپنا سفارتی دفتر کھولنے کی اجازت بھی دی تھی۔ الجیریا کے پہلے صدر احمد بن بیلا کو بھی پاکستانی سفارتی پاسپورٹ جاری کر کے پاکستان نے الجیرین عوام کی انتہائی مدد کی تھی۔ اسی تناظر میں الجیریا کا قومی پرچم پاکستان سے مماثلت رکھتا ہے اور اب تک دونوں ممالک کے درمیان برادرانہ تعلقات قائم ہیں۔

تھکے ہارے جب ہم منیٰ واپس اپنے خیمے میں داخل ہو گئے تو ہمت جواب دے چکی تھی۔ اہلیہ خواتین کے خیمے میں چلی گئیں وہاں ان کی حالت دیکھ کر پہلے سے موجود خواتین نے انہیں فوراً ہوا والی جگہ دی اور کھانے پینے کی اشیاء بھی پیش کیں۔ ہمارے

خیمے میں باہر کی حدت کی نسبت قدرے سکون تھا۔ اپنی مخصوص جگہ پر فوراً لیٹ کر اپنے آپ کو ''ریسٹ موڈ'' میں کر لیا۔ عبداللہ اور عبدالرحمٰن چونکہ پہلے آ چکے تھے۔ آدھ گھنٹہ تک بے سدھ لیٹنے کے بعد طبیعت بحال ہوئی۔ ظہر کی نماز چونکہ ہم نے جمرات میں ادا کر لی تھی اس لئے عصر میں ابھی وقت تھا۔ کھانا خیمے میں آیا تو کھانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ بس پانی پی کر ہی جسم میں پانی کی کمی پوری کی۔

✧✧✧

یار میری بیگم گم ہوگئی ہے

ابھی ہم بیٹھے آج کے دن پر بات کر رہے تھے کہ رانا اشرف خیمے میں وارد ہوئے۔ گھبرائے ہوئے اور پریشان بولے ”یار میری بیگم گم ہوگئی ہے“۔ جمرات سے کنکریاں مار کر مکتب ڈی تک آ گیا تھا مگر مجھے ہمارا خیمہ نہیں مل رہا تھا۔ میں نے بیگم کی وہیل چیئر کو ایک جگہ کھڑا کیا اور خود ادھر ہمارا خیمہ ۳۳ ڈھونڈتا ہوا آیا اور پھر اسی راستے سے واپس گیا ہوں تو بیگم وہاں سے وہیل چیئر سمیت غائب ہے۔ میرا تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر حشر ہو گیا ہے۔ رانا صاحب مجھے کہنے لگے: ”آؤ یار میرے ساتھ ذرا بیگم جنہیں وہ ”حاجن“ کہہ کر بلاتے تھے‘ کو ڈھونڈنے میں مدد کرو۔ میری تو مت ماری گئی ہے گرمی میں وہیل چیئر چلا کر“۔ خاص بات یہ تھی رانا صاحب وہیل چیئر کو ”ٹرالی“ پکارتے تھے۔ خیر میں ان کے ساتھ گیا۔ ان کی بیگم کے فون نمبر پر کال کی تو کال پر بھی یہ بتانے سے قاصر تھیں کہ وہ کہاں ہیں؟ دراصل انہیں کسی نے مدد کی غرض سے کہیں اور پہنچا دیا تھا۔ پھر ہم نے انہیں کہا: ”آپ فون اپنے پاس کسی حاجی کو دیں تاکہ اس کو ہمارا خیمہ نمبر بتائیں اور وہ آپ کو یہاں چھوڑ دیں یا ہمیں بتائیں ہم اس نمبر سے آپ کو لینے آجائیں“۔ رانا صاحب کے ساتھ ان کے بتائے ہوئے علاقہ میں ادھر ادھر ان کی بیگم کو تلاش کر رہے تھے کہ ہمیں ان کی بیگم کی کال آ گئی کہ میں اپنے خیمے میں پہنچ گئی ہوں۔

میں نے رانا صاحب کو مبارک دی کہ آپ کی بیگم دوبارہ مل گئیں۔ اس سے قبل وہ ابتدائی جمعہ کے دوران انہیں حرم میں گم کر آئے تھے۔ ہوا یوں تھا کہ انہیں رفع حاجت کے لئے حرم سے باہر نکلنا پڑا اور انہوں نے دوبارہ اس مقام پر جا کر بیگم کو وہیل چیئر پر

تلاش کیا، جہاں چھوڑ آئے تھے تو وہ وہاں سے غائب تھیں کیونکہ خروج کا دروازہ قریب ہونے کے باوجود واش روم سے واپس سیکیورٹی نے لاکھ منت وسماجت کے باوجود رانا صاحب کو اندر داخل نہ ہونے دیا۔ جب وہ دوبارہ باب عبدالعزیز سے حرم میں واپس آئے تو بیگم ندارد۔ رانا صاحب تھک ہار کر ہوٹل واپس آ گئے اور فون پر اپنے بیٹے بیٹیوں کو بتایا ''تمہاری ماں حرم میں گم ہوگئی ہے اب میں کیا کروں''؟ بچے بھی پریشان تھے مگر شام کو فون آیا کہ وہ کلاک ٹاور میں ٹھہرے اپنے بھائی کے پاس پہنچ گئی ہیں۔ انہوں نے رانا صاحب کو کافی دیر غائب پا کر حج پر آئے ہوئے اپنے بھائی کو فون کر دیا اور وہ انہیں اپنے ہوٹل میں لے گئے۔ اور پھر ان کی بیگم نے دورات وہیں بھائی کے پاس قیام کیا۔ بعد میں رانا صاحب نے انہیں تیسرے دن حرم سے دوبارہ ''پک'' کیا تھا۔

رانا اشرف نے اپنی تھکاوٹ کا اظہار کیا اور ساتھ ہی خیمہ میں چہرے پر کپڑا لپیٹ کر ایسا سویا کہ مغرب کی نماز کے وقت انہیں بیدار کیا گیا۔ اُٹھ کر کہنے لگے کہ آج میری بس ہوگئی تھی اور دماغ ہی کام نہیں کر رہا تھا۔ گرمی بہت تھی اور پھر لمبے راستے پر پیدل چلنا میری ''کپیسٹی'' سے باہر ہوگیا تھا۔ اب نیند کے بعد کچھ بہتر محسوس کر رہا ہوں۔ نمازِ مغرب کے بعد عبدالرحمٰن باہر گیا اور ٹھنڈی پیپسی لے آیا اور ہم سب کو پینے کو کہا۔

✧✧✧

منیٰ میں مقصود صاحب کی فیملی ملنے آئی

مجھے ایک فون آیا۔ دیکھا تو وہ ہمارے پڑوسی مقصود صاحب کے بیٹے کا تھا۔ مقصود صاحب اپنے بیٹے اور اہلیہ کے ساتھ حج کے لئے آخری فلائٹ پر آئے تھے۔ وہ اپنی مقررہ تاریخ کی فلائٹ سے ۳ دن بعد پاکستان سے روانہ ہوئے اور غالباً حج کے ایام سے ایک دن قبل مکہ مکرمہ پہنچے تھے۔ وہ لوگ ملاقات کرنا چاہ رہے تھے۔ اس لئے انہوں نے ہمارے خیمے کی لوکیشن مانگی جو میں نے بھیج دی۔ پندرہ منٹ بعد مقصود صاحب اپنے بیٹے فرحان کے ساتھ ہمارے خیمے میں آ کر ملے۔ ایک دوسرے کو حج کی مبارکباد دی ان کی اہلیہ سامنے خیمہ میں میری اہلیہ سے ملنے چلی گئیں۔ میں ان مہمانوں کو دوسرے خیمہ میں لے گیا جہاں ہمارے دوست قاری سعید صاحب ٹھہرے تھے۔ ہم سب ایک دوسٹریٹ چھوڑ کر رہتے ہیں اور ایک ہی مسجد میں نماز بھی ادا کرتے ہیں۔ ملاقات میں گپ شپ ہوئی، حج کے مناسک اور معاملات شیئر کئے۔ مقصود صاحب نے حج پر اپنے لیٹ ہونے کی وجہ بیان کی اور کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ تو اس دفعہ فراڈ ہو چلا تھا مگر بس حج قسمت میں تھا اس لئے لیٹ تو ہوئے مگر بچ گئے۔ پاکستان میں عمرہ کی بکنگ تو سارا سال چلتی رہتی ہے ماسوائے ایام حج لیکن حج کے لئے بکنگ کی غرض سے حکومت سعودیہ اور پاکستان سے رجسٹرڈ پرائیویٹ حج ٹور آپریٹر کے علاوہ بہت سے ایجنٹ اپنے کمیشن کے لئے میدان میں اتر آتے ہیں۔ ان کے پاس فن یہ ہوتا ہے کہ کم ریٹ بتا کر اور سہولیات کی تفصیل کے ساتھ حجاج کو شیشے میں اتار لیتے ہیں۔ جب وہ رقم وصول کر لیتے ہیں تو پھر وہ ایسی ایجنسی تلاش کرتے ہیں جہاں انہیں کم از کم ریٹ ملے اور اس

سلسلے میں وہ آخری دنوں تک انتظار کرتے ہیں۔ یہ ایک رسک ہوتا ہے۔ کئی بار پرائیویٹ حج ٹور آپریٹر کو حاجی کی ضرورت ہوتی ہے اپنا کوٹہ پورا کرنے کے لئے۔ اس لئے وہ اپنے پیکیج سے دو تین لاکھ کم پر بھی حاجی لینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ ورنہ آئندہ سال جتنے حاجی کوٹہ سے کم لے کر جائیں گے اتنے نمبران کے کوٹہ سے کم کر دیئے جائیں گے۔

✧✧✧

حج-زائر کے لئے فریضہ جبکہ ٹور آپریٹر کیلئے کاروبار

ایک دوست کے ہاں ایک حاجی صاحب بیٹھے تھے۔ جب بات حج کی ہوئی تو کہنے لگے کہ اس سال مجھے بہت تلخ تجربہ ہوا۔ دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ میں نے لاہور میں ایک دوست کے ذریعے بکنگ کروائی تھی اور جب میں ایک گروپ کے ساتھ ڈائریکٹ فلائٹ سے مدینہ منورہ پہنچا تو پتہ چلا کہ مجھے کسی تیسری جگہ فروخت کردیا گیا تھا اور اب میں کوئٹہ کے پرائیویٹ حج ٹور آپریٹر کے ذریعے یہاں پہنچا ہوں۔ کہنے لگے کہ مدینہ میں ایک ہوٹل میں الصبح ہمیں لابی میں لے جا کر بٹھا دیا گیا اور منتظمین لیت ولعل سے کام لیتے ہوئے کوشش کررہے تھے کہ وہ آج کے دن ہوٹل کا کرایہ بچالیں اور حجاج اسی طرح لابی میں پڑے رہیں اور سہ پہر کو جو کمرے دستیاب ہوں گے ان کو شفٹ کردیں گے۔ وہ بکنگ کے باوجود کمروں کی عدم دستیابی کا بہانہ بناتے رہے۔ یہ صاحب کہنے لگے کہ قبل ازیں انہیں عمرہ کے دوران اس طرح کا تجربہ ہوچکا تھا۔ اس لئے وہ طریقہ واردات سمجھ گئے تھے۔ وہ گروپ کو لیڈ کرنے والے حضرت کو وارننگ دیکر ہوٹل سے باہر نکل آئے اور سڑک پر گذرنے والی پولیس کی گاڑی کو روک کر عربی بول چال نہ ہونے کے باوجود سمجھانے میں کامیاب رہے کہ ہمارے ساتھ کیا واردات ہورہی ہے؟ پولیس اہلکار اندر آئے۔ ان حضرت سے بات کی اور ہوٹل کے ذمہ داروں سے پوچھ گچھ کی اور وہاں سے چلے گئے۔ وہ بتانے لگے کہ ٹھیک بیس منٹ بعد پولیس والے واپس آئے اور بتایا: ’’فلاں ہوٹل میں ۳۵ کمرے خالی ہیں۔ حجاج کو وہاں رہائش کے لئے لے جائیں۔ ان کی اس ہدایت پر عمل ہوا اور تمام حاجیوں کو اس ہوٹل میں رہائش ملی جو

حرم نبوی سے اور زیادہ قریب تھا۔قصہ مختصر یہ کہ حج ٹورازم کے سلسلہ میں ہر سال اربوں روپے کا کاروبار ہوتا ہے۔ حج پر جانے والے خواتین و حضرات سمجھتے ہیں یہ بڑی سعادت اور فریضہ ہے جبکہ اس سے کاروبار سے منسلک حضرات جو بے شمار حج و عمرے کر چکے ہوتے ہیں۔گمان یہی کیا جاتا ہے کہ قدآور عالم باعمل، اونچی ٹوپی، پگڑی اور لمبی داڑھی والے جو احکامات کو خوب جانتے اور سمجھتے ہوتے ہیں۔امانت دار، قول کے سچے اور باکردار ہوں گے۔لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے اچھے لوگوں میں برے لوگ بھی چھپے ہوتے ہیں۔حاجی کے لئے حج فریضہ اور ٹور آپریٹرز کے لئے کاروبار ہے۔ جہاں کہیں بھی رقم کے لین دین کے معاملات ہوتے ہیں۔رقوم بھی بڑی یعنی کروڑوں میں ہو وہاں گڑبڑ ضرور ہوتی ہے کیونکہ ہمارے ہاں کاروبار میں جھوٹ، خیانت، دھوکہ دہی اور ناجائز منافع خوری ''پارٹ آف دی بزنس'' سمجھی جانے لگی ہے۔ یہ المیہ ہے اور جو حالات ہیں مستقبل قریب میں ہمارے ٹھیک ہونے کے امکانات دور دور تک نظر نہیں آتے۔کم از کم حاجیوں کو تو معاف کر دینا چاہئے۔حج کے کاروبار سے منسلک حضرات کو اپنی کوتاہیوں اور ہیرا پھیری پر یہ کہہ کر پردہ ڈالنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے کہ حج وعمرہ کے دوران پریشانی اور تکلیف پر غصہ، احتجاج یا شکایت نہیں بنتی کیونکہ اس سلسلے میں صبر اور برداشت کا ''اجر'' ہے۔

✧✧✧

سائے میں جمرات تک پیدل سفر

کھانا اور عشاء کی نماز با جماعت ادا کی ،جنہوں نے پورے فرض پڑھنا تھے انہوں نے الگ جماعت کروائی۔ رات کو موسم بہتر ہونے سے خیمہ کا ڈیزرٹ کولر بھی اچھا کام لگتا تھا۔ اس لئے فوراً نیند آ گئی۔ صبح فجر کے وقت پورا خیمہ بیدار تھا۔ نمازِ فجر کا اہتمام کیا اور آج ۱۲ ذی الحجہ کو جمرات رمی کرنے جانا تھا۔ یعنی تینوں مقامات پر ۷، ۷ کنکریاں مارنا تھیں۔ آج بھی رمی کے لئے وقت زوال کے بعد سے شروع ہو کر غروب آفتاب تک ہے مگر پھر بھی رش سے بچنے کے لئے مقامی علماء نے زوال سے پہلے رمی کرنے کا فتویٰ دے رکھا ہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے بوڑھے، بیماروں اور نحیف خواتین کو رات کے وقت رمی کرنے کا مشورہ دیا ہے جب زیادہ ہجوم نہیں ہوتا۔ ایسا کرنے سے بھی یہ واجب عمل ہو جائے گا۔ وقت کی اس رعایت کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے بعض ممالک کے حاجی جن پر افریقی سرفہرست تھے خیموں سے پہلے ہی نکل چکے تھے۔ ہمیں عبداللہ نے مشورہ یہی دیا کہ کوئی گیارہ بجے خیمہ سے روانہ ہوں گے اور آج چونکہ جمرات کو جانے والے راستہ پر چھت ہے۔ اس لئے آہستہ آہستہ یہ سفر طے کریں گے اور زوال کے وقت ہی کنکریاں ماریں گے کیونکہ یہی مستحب ہے۔ ہمارے پاس اس کی تجویز سے اتفاق کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ وجہ یہ تھی اکٹھے جانے میں آسانی رہتی تھی اور علیحدہ سے جانے کی گذشتہ روز ہم نے قیمت چکائی تھی جو جمرات کا سفر ضرورت سے زیادہ طویل اور مشکل ہو گیا تھا۔

پروگرام کے مطاق ہم خیمہ کو الوداع کہہ کر نکل کھڑے ہوئے اور چھت والے

راستے سے جمرات کی طرف آہستہ آہستہ چلنا شروع کر دیا۔ راستے میں سیکیورٹی والے وہیل چیئر پر بھی حجاج کو رکنے نہیں دے رہے تھے کہ باقی ہجوم کو دشواری ہوتی ہے۔ چونکہ ہم دو گھنٹے پہلے نکلے تھے اس لئے جلدی نہیں تھی۔ سائے کی وجہ سے سفر میں آسانی تھی، لوہے کی چھت اور دائیں جانب خیمے اور بائیں جانب جالی دار دیوار تھی۔ ہوا کی آر پار گذر کے باوجود حدت محسوس ہو رہی تھی۔ راستے میں ہر ۲۰۰ میٹر پر واش روم بنے تھے اور پانی کے نلکے بھی تھے۔ اس راستے میں عارضی فرسٹ ایڈ سینٹر بھی قائم کئے گئے جہاں مقامی میڈیکل کالج کے طلبہ و طالبات ڈیوٹی کر رہے تھے۔ مرہم پٹی اور دیگر چیک اپ کا انتظام بھی تھا۔ زوال کا وقت شروع ہونے میں ابھی چند منٹ تھے جب ہم جمرات کی عمارت میں داخل ہوئے۔ عبداللہ نے کہا: ''ٹھہرو''۔

اذان ظہر کے ساتھ کنکریاں مارتے ہیں۔ ہم نے ایک طرف ہو کر رکنا چاہا تو سیکیورٹی اہلکار نے منع کر دیا اور چلتے رہنے کا اشارہ کیا۔ جب ہم چھوٹے شیطان کے پاس پہنچے تو وہیل چیئر کی وجہ سے وہاں اہلکار نے ہمیں کونے میں جگہ دے دی اور اشارہ کیا کہ ادھر آ کر رمی کر لیں۔ اہلیہ نے وہیل چیئر سے اُٹھ کر رمی کی کیونکہ عبداللہ نے کہہ دیا تھا کہ زوال کا وقت شروع ہے کنکریاں مار سکتے ہیں۔ پہلے ستون سے فارغ ہو کر وسطی ستون پر کنکریاں ماریں اور آخر میں بغیر کسی دھکم پیل ٹھنڈے ماحول میں بڑے شیطان کو بھی سات سات کنکریاں مارنے کے بعد حج کا یہ رکن بھی ادا ہونے پر اللہ کا شکر بجا لائے کہ اس کی توفیق سے حج کے سارے فرائض، معاملات و واجبات بخیر وخوبی ادا ہوئے۔

✧✧✧

مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد ہوٹل واپسی

حج کے ایام کی ترتیب کے اعتبار سے آج بارہ ذی الحجہ کی رمی کے بعد منیٰ چھوڑنے کی اجازت ہے اور مکہ مکرمہ جا سکتے ہیں۔ اس لئے ہم جیسے ہی جمرات کی عمارت کے خارجی راستے سے باہر آئے تیز دھوپ نے ہمارا استقبال کیا۔اس طرف مکہ مکرمہ کو جانے والے راستے تھے جن پر آج گاڑیوں کی آمدورفت مکمل بند تھی۔ خالی پارکنگ لاٹ اور ویران سڑکیں تھیں جن سے گذر کر ہم پندرہ بیس منٹ بعد ایک جگہ پہنچے۔ چھوٹی بڑی گاڑیوں کا ہجوم تھا اور لوگ آوازیں لگا رہے تھے۔ ''حرم، حرم''۔اس جگہ سے ذرا پہلے ایک عربی نوجوان ریڑھی پر تازہ کیلے فروخت کر رہا تھا چونکہ دوپہر کا وقت، پانی تو بہت پی چکے تھے منیٰ سے یہاں آنے تک لیکن کھایا کچھ نہیں تھا۔اس لئے پانچ ریال کے تین کیلے خریدے اور آگے بڑھ گئے۔اس ریڑھی والے کی آج خوب دیہاڑی لگ رہی تھی کیونکہ زیادہ تر پیدل حاجی رک کر اس سے کیلے خرید رہے تھے۔گاڑیوں کے ہجوم والی جگہ پر مقامی لوگ اپنی ذاتی قیمتی گاڑیاں لے کر پہنچے ہوئے تھے کہ حجاج کو یہاں سے منہ مانگے دام لے کر بٹھائیں اور حرم کے قریب جا کر اتار دیں۔مزے کی بات یہ تھی چند ایک موٹر سائیکل سوار بھی یہ کام کر رہے تھے۔ یہ موٹر سائیکل سوار دو سو ریال کا مطالبہ کرتے تھے جبکہ گاڑیوں والے ایک سواری کا سو ریال ریٹ لگائے بیٹھے تھے۔ایک وین والے عربی کو عبداللہ نے پوچھا تو اس نے بتایا: ''۶ فرد ہیں تو چھ سو ریال لوں گا۔ ہمارے پاس تین وہیل چیئرز بھی تھیں وہ پریشان تھا کہ چیئرز گاڑی میں کیسے آئیں گی؟ ہمیں اکٹھے سفر کرنے کے بعد اندازہ ہو گیا تھا کہ چیئرز سمیت سارے افراد کیسے ''فٹ''

ہوں گے۔تھوڑی سی بحث کے بعد وہ چار سو ریال پر راضی ہوگیا۔ ہم اسی ترتیب سے گاڑی میں بیٹھ گئے ہیں۔فرنٹ پر میں خود، درمیان میں خواتین اور عبدالرحمٰن والدہ کے ساتھ جبکہ عبداللہ پیچھے وہیل چیئرز کے ساتھ۔ایک فرد کے سو ریال کرایہ سن کر پہلے تو عبداللہ پیدل چلنے کا مشورہ دے رہا تھا۔اس کا خیال تھا کہ اس سو ریال کا وہ باہر سے فاسٹ فوڈ البیک وغیرہ کھالے گا۔میں نے اور عبدالرحمٰن نے اتفاق نہیں کیا۔اور ہم اس گاڑی میں سوار ہوگئے۔

سعودی ڈرائیور راستے میں مسکرا کر مجھے حج مبروک، ماشاءاللہ، تبارک اللہ کہتا رہا۔ اس سے صاف ظاہر ہورہا تھا کہ وہ اپنے طے شدہ کرایہ سے زیادہ کی توقع کررہا ہے۔میں نے عبدالرحمٰن کو اس بارے آگاہ کیا تو اس نے پیچھے سے فوراً کہا: ''اس کو ایک ریال بھی فالتو نہیں دینا، چور ہیں ہر ایک کرایہ طے کرنے کے بعد زیادہ مانگنے لگ جاتا ہے''۔اس نے حتمی بات کردی۔میں نے جواباً کہا: ''ٹھیک ہے''۔

ہمارے ہوٹل کی طرف جانے والے راستے چونکہ حرم کی طرف بھی جاتے تھے اس لئے وہاں پاس جا کر ''روڈ کلوز'' تھی۔عبدالرحمٰن نے میپ کی مدد سے ڈرائیور کو کہا: ''سیدھا جا کر ٹنل کی طرف سے جاسکتے ہیں''۔وہ سیدھا گیا تو وہاں بھی دائیں طرف راستہ بند تھا۔یہ دیکھ کر سعودی ڈرائیور کا موڈ بگڑنا شروع ہوگیا اور بڑبڑانے لگا کہ اس کا وقت خراب ہورہا ہے۔اگر راستہ بند ہے تو میں کیسے جاسکتا ہوں؟ وغیرہ وغیرہ۔میں نے اسے اشارے سے کہا: ''واپس لے لو اور جہاں دائیں جانب جانے والی پہلی رکاوٹ ہے وہیں اتار دو۔ہم وہاں سے پیدل چلے جائیں گے''۔وہ واپس ہوا اور دائیں جانب سڑک پر ہمیں اتار رہا تھا کہ ایک موٹر سائیکل سوار پولیس والا وہاں آنکلا۔اس نے سعودی ڈرائیور کو کہا: ''تم ادھر کیوں کھڑے ہو؟ ڈرائیور بولا: ''دیکھ نہیں رہے انہیں اتار رہا ہوں''؟ پولیس والے نے کہا: تم یہاں کھڑے نہیں ہوسکتے جلدی نکلو یہاں سے! سعودی ڈرائیور کا میٹر گھوما ہوا تھا۔پولیس والے سے الجھ پڑا۔پولیس والا بھی غصے میں آگیا اور

اس نے موٹر سائیکل وین کے سامنے کھڑا کیا اور موبائل نکال کر اس کے چالان کا پراسس بھی شروع کر چکا تھا۔ اس ساری تو تو میں میں کے دوران عبداللہ نے تینوں وہیل چیئر نکال لی تھیں اور خواتین بھی اتر گئیں۔ سعودی پیچھے کی طرف آیا تو میں نے جب اسے چار سو ریال پکڑائے تو غصے اور پریشانی کی وجہ سے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ عین ممکن ہے کہ پولیس والے نے اس کو چار سو ریال سے زیادہ کا ''ٹیکہ'' لگا دیا ہو۔ ہم فوراً وہاں سے اپنے ہوٹل جو ڈھلوان پر واقع تھا کی طرف آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ عبداللہ کہنے لگا ''یار یہ سعودی بھی غصے میں پاگل ہو جاتے ہیں اسے دیکھو اپنی زبان پر قابو نہیں رکھ سکا اور خواہ مخواہ پولیس والے سے بحث میں پڑ کر اپنا نقصان کروالیا''۔

دوبارہ ہوٹل واپس آئے تو ایک اطمینان تھا کہ حج کا فریضہ اور ذمہ داری ادا ہوئی۔ ساری تھکاوٹ جاتی رہی۔ کمرے میں پہنچ کر شاور لیا اور کپڑے تبدیل کئے۔ میس میں جا کر دیکھا تو دوپہر کا کھانا تو مس ہو گیا تھا۔ اس لئے منتظمین نے شام کا کھانا ''ڈنر'' جلد منگوا لیا تھا۔ جیسے جیسے حجاج ہوٹل واپس آ رہے تھے وہ میس میں کھانا کھا سکتے تھے۔ کھانے کے بعد ہم نے ارادہ کیا کہ مغرب حرم میں ادا کریں گے۔ حرم میں حجاج کی تعداد میں اضافہ ہو چکا تھا اور کافی رونق تھی۔

خواتین چونکہ ہوٹل کے کمرہ میں ٹھہری رہیں۔ عبداللہ اور عبدالرحمٰن کے ساتھ مطاف میں طواف خانہ کعبہ کیا۔ نوافل ادا کئے اور دُعائیں کیں۔ نمازِ عشاء واپس آ کر ہوٹل میں ادا کی۔ بستر پر لیٹ کر کافی دیر تک مناسک حج سے متعلق بات چیت ہوئی اور عبداللہ نے گذشتہ حج کے مقابلہ میں انتظامات کو بہت اعلیٰ قرار دیا۔ ہر معاملہ میں سہولت کا ذکر کیا کیونکہ حجاج کی تعداد میں کمی سے معاملات بہت آسان رہے تھے۔ عبداللہ کی والدہ کی طبیعت ناساز تھی۔ میں انٹی بائیوٹکس سمیت دیگر ادویات لے کر آیا تھا۔ ان میں سے کچھ عبداللہ کو دے چکا تھا مگر مکمل افاقہ نہیں ہوا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ کل سرکاری ہسپتال میں انہیں ڈاکٹر کو چیک کروانے لے جائے گا۔ رانا اشرف بھی کمرہ میں وارد

ہوئے اور لاہوری سٹائل میں پوچھنے لگے: ''ہور بھائی کیہہ حال اے حاجیو''؟ ہم نے پوچھا: ''رانا جی کدھر رہ گئے تھے''؟ ''بس یار ہوٹل میں ذرا گھٹن محسوس ہوتی ہے اس لئے باہر حرم کے اردگرد چکر لگائے ہیں اور اب بیگم کے ساتھ واپس آ گیا ہوں''، رانا نے تفصیل بتا دی۔ دراصل رانا صاحب اور ان کی بیگم دونوں اپنے اپنے سمارٹ فون سے حرم کے اندر ہوں یا باہر سڑک پر ہوں یا پھر ہوٹل میں اپنے کسی بیٹے، بیٹی یا داماد سے ویڈیو کال پر ان کو اردگرد کا ماحول دکھانے کی پوری کوشش کرتے تھے اور ساتھ میں بلند آواز سے گفتگو بھی ان کا روزمرہ کا معمول تھا۔ اسی طرح ہر شام وہ اپنے پورے دن کی رپورٹ بھی فون پر زیر بحث لاتے، جس دوران ہنسی مذاق اور قہقہوں کے تبادلہ سے ''فریش'' ہو جاتے تھے۔

✧✧✧

حرم میں موبائل فون کا استعمال' بے ادبی اور خرافات

حرم کے اندر مطاف میں طواف کرتے ہوئے بے شمار خواتین و حضرات کے فون، ویڈیو چیٹ کے ساتھ ان کے ہاتھ میں ہوتے تھے اور وہ اپنے کسی عزیز یا دوست سے اپنا طواف شیئر کر رہے ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ کئی پاکستانی حضرات کو بلند آواز میں طواف کے دوران اپنے کاروباری معاملات کی فون کالز میں مصروف بھی دیکھا۔ ایک دن طواف میں میرے سامنے چلنے والے پاکستانی شخص کا یہ حال تھا کہ لمبی کال پر مجھے اسے ٹوکنا پڑا۔ ''خدا کا خوف کرو، آپ کو اندازہ ہی نہیں کس جگہ موجود ہو۔ دوسروں کو بھی اپنی ''کال'' سے پریشان کر رہے ہو''۔ میرے کہنے پر یہ ہوا کہ اس نے آواز کچھ آہستہ کر لی لیکن کال ختم نہیں ہوئی۔ عمرہ و حج کے دوران مقامات مقدسہ پر حاضری و عبادت کی یکسوئی حاصل کرنے کی بجائے موبائل فون کا استعمال اب حد سے بڑھ چکا ہے۔ اُٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے ویڈیوز بنانا اور فون پر بلند آواز میں بات کرنا اور قہقہے لگانا بے ہودگی اور ان مقامات کی بے حرمتی کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ پنجابی کی مثال کے مصداق ''یہ بندر کے ہاتھ استرا آ چکا ہے''۔ اس بارے جب چند سنجیدہ حجاج سے بات ہوئی تو ان کا کہنا تھا کہ حرم کی انتظامیہ ان مقامات کے اندر موبائل فون کے بے دریغ استعمال سے تنگ ہے۔ اس کی وجوہات میں ایک تو ان مقامات مقدسہ کے آداب اور حرمت کی پامالی اور دوسرا سیکوٹی وجوہات بھی ہیں۔ پہلے اس بارے سیکیورٹی اہلکاروں کے ذریعے فون کے استعمال جس میں ویڈیو بنانا اور کالز سننا شامل تھا کو روکا جاتا تھا اور سختی بھی کی جاتی تھی۔ مگر پھر انہوں نے کچھ نرمی کر دی اب تو موبائل فون کا استعمال ''خرافات'' کی حد

تک بڑھ گیا ہے کوئی بعید نہیں کہ انتظامیہ دوبارہ سختی کرلے اور حرم کے اندر فون کے استعمال پر پابندی عائد کردے۔

اگر اس بات سے اتفاق بھی کرلیا جائے تو ایک اور مسئلہ ہے جس کی وجہ سے موبائل فون کو عمرہ زائرین یا حجاج سے جدا کرنا ناممکن ہے۔ وہ حرم میں داخلہ کے لئے موبائل ایپ کا استعمال ہے۔ سعودی وزارت حج وعمرہ مسلسل کوشش کررہی ہے بلکہ انہوں نے ایسے آلات جن میں سکینرز شامل ہیں حرم میں داخلہ کی غرض سے نصب کرر کھے ہیں جن پر آپ اپنے موبائل فون سے سکین کرنے کے بعد مطاف میں داخل ہوسکیں گے اور اس کی بکنگ بھی ضروری ہوا کرے گی۔ مسجد الحرام اور بیت اللہ میں موبائل فون کا بے دریغ استعمال ایک مسئلہ بن چکا ہے۔ جس سے ایسے زائرین بے حد متاثر ہوتے ہیں جو منتیں مانگ کر یہاں اللہ کے مہمان بنے ہوتے ہیں اور ان کی حد درجہ خواہش، جستجو اور کوشش ہوتی ہے کہ پرسکون ماحول میں خشوع وخضوع کے ساتھ رب العزت کے ساتھ اس کے گھر میں ربط سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں اور اس کی نعمتوں پر شکر بجالائیں۔ حقیقت میں ربّ ذوالجلال کے گھر میں حاضری کا حسن اور عقیدت و بندگی کا تقاضا یہی ہے کہ پرنور، پاکیزہ اور پُرسکون ماحول میں یہ قیمتی ترین وقت گذرے۔

✧✧✧

صحت کے اعتبار سے رہائش کا انتخاب ضروری

صبح نمازِ فجر بیت اللہ میں ادا کی۔ نمازِ فجر کی جماعت سے قبل عزیزیہ سے حجاج بس سروس سے آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اجیاد روڈ پر بس سٹینڈ زیادہ تر پاکستانی اور انڈونیشنز کی بسوں کی آمد و رفت دیکھی جاتی تھی۔ بس کے ذریعے حرم نمازوں کے لئے آنا جانا نوجوان زائرین اور حجاج کے لئے تو ٹھیک ہے لیکن عمر رسیدہ خواتین و حضرات یا جو وہیل چیئر پر ہوتے ہیں کے لئے مشقت کا کام ہے بلکہ اس دوران حادثات بھی ہو جاتے ہیں۔ ان حالات میں اگر آپ حج و عمرہ کا ارادہ رکھتے ہیں تو اپنی جسمانی صحت اور اس کے مسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے رہائش کے سلسلہ میں ایسا انتظام کریں کہ آپ کو بس سروس استعمال نہ کرنی پڑے۔ ظاہر ہے اگر آپ ٹیکسی لیں گے تو اخراجات اور بڑھ جائیں گے اور پھر سارا دن حرم کے اندر قیام بھی آسان کام نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ جب آپ اللہ کے گھر آئے ہیں تو اپنی آمد و رفت کے معاملہ میں اپنے حالات و صحت کے مطابق آسانی اختیار کریں۔ کسی قسم کا لالچ یا جلد بازی نقصان اور پچھتاوے کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ ناشتے پر چند اور حجاج کھانے کے معیار پر بگڑ گئے اور مطالبہ کر دیا کہ کھانے کے معیار کو بہتر بنایا جائے ورنہ ہم یہاں کھانا نہیں کھائیں گے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایک اور گروپ نے اپنے کھانے کی مد میں رقم منتظمین سے واپس لے لی۔ ظاہر ہے اب وہ کھانا باہر بازار سے اپنی مرضی سے کھائیں گے۔ مکہ اور مدینہ میں یہ حجاج اب گروپ کے دستر خوان سے خود کو الگ کر چکے تھے۔ ہمارا مکہ مکرمہ میں رہائش کا تیسرا ہفتہ چل رہا تھا۔ حج کی ادائیگی کے بعد اکثر حجاج کو گلے میں خراش یا پھر باقاعدہ کھانسی کا مسئلہ ہو گیا تھا۔

مجھے ذاتی طور پر کھانسی کی شکایت ہوئی تو اپنے پاس موجود ادویات لینے کے بعد بھی افاقہ نہ ہوا تو منیٰ قیام کے دوران وہاں قائم عارضی ڈسپنسری میں جانا ہوا۔ وہاں پرچی بنوانے اور انتظار کے بعد ڈاکٹر سے ملے۔ جس نے بات سننے کے بعد وہی ادویات جو ہمارے ہاں پاکستان میں فری ڈسپنسری سے دی جاتی ہیں یعنی ایک کھانسی کے عام شربت کے ساتھ پیراسٹامول اور الرجی کی گولیاں دے دیں۔ ان ادویات سے کوئی خاص فرق نہیں پڑا تھا کہ ہمارا منیٰ سے کوچ ہو گیا۔ حج کے اتنے بڑے اجتماع میں دنیا بھر سے لوگ آئے ہوتے ہیں اور مختلف جراثیم سے نزلہ، کھانسی، زکام کی شکایت ہر ایک کو ہوتی ہے۔ اس لئے وہاں کے عارضی ہسپتالوں اور ڈسپنسریز میں بنیادی نوعیت کی ادویات سے حجاج کا علاج کیا جاتا ہے۔ میرے پاس کمرے میں گروپ کے دیگر حجاج بھی آنے شروع ہو گئے تھے۔ لعل جان نے مجھے اپنی ادویات کا لفافہ اس لئے دے دیا تھا کہ میرا تعلق لاہور جناح ہسپتال سے رہا تھا۔ اس حوالہ سے انہوں نے مجھے اپنے گروپ میں ''ڈاکٹر'' کا درجہ دے رکھا تھا۔ جیسے انہوں نے مدرسہ کا مدرس ہونے پر عبداللہ کو ''مفتی صاحب'' کا درجہ دیا تھا اور پھر ان سے واعظ اور دُعا کے لئے کہتے تھے۔

دوپہر کے کھانے پر بھی چند حجاج نے ادویات کے سلسلہ میں رابطہ کیا تو میں نے انہیں اپنے کمرہ نمبر کا بتایا تو وہ بعد میں آ کر ادویات لے گئے۔ حتیٰ کہ مزید دو دن میں ادویات تقریباً ختم ہو گئیں۔ اس کے بعد جو حجاج اپنی بیماری کے ساتھ رابطہ کرتے ان کو یہاں کی فارمیسی یا ہسپتال جانے کا مشورہ بلا معاوضہ دے دیتا تھا۔

✧✧✧

مین کچن اور مکتب آفس کا دورہ

عصر کی نماز لعل جان اور فاروق صاحب کے ساتھ ہمارے ہوٹل کے شمال میں ذرا چڑھائی پر واقع مسجد النافع میں ادا کی۔ ان دونوں کا موقف یہ تھا کہ ہم نماز حرم میں پڑھیں یا پھر باقاعدہ مسجد میں تو ہی ثواب ملے گا۔ ہوٹل کی لابی میں جائے نماز بچھا کر یا کسی فٹ پاتھ پر نماز پڑھنا مقبول نماز کی ادائیگی کے تقاضے پورے نہیں کرتا۔ یہ حضرات چونکہ دہائیوں سے حج وعمرہ کے کاروبار سے منسلک ہیں۔ ان حضرات کے پاس تجربہ کی بنیاد پر ہر کام اور سوال کی تاویل اور جواب موجود ہوتا تھا جو ان کے پروفیشنل ہونے کا ثبوت تھا۔ جہاں وہ خدمات کے معاملے میں لاجواب ہوتے وہاں بڑے اخلاق سے معذرت خواہانہ انداز سے اپنی لاعلمی اور کوتاہی کا فوراً اقرار کر لیتے تھے۔ انہوں نے مجھے پوچھا: ''ایک دوست آرہا ہے اور کھانے کے معیار کے حوالے سے مین کچن جانا ہے آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں گے''۔ میں نے جواب دیا: ''ٹھیک ہے آپ کے ساتھ ذرا سیر ہو جائے گی''۔

نماز کے بعد ہم ہوٹل واپس آ گئے اور لابی میں کچھ دیر انتظار کے بعد لعل جان کو فون آیا تو ہم باہر آئے اور ایک کالے رنگ کی ہنڈا کار میں بیٹھ گئے۔ کار ڈرائیور علی صاحب تھے جن سے سلام دُعا کے بعد میرا تعارف بھی کروایا گیا۔ ہم وہاں سے روانہ ہو گئے اور علی صاحب اپنے کچن اور کھانے کے معاملات میں انتہائی مصروفیات کا ذکر کرتے رہے۔ آدھ گھنٹے میں نامعلوم مکہ کے کس حصہ میں پہنچے کیونکہ اندھیرا تھا اور شاہرات کے نام بھی اس طرح سے دیکھنے ممکن نہیں تھے کہ انہیں یاد رکھا جا سکے۔ ایک

بڑی عمارت کے مرکزی دروازہ پر کار پارک کی گئی۔ ہم چاروں عمارت میں داخل ہونے لگے تو باہر دو عربی بیٹھے سگریٹ پی رہے تھے۔ گذرتے ہوئے ان سے سلام کا تبادلہ ہوا اور ہم کچن کی عمارت میں داخل ہو گئے۔ شروع میں دو آفس تھے۔ آگے جا کر سامنے واک ان فریزر تھے اور بائیں طرف بڑے چولہوں پر کوکنگ کے لئے کنگ سائز کڑاھے رکھے تھے جن میں بیک وقت بہت سے کھانے پکائے جا رہے تھے۔ ماحول کے اعتبار سے یہ ایک پروفیشنل کچن تھا۔ جہاں چار ہزار سے زائد حجاج جن کا تعلق مختلف گروپس سے تھا کا کھانا تیار ہوتا تھا۔ یہ حج سیزن کا کنٹریکٹ تھا۔ بڑی مقدار میں کھانا پکانا اور اس کا ذائقہ برقرار رکھنا اصل کام ہوتا ہے۔ جیسے ہی کھانا تیار ہوتا اسے خاص سٹیل کے ڈبوں میں پیکنگ کے بعد گاڑیوں میں مختلف ہوٹلز اور بلڈنگز میں ٹھہرے حجاج کے لئے وقت پر پہنچانا بھی کنٹریکٹ کا حصہ تھا۔ کچن کے پاکستانی کنٹریکٹر علی سے جب لعل جان نے کھانے کے معیار میں کمی پر شکایت کی تو وہ معذرت کرنے لگا کہ اس نے گذشتہ رات دو باورچیوں کو ملازمت سے نکال دیا ہے جن کی لاپرواہی کی وجہ سے کھانے کا ذائقہ خراب ہوا اور انہوں نے ایسے ہی پیک کر کے ہوٹلز میں بھیج دیا تھا۔ لعل جان اور فاروق نے مجھے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں بھی اس ضمن میں شکایت اور اظہار ناپسندیدگی کروں کہ کھانے کا معیار بہتر کیا جائے اور ابھی تک تو دس سے پندرہ حجاج نے گروپ کے ساتھ کھانے سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ ایسا نہ ہو باقی بھی باہر سے کھانا شروع کر دیں اور آپ لوگوں کو نقصان اُٹھانا پڑے۔ علی دھیمے مزاج کا نوجوان تھا اور مسلسل معذرت خواہانہ لہجے میں جواباً کہہ رہا تھا ''وہ اس بارے آگاہ ہے اور دو رات سے محض اسی لئے نہیں سو سکا کہ اسے کاریگر باورچیوں کی رات کو پکوائی کے دوران نگرانی کرنا پڑتی ہے''۔

کچن میں مٹن، چکن کے قورمے، بریانی، پلاؤ، فش فرائی، بٹیر، چکن روسٹ، چنے، سبزی، کھیر، فرنی، زردہ، سوجی کا حلوہ، کسٹرڈ سمیت متعدد کھانے تیار کرنے کا انتظام تھا۔

علی کی یقین دہانی کے بعد ہم وہاں سے قریبی مسجد گئے جہاں جماعت کے ساتھ نمازِ عشاء ادا کی۔ طے یہ ہوا کہ علی صاحب ہمیں مکتب معلم کے دفتر کی عمارت ڈراپ کریں گے۔ وہاں پہنچ کر ہم لفٹ سے بالائی منزل پر واقع معلم کے آفس پہنچے۔ ہماری آمد کا سٹاف نے بتایا تو بلانے پر ہم ایک بڑے آفس میں داخل ہوئے جس میں بھاری بھر کم سعودی مرکزی کرسی پر براجمان تھا اور اس کا ایک بیٹا ساتھ دوسری طرف بیٹھا تھا۔ سعودی فاروق کو بڑے تپاک سے ''برادر فاروق'' پکار کر ملا اور ہم سے بھی مصافحہ کیا۔ سعودی نے موجودہ حج کے انتظامات پر بات کرتے ہوئے بتایا کہ حکومت نے مکتب کے آمدن و اخراجات کے معاملہ میں اختیارات ان سے واپس لے کر اپنے قبضہ میں لے لئے ہیں اور ہمیں اب معمولی حصہ ہی ملے گا۔ ''دیکھیں آگے جا کر کیا بنتا ہے۔ ابھی تک تو ہم اختیارات کے اعتبار سے خود مختاری سے حکومت کی محتاجی میں چلے گئے ہیں''۔ سعودی نے اپنے اختیارات میں کمی کا رونا رویا۔ اس بارے بعد میں لعل جان نے بعد میں بتایا: ''کرونا سے پہلے تک منیٰ اور عرفات میں خیموں کے کرائے ۷۵۰ ریال سے ۱۰۰۰ ریال تک تھے اور اب خیمے کا کرایہ ۵۶۰۰ ریال کر دیا گیا ہے۔ جس سے حج ایکدم اتنا مہنگا ہو گیا ہے۔ یہ بنیادی طور پر سعودی حکومت کی نئی پالیسی اور خیموں کے علاوہ دیگر سروسز کے ریٹ بڑھانے کی بناء پر ہوا ہے۔ ظاہر ہے پوری دنیا کے پرائیویٹ حج ٹور آپریٹر کے پاس ان کے ریٹ کے مطابق پیکیج تیار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ سعودی معلم نے فاروق کی ٹریول ایجنسی کو مکتب کی طرف سے تحسین کا سرٹیفکیٹ بھی دیا اور ہم نے اس کی تصویر بنائی اور ٹیکسی سے واپس ہوٹل آ گئے۔

✧✧✧

جلد واپسی کے خواہشمند حجاج کی مشکلات

حج کی تکمیل کے بعد ہوٹل میں ٹھہرے مختلف گروپس کے درجن بھر حجاج اپنے پیکیج کے دورانیے کو کم کر کے پاکستان واپس جانے کے لئے سرگرم ہو گئے تھے۔ کھانے کے دوران منتظمین کی ٹیبل پر اس طرح کی گفت وشنید کا ماحول ملتا تھا۔ واپس جانے کے خواہشمند حجاج چاہتے تھے کہ ان کی مدینہ میں ہوٹل بکنگ سے انہیں ری فنڈ مل جائے کیونکہ وہ تو وہاں پلان کے مطابق قیام نہیں کریں گے۔ سعودی ایئر لائن نے ان کے ایڈوانس واپسی بورڈنگ کارڈ لاہور میں ہی جاری کر کے ری فنڈ والا قصہ ہی ختم کر دیا تھا۔ انہیں واپسی کا ٹکٹ چاہے وہ مکہ سے ہو یا مدینہ سے الگ سے خریدنا تھا۔ اس سلسلہ میں ہم نے انہیں حرم کے بالکل سامنے مال میں واقع سعودی ایئر لائن کے دفتر میں قطاروں میں کھڑے دیکھا۔ منتظمین کا مؤقف یہ تھا کہ مدینہ منورہ میں فائیو سٹار ہوٹل میں ان کی رہائش کی بکنگ کی ادائیگی بھی ہو چکی ہے۔ اس لئے ری فنڈ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پرائیویٹ حج ٹور آپریٹر بھی اس مسئلہ سے بخوبی آگاہ ہوتے ہیں اس لئے وہ اپنا بندوبست کر کے رکھتے ہیں۔ اب جو بھی حاجی واپس جانا چاہتا تھا اسے اپنی ٹکٹ و دیگر معاملات کا انتظام خود کرنا تھا۔ منتظمین کو ان حجاج کے پاسپوٹ مکتب کے آفس سے ریلیز کروا کر دینے ہوتے ہیں کہ یہ سعودی عرب سے واپس روانہ ہو رہے ہیں۔ اس مقصد کے لئے فلائٹ کا نمبر تاریخ اور وقت مکتب آفس میں دینا ہوتا تھا اور اگر حاجی مقررہ وقت سے لیٹ ایئر پورٹ پہنچے تو وہ پاسپورٹ نہیں لے سکیں گے اور ان کی روانگی مؤخر ہو سکتی تھی۔ گذشتہ شب جب میں لعل جان اور فاروق صاحب کے ساتھ مکتب آفس گیا تھا تو

انہوں نے پانچ حجاج کے پاسپورٹ ریلیز کروانے کے لئے تفصیلات دی تھیں۔ واپسی کے خواہشمند کچھ حجاج منتظمین کو کہہ رہے تھے کہ انہیں جدہ ایئرپورٹ تک چھوڑنے کی سواری کا بندوبست کریں تو انہوں نے اس بارے معذرت کر لی کہ وہ اپنے طور پر پیکیج سے الگ ہو کر جا رہے ہیں تو مکہ سے جدہ ٹیکسی کے اخراجات بھی خود برداشت کریں۔ اسی طرح چند حجاج مدینہ میں کچھ دن گذار کر پاکستان کی فلائٹ لینے کا ارادہ رکھتے تھے وہ بھی وہاں ہوٹل کی چند دن کے لئے بکنگ اور پھر وہاں سے فلائٹ کے لئے اپنے اپنے گروپ کے ذمہ داران سے معاملات طے کرتے پائے گئے۔

✧✧✧

چوہدری فاروق اور لعل جان خٹک

پرائیویٹ حج ٹورز کا کاروبار کچھ اس طرح کا ہے کہ حاجیوں کے گروپ کے ساتھ ان کے اپنے افراد خدمت کے لئے چلے آتے ہیں۔ ان کی بیگمات بھی کئی کئی حج کئے ہوتی ہیں۔ ایک گروپ کے باپ بیٹا ساتھ آئے ہوئے تھے۔ دوسرے گروپ میں دو پارٹنر میں سے ایک بیگم کے ساتھ اور دوسرے صاحب اپنے بیٹے کے ساتھ پہنچے تھے۔ ہمارے ٹورر آپریٹرز میں سے لعل جان خٹک اور چوہدری فاروق ساتھ تھے۔ فاروق صاحب چالیس سال تک سعودیہ میں کاروبار کے سلسلہ میں مقیم رہے اور سعودیہ میں قیام کے آخری سالوں میں وہ یہاں حجاج کے لئے ہوٹل کی بکنگ اور رہائش وطعام وغیرہ کے کاروبار سے منسلک تھے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ نوعمری میں سعودی عرب روزگار کے سلسلہ چلے آئے تھے۔ یہاں مختلف ملازمتیں کرتے رہے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ سعودی عرب کی شہریت حاصل کرلیں گے کیونکہ یہاں جائیداد خریدنے اور کاروبار کرنے والوں کو ماضی میں شہریت ملی تھی تو وہ چالیس برس تک اس کوشش اور انتظار میں رہے کہ یہاں کے شہری بن جائیں۔ لیکن جب انہیں یقین ہوگیا کہ اب قوانین میں کوئی ایسی گنجائش باقی نہیں رہی حتیٰ کہ کوئی خارجی سعودی عورت سے شادی بھی کرلے تو اسے شہریت نہیں ملے گی تو انہوں نے ''خروج'' کا فیصلہ کیا اور پاکستان منتقل ہوگئے۔ انہوں نے سعودی عرب میں اپنے قیام کے دورانِ خانہ کعبہ پر حملہ اور قبضہ کی تفصیلات کے بارے بھی بتایا کہ اس وقت کیا حالات پیش آئے تھے۔ بیت اللہ کے محاصرہ کے وہ عینی شاہد تھے کیونکہ اس وقت انہوں نے عمرہ زائرین کے لئے رہائش کی غرض سے عمارت

کرائے پر لے رکھی تھی۔ اس سارے واقعہ میں ان کے ہوٹل میں پانی اور خوراک ختم ہوگئی تھی اور بمشکل گذارا کیا تھا۔ بیت اللہ کے محاصرہ سے قبل انہوں نے بتایا کہ وہ بے روزگار تھے تو انہیں کسی کے توسط سے ایک کام ملا جو ایک مدرسہ میں چائے پانی پلانے کی خدمت کا تھا۔ انہوں نے اس مدرسہ میں مشکوک لوگ اور سرگرمیاں دیکھیں تو وہ یہ کام چھوڑ کر چلے آئے اور چند ماہ بعد بیت اللہ پر حملہ انہیں لوگوں نے منظم ہو کر کیا تھا۔ بھاری مقدار میں اسلحہ کئی ماہ تک بیت اللہ کے تہہ خانوں میں چھپانے کا کام بڑی مہارت سے میں اپنے سہولت کاروں کی مدد سے کیا جاتا رہا تھا۔ فاروق صاحب اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس مدرسہ میں کام کرنے کی پاداش میں انہیں دھر نہیں لیا گیا ورنہ ان کا بھی سر قلم ہو چکا ہوتا۔ جیسا کہ بیت اللہ کے اس محاصرہ کے اختتام پر ذمہ دار 63 افراد کے سرِ عام سر قلم ہوتے ہوئے انہوں نے خود دیکھے تھے۔ سفر کے دوران ذیابیطس کے مرض میں مبتلا جن خواتین وحضرات کو انسولین اپنے ساتھ لانا پڑی تھی۔ فاروق صاحب بھی ان میں شامل تھے۔ چونکہ انہوں نے بے شمار حج کر رکھے تھے اس لئے ان کا ذوق شوق پہلی مرتبہ حج پر آنے والوں جیسا بالکل بھی نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ہوٹل میں ایک حاجی سے ۱۱ ذی الحجہ کو ان کی طرف سے جمرات میں تینوں شیطانوں کو کنکریاں مارنے کی درخواست کر دی تھی۔ جس طرح پہلی محبت اور شادی کے لطف وخمار کا کوئی جوڑ نہیں ہوتا اسی طرح حج بھی پہلا ہی نایاب ہوتا ہے کیونکہ حج زندگی میں ایک مرتبہ کرنا فرض ہے باقی تو نفل عبادت ہوتے ہیں۔

لعل جان خٹک تینوں گروپس کے معاملات' بالخصوص خورونوش کے معاملات دیکھ رہے تھے۔ سیدھی بات کرنے والے انسان ہیں اور ان کے پاس اُردو، پنجابی اور پشتو زبان کی بہت ساری مثالیں موجود ہوتی ہیں جو وہ مختلف مواقع پر بات چیت میں دوسروں کو سمجھانے اور معاملات کو سلجھانے کی غرض سے استعمال کرتے تھے۔ ابوظہبی میں کئی سال تک ملازمت کرتے رہے ہیں اس لئے عربی روانی سے بولتے تھے۔ انہوں

نے بتایا کہ گلف میں سب سے مضبوط اتحاد ختک برادری کا ہے جو ہر اعتبار سے اپنی برادری کا تحفظ اور مدد کرتے ہیں۔ فاروق صاحب کا لعل جان کے انکل سے گہرا تعلق تھا جو حج وعمرہ کے کام سے منسلک تھے۔ اس نسبت سے دونوں نے فاروق صاحب کے سعودی حکومت اور پاکستان کی وزارت حج سے منظور شدہ حج وعمرہ کی ٹریول ایجنسی میں شراکت کا فیصلہ کیا اور اب تک کامیابی سے یہ کاروبار چلا رہے ہیں۔ ابوظہبی میں ملازمت اور ختک برادری سے اپنے تعلق کی بناء پر لعل جان ہر سال دیگر صوبوں سے بھی حجاج اپنے گروپ میں شامل کرتے ہیں۔ وہ سعودی عرب قیام کے دوران اپنے طاق عربی بول چال کی بناء پر معاملات کو بطریق احسن چلاتے ہیں۔ ہمارے مشترکہ گروپ میں حاجی نثار صاحب کی بکنگ کے پانچ ہزار ریال ہوٹل والوں نے دبا رکھے تھے اور چونکہ حاجی نثار رائج الوقت عربی نہیں بول سکتے تھے اس لئے لعل جان نے ہوٹل والوں سے بات چیت کر کے حاجی نثار صاحب کے ہزاروں ریال ری فنڈ کروا کر دیئے تھے۔ حج کے پیکیج کی بکنگ کے معاملہ پر ایک مرتبہ لعل جان سے پوچھا کہ بعض لوگ جن کا حج و عمرہ کے کاروبار سے براہ راست تعلق نہیں ہوتا وہ حاجی بک کرنے کے لئے کتنا کمیشن لیتے ہیں تو انہوں نے کوئی سیدھا جواب دینے کی بجائے ایک مثال کچھ اس طرح دی۔ ''بلی چوہا اللہ کی رضا کے لئے ہرگز نہیں کھاتی''۔ ہمارے دوست باصر نے افتخار کے ذریعے ہمیں جو پیکیج ساڑھے تیرہ لاکھ میں دیا تھا کمرے میں ساتھی حاجی عبداللہ، رانا اور عبدالرحمٰن نے صرف 10 لاکھ میں لیا تھا۔ یوں ہمارے دوستوں نے 3 لاکھ روپے کی دیہاڑی لگالی تھی۔

✧✧✧

مہمان کی آمد اور غیر قانونی قیام

ہوٹل میں رانا اشرف نے بتایا: ''اس کا داماد ریاض میں جاب کرتا ہے۔کل یہاں آ رہا ہے ان کو ملنے کے لئے کیونکہ پہلے حج کی وجہ سے مقامی افراد کا مکہ مکرمہ آنا ممنوع تھا۔ اس لئے اب وہ سفر کر کے مکہ آ سکتے ہیں''۔ ہم نے کہا اچھی بات ہے۔ اگلے دن جب ہم کمرے میں آئے تو ایک نوجوان خراٹے لیتا ہوا میرے بستر پر سو رہا تھا اور رانا اشرف اپنے بستر پر بے سدھ پڑے تھے۔ عبداللہ اور عبدالرحمٰن سمیت ہم نے اندازہ لگایا کہ یہ وہی شخص ہے جس کے آنے کی رانا اشرف نے ہمیں اطلاع دی تھی۔ لیکن ہمیں یہ علم نہیں تھا کہ وہ اس کمرے میں آ کر رہے گا۔ ہم نے انہیں گہری نیند سے اُٹھانا مناسب نہ سمجھا۔ وہیل چیئر پارک کر کے ہم میس میں چلے گئے اور وہاں کچھ کھانے پینے کا بندوبست کیا۔ وہاں لعل جان کو بتایا کہ رانا اشرف اپنے مہمان سمیت کمرے میں دھت سو رہے ہیں۔ گھنٹہ بھر بعد ہم واپس آئے تو رانا صاحب اُٹھ کر بیٹھے تھے مگر بیڈ پر ہی تھے۔ ہمیں دیکھ کر کہنے لگے۔ ''اوہ آؤ جی'' یہ میرا داماد خوشنود ہے آج ہی یہاں پہنچا ہے۔ خوشنود نے بھی کروٹ لی اور نیند سے بیدار ہو کر بیٹھ گیا۔ ہمیں سلام کیا اور مصافحہ بھی۔ رانا اشرف اُٹھے اور باتھ روم جانے سے پہلے خوشنود کو کہا کہ تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔ وہ ادھر چلا گیا اور میرا بستر خالی ہو گیا۔ خوشنود پھر سو گیا اور بھاری بھرکم ہونے کی وجہ سے خراٹے بھی لیتا رہا۔ ہم بھی اپنے اپنے بستر پر دراز ہو گئے۔ رانا اشرف واش روم سے نکلے اور کمرے سے باہر چلے گئے۔

مغرب کی نماز کے بعد جب ہم کھانے کے لئے میس گئے تو دیکھا رانا اشرف' ان

کی بیگم اور خوشنود وہاں موجود ہیں۔ گپ شپ چل رہی ہے۔ معلوم ہوا کہ خوشنود ہمارے کمرے میں رہے گا کیونکہ رانا اشرف نے اسے کسی دوسرے ہوٹل میں کمرہ لینے سے منع کر دیا تھا کہ خواہ مخواہ خرچہ کرے گا۔ اب قانونی طور پر صورت حال یہ تھی کہ لعل جان نے ہم سے جو تحریری معاہدہ کیا تھا اور اس پر دستخط لئے تھے اس کے صفحہ نمبر ۵ پر واضح طور پر لکھا تھا ''حجاج مقدس میں قیام کے دوران حاجی کے کسی مہمان یا رشتہ دار کو قیام کی اجازت نہیں ہوگی۔ خلاف ورزی کی صورت میں ایک ہزار سے پانچ ہزار سعودی ریال جرمانہ ہوسکتا ہے''۔ رانا اشرف کا بلا کا اعتماد اس قسم کی کسی خلاف ورزی کو خاطر میں نہیں لا رہا تھا۔ یہ بات لعل جان کے نوٹس میں بھی تھی اور وہ خاموش تھے۔ ہم بھی پریشان کہ چار بیڈ کے روم میں پانچ لوگ کیسے سو سکتے ہیں؟ عشاء کی نماز کے بعد جب سونے کا وقت ہوا تو رانا اشرف نے اپنے داماد کو اپنے بستر پر لٹا دیا اور خود نیچے قالین پر بیڈز کے درمیان جو تھوڑی بہت جگہ تھی وہاں گھس کر لیٹ گئے۔ ہمیں بھی یہ بڑا عجیب لگ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہم نے سوچا کہ ایک دو دن ٹھہرنے کے بعد مہمان چلا جائے گا مگر یہ ہماری غلط فہمی تھی۔ ہم نے نوٹ کیا کہ خوشنود اس صورت حال میں جب سونے کے لئے اضافی بیڈ موجود نہیں تھا اور ان کا سسر رانا اشرف زمین پر پڑا ہو کافی کنفیوز تھا۔ اس نے خود سے قریب ہی ہوٹل میں کمرہ بک کروایا تھا اور اس بارے میں وہ ہمیں بتا بھی چکا تھا مگر رانا اشرف اپنے داماد کا خرچہ نہیں ہونے دینا چاہتے تھے اور اپنا رعب اور عزت رکھنا چاہتے تھے کہ وہ ان کی کیئر کر رہے ہیں۔

✧✧✧

مسجدِ عائشہ میں احرام باندھا

شام کے لئے طے ہوا کہ عمرہ کی ادائیگی کے لئے مسجد عائشہ جو مکہ مکرمہ کی حدود سے باہر واقع ہے جا کر احرام باندھیں گے۔ عمرہ کی نیت اور دو نفل ادا کر کے واپس بیت اللہ آ کر طواف و سعی کریں گے۔ عبداللہ، عبدالرحمٰن اپنی اپنی والدہ کے ساتھ جبکہ رانا اشرف کی بیگم کے ساتھ آج ان کے داماد خوشنود تھے جو ان کو عمرہ کے لئے لے کر جا رہے تھے۔ رات کا وقت اس لئے چنا گیا تھا کہ گرمی کی شدت سے بچا جائے اور ٹھنڈے ماحول میں عمرہ ادا ہو۔ رانا اشرف داماد کی آمد سے خود کو ''ریلیکس'' محسوس کر رہے تھے کہ اپنی بیگم کو وہیل چیئر میں ادھر ادھر لے کر نہیں جانا پڑے گا۔ ہم چاروں دو الگ الگ ٹیکسیز میں مسجد عائشہ پہنچے۔ اس سفر کے لئے عام طور پر ٹیکسی کا کرایہ ۲۰ ریال ہے مگر پھر بھی عربی ڈرائیور باتوں باتوں میں زیادہ رقم کے لئے اصرار کرتے ہیں۔ یہ وبا عام ہو چکی ہے کہ ٹیکسی ڈرائیور طے شدہ کرایوں سے زیادہ کے لئے بحث و تکرار کرتے ہیں۔ مکہ سے 10 کلومیٹر فاصلہ پر واقع مسجد عائشہ کا طرز تعمیر بہت عالی شان ہے۔ ہزاروں نمازیوں کی گنجائش ہے۔ اس مسجد کے بارے روایت ہے کہ اس جگہ پر حضور اکرمؐ نے آخری حج کے موقعہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو احرام اوڑھنے کا حکم دیا تھا۔ مسجد عائشہ والی جگہ کو مقام تنعیم بھی کہتے ہیں۔ اس مقام کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ دور قدیم میں اہل مکہ عمرہ ادا کرنے کے لئے اکثر یہاں آ کر احرام باندھتے تھے۔ مسجد اور واش رومز کے درمیان میں جگہ پر عرب خواتین عارضی دکانیں سجائے بیٹھی تھیں۔ جہاں عمرہ سے متعلق اور روزمرہ کی کھانے پینے کی اشیاء بھی دستیاب تھیں۔ معقول تعداد میں بلیاں بھی پھر رہی

تھیں حتیٰ کہ مسجد کے اندر بھی موجود تھیں۔

ہم نے واش رومز میں جا کر احرام باندھے اور مسجد میں جا کر نفل ادا کیئے جہاں ایک بڑی تعداد میں خواتین و حضرات نوافل ادا کر رہے تھے۔ مسجد عائشہ کے باہر ٹھنڈے پانی کا انتظام تھا مگر یہاں آب زم زم دستیاب نہیں تھا۔ ہم نے چونکہ ٹیکسی ڈرائیورز کو واپسی کا بھی کہہ رکھا تھا۔ اس لئے زیادہ تر ڈرائیورز وہیں رک کر انتظار کرتے ہیں۔ مسجد میں نفل پڑھ کر فارغ ہوئے تو عبدالرحمٰن کو خیال آیا کہ وہ اپنا رقم والا بٹوہ تو طہارت خانے میں احرام پہننے کے دوران بھول آیا ہے۔ بھاگ کر ادھر گیا تو بڑا خوش واپس آیا کہ اسے مل گیا ورنہ کوئی اور اٹھا کر چلتا بنتا۔ ایسے واقعات میں بیگ بہت کم واپس ملتے ہیں۔ عمرہ زائرین اور حاجی کسی بھی ملک کے ہوں۔ اپنا احسن عمل چھوڑ کر اس طرح کی گمشدہ رقم اور پرس وغیرہ کو مال غنیمت سمجھ کر رکھ لیتے ہیں۔ ایسی گمشدگی میں کوئی مدد بھی دستیاب نہیں ہوتی۔ کیونکہ کوئی انتظام ہی موجود نہیں ہے کہ اگر طہارت خانوں میں کوئی اپنا پرس بھول جائے تو ملنے پر اسے ذمہ دار Lost and Found میں رکھے اور اصل وارث تک پہنچا دیا جائے۔ ایسے اخلاقی کاموں سے سعودی انتظامیہ کا کوئی لینا دینا نہیں ہے اور نہ ہی وہ ایسی ذمہ داری کو درخور اعتناء سمجھتے ہیں۔

ٹیکسی نے واپسی پر ہمیں بیت اللہ کے نیچے ٹنل کے ذریعے ایک جگہ اتار دیا جہاں سے ہم اوپر آ کر جنوبی دروازے سے پہلی منزل پر طواف کے لئے پہنچ گئے۔ عبدالرحمٰن اور عبداللہ کی رفتار ہم سے زیادہ تھی اور خوشنود اپنے وزن کے اعتبار سے میرے سے بھی آہستہ چل رہا تھا۔ بالآخر وہ کئی بار رکنے اور سانس بحال کرنے کے چکر میں کافی پیچھے رہ گیا۔ دوبارہ ان سے صفا و مروہ کی سعی کے دوران آمنا سامنا ہوا۔ الحمدللہ میرا اہلیہ کا دوسرا عمرہ بھی مکمل ہوا۔ حرم سے باہر آ کر ایک پاکستانی نے احرام میں دیکھ کر پوچھا: ’’حلق کروانا ہے؟‘‘ ’’جی‘‘ میں نے جواب دیا: ’’کتنے ریال میں‘‘؟ میں نے پوچھا تو اس نے دس ریال کا بتایا۔ مگر میں بھاؤ تاؤ کے موڈ میں تھا۔ اس لئے جب میں نے پانچ ریال

کہے تو بھی اس نے کہا: ''آ جائیں''۔ ایک ریسٹورنٹ سے گذر کر آگے بار بر شاپ تھی' جہاں چھ سیٹ تھیں جن پر دو لوگ حلق کروا رہے تھے۔ میں نے کاؤنٹر پر پانچ ریال دیئے اور کچھ دیر انتظار کے بعد مجھے سیٹ پر بٹھا کر استرے سے ایک نوجوان نے حلق کر دیا۔ اب کی بار مکمل ''ٹنڈ'' کروائی تھی کیونکہ حج پر بھی باریک مشین دستیاب تھی اس لئے اب بال ذرا مناسب ہو چکے تھے۔ حلق کے بعد باہر آیا تو اہلیہ دیکھ کر خوش ہو گئیں' اور مذاق کیا۔ ''جو کام ہم پچیس سال میں نہ کر سکے یہاں انہوں نے دس منٹ میں کر دیا''۔ پھر کہنے لگیں: ''اچھا لگ رہا ہے اور برا بھی نہیں''۔ کینیڈا میں عام بول چال میں کسی سے حال پوچھو تو بہت کم لوگ جواب میں ''اچھا ہے یا بہت اچھا ہے'' کہتے ہیں۔ زیادہ تر ''بُرا نہیں ہے یا بہت بُرا نہیں ہے'' کہتے ہیں۔ میں ان سے ایسے جواب پر کہتا تھا کہ یہ کیا بات ہوئی، حالت یا حالات اچھے ہوتے ہیں یا برے۔ یہ بیچ میں ناٹ ٹو بیڈ یا ناٹ ٹو ٹو بیڈ کہاں سے آ گیا؟ ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا تھا اور منہ تکنے لگ جاتے تھے۔

ہوٹل کے زیادہ تر ملازم بنگالی لڑکے تھے جن میں کچھ اُردو بولتے اور سمجھتے تھے اس لئے ان سے بات کرنے میں آسانی رہتی تھی۔ کمرے کی صفائی اور بستر کی چادر وغیرہ تبدیل کروانے کے لئے ان کو باقاعدہ کہنا پڑتا تھا۔ یہ ڈیوٹی میں نے اپنے ذمہ لی ہوئی تھی کیونکہ باقی تینوں حضرات نے کبھی اس بارے زحمت اور نہ ہی بات کی تھی۔ ہوٹل سٹاف کی یہ ڈیوٹی تھی مگر اس کے لئے انہیں بلانا اور نگرانی میں کام کروانا پڑتا تھا۔ کام کے اختتام پر انہیں ہدیہ کے طور پر دس ریال بھی دیتا جو اگلی بار بلانے پر کام آتا تھا۔ رانا اشرف کے داماد خوشنود کو دن میں بھی رات کی طرح سونے کا کام خوب آتا تھا۔ اب رانا صاحب خود کمرے سے غائب ہو کر اس کے لئے بستر خالی چھوڑ دیتے تھے جہاں وہ لیٹ کر فون پر باتیں کرتا یا پھر سو یا رہتا۔ خوشنود سے پروگرام بنا کہ آج شام کو حرم میں چلیں گے۔ طواف اور نمازِ مغرب وہیں ادا کریں گے۔ اس نے طواف کے بعد اپنی خالہ ساس

کو اور میں نے اہلیہ کو حرم کے باہر صحن میں وہیل چیئر پر گیٹ نمبر ۸۱ کے سامنے بٹھا دیا تاکہ وہ نماز عورتوں کے حصہ میں ادا کریں۔ ہم دونوں دوسری طرف مرد حضرات کے ساتھ اذان مغرب اور پھر نماز کا انتظار کرنے بیٹھ گئے۔ وہاں بیٹھے کچھ حضرات کے ہاتھ موبائل فون پر جیو نیوز کی آواز آرہی تھی۔ اصل میں ان دنوں پنجاب میں ضمنی انتخابات ہو رہے تھے۔ سیاست وانتخابات کے دلدادہ حجاج صحن حرم میں بھی ایسی خبروں سے خود کو جدا نہیں کر پا رہے تھے۔

مغرب کی جماعت میں خوشنود اور میں اکٹھے کھڑے تھے مگر اگلی صف میں جگہ خالی ہونے پر میں آگے بڑھ گیا۔ میرے دائیں جانب بنگالی بھائی تھے جبکہ بائیں ایک پاکستانی بھائی تھے۔ رکوع وسجود کے بعد جب امام صاحب نے دوسرا اسلام کہا تو میں نے بائیں جانب سلام کے لئے رُخ کیا تو پاکستانی بھائی ابھی پہلے سلام کے لئے دائیں طرف رُخ کر رہے تھے۔ مطلب یہ کہ ان کا پہلا السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ لیٹ تھا۔ آپ کے بائیں طرف بیٹھا نمازی اگر یہ ''حرکت'' کرے تو آپ کی اس سے آنکھیں چار ہوجاتی ہیں۔ اس بارے میں نے پاکستان میں بھی بڑی ٹوپی اور لمبی داڑھی والے حضرات کو نوٹ کیا کہ وہ امام کے ساتھ سلام سے نماز کا اختتام کرنے کی بجائے خود سے منہ میں پڑھتے رہتے ہیں اور اپنی مرضی سے لیٹ دائیں رُخ منہ کر کے سلام کہتے ہیں۔ یہ عمل میری نظر میں عجیب وغریب ہے کیونکہ باجماعت نماز کی ادائیگی امام کے پیچھے ایک نظم وضبط کی متقاضی ہوتی ہے۔

✧✧✧

نماز-السلام علیکم ورحمۃ اللہ میں دیر سے کیا ہوتا ہے؟

امام کی قرأت کو سننے، اس کے ساتھ رکوع وسجود اور ٹائمنگ کے ساتھ سلام نہ پھیرنا صریحاً آداب اور نظم و ضبط کی خلاف ورزی ہے۔ فرض کرلیا کہ کسی ایسے نمازی پر جماعت کے دوران خاص خشوع خضوع کا غلبہ بھی تو اسے امام کی نشست و برخاست پر توجہ دینا اس نماز کا اہم جزو ہے۔ ورنہ تو پھر ایسی کیفیت کا زیادہ لطف اُٹھانے کے لئے باجماعت کی بجائے انفرادی طور پر نماز پڑھ لینی چاہئے جس میں وہ بغیر پابندی جب چاہے اپنی مرضی سے قیام وسجود کرے اور سلام سے اختتام کرے۔

اگر نماز مساوات اور نظم وضبط سکھائی ہے تو پھر بلاتمیز وتخصیص تمام نمازی حضرات کو امام کی تائید میں فوراً دائیں سلام اور پھر اسی طرح بائیں منہ کر کے سلام کہہ کر نماز کا اختتام کرنا چاہئے۔ یہ بڑی دلچسپ بات ہے کہ پاکستان ''کینیڈا'' ترکی اور سعودی عرب میں باجماعت نماز میں جب ایسی صورت حال دیکھتا تھا تو مجھے مرحوم فلمسٹار رنگیلا جن کا اصل نام سعید خان کا انٹرویو یاد آجاتا ہے۔ رنگیلا مرحوم پشاور سے لاہور آئے تھے انہیں فلموں میں کام کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ لاہور آکر انہوں نے رکشہ چلایا اور شام کو سٹوڈیو کے باہر رش میں کھڑے ہوجاتے تھے کہ وہاں سے مشہور اداکار گذریں گے تو انہیں دیکھ سکیں یا شاید چوکیدار سٹوڈیو میں اندر جانے دے۔ رنگیلا نے رکشہ چلانے کے ساتھ رائل پارک لاہور میں اس زمانے میں جہازی سائز کے فلمی سائن بورڈ بنتے تھے وہاں پینٹر کے طور پر کام سیکھنا شروع کردیا۔ اس بہانے انہیں امید تھی فلم انڈسٹری کے لوگوں سے ان کی راہ ورسم یا تعلق بن جائے گا۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد آخر وہ ایک ڈائریکٹر ایم جے رانا سے ملے اور

گذارش کی کہ اسے فلم میں موقعہ (چانس) ضرور دیا جائے۔ رنگیلا مرحوم نے یہ گذارش ان کے رائل پارک دفتر میں اتنی بار کی کہ انہوں نے حامی بھر لی کہ چانس دیں گے مگر پھر موصوف ڈائریکٹر شاید مصروف ہو گئے اور بھول گئے۔ ادھر رنگیلا نے ان کے بارے کھوج لگائی تو پتہ چلا کہ ڈائریکٹر صاحب جمعہ کی نماز بادشاہی مسجد میں پڑھتے ہیں۔ اگلے جمعہ رنگیلا مرحوم تیاری کر کے وہاں پہنچے اور باہر ایک کونے میں ڈائریکٹر کا انتظار کرنے لگے۔ رنگیلا نے ٹوپی پہن کر بڑے رومال سے اپنا چہرہ بھی کسی حد تک چھپا رکھا تھا۔ جیسے ہی ڈائریکٹر کی بادشاہی مسجد انٹری ہوئی۔ رنگیلا نے ان کا پیچھا کیا اور وہ اندر جا کر ایک صف میں بیٹھ گئے۔ رنگیلا نے ان کے پیچھے صف میں بیٹھ کر انتظار کیا۔ جیسے ہی نماز کی صف بندی ہوئی تو رنگیلا نے جلدی سے ڈائریکٹر کے بالکل ساتھ دائیں جانب جگہ حاصل کر لی اور اس کا ڈائریکٹر کو کوئی علم نہیں تھا کہ ان کے دائیں طرف کون کھڑا ہے؟

نماز شروع ہوتے ہی رنگیلا نے اپنا رومال منہ سے ہٹا کر گلے میں ڈال لیا تھا اور اب اس کا چہرہ نمایاں تھا۔ آخری رکعت کے بعد جب السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا گیا تو رنگیلا نے دائیں جانب سلام کی بجائے دانستہ بائیں منہ کر دیا تو ان کا چہرہ ڈائریکٹر کے سامنے آ گیا اور آپس میں نظریں ملیں تو ڈائریکٹر رنگیلا کی اس حرکت پر ہنس پڑے۔ نماز کے بعد اس اداکاری پر ڈائریکٹر نے رنگیلا کو کہا: ''تم واقعی اداکار ہو اور آج میں تمہیں مان گیا ہوں''۔ ۱۹۶۰ء میں اس واقعہ کے بعد رنگیلا کو فلموں میں پہلا چانس ملا اور پھر وہ کئی دہائیوں تک پاکستان کی فلم انڈسٹری کے لئے لازم وملزوم رہے۔ ہرفن مولا رنگیلا مرحوم نے اداکاری، گلوکاری، شاعری، موسیقی اور ہدایت کاری کے شعبوں میں اپنا لوہا منوایا۔ انہوں نے ساڑھے چھ سو فلموں میں بطور ہیرو اور کامیڈین کام کیا۔ رنگیلا کا اڑسٹھ سال کی عمر میں ۲۰۰۵ء میں انتقال ہوا تو پسماندگان میں ان کی ۳ بیوہ اور ۱۴ بچے شامل تھے۔ رنگیلا سے متعلق جتنے بھی فیچرز، آرٹیکلز اور انٹرویوز میڈیا میں شائع یا نشر ہوئے ان میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ انہیں حج پر آنے کا موقع ملا تھا۔

زیارات اور جبلِ رحمت پر دُعا کی حقیقت

ہمیں بتایا گیا کہ مکہ مکرمہ کی زیارت کے لئے کل صبح بذریعہ بس جانا ہے اور اس ٹور کے دوران حجاج کے لئے موقعہ ہوگا کہ وہ مسجد جعرانہ سے احرام باندھ کر ایک اور عمرہ کر سکتے ہیں۔ صبح ناشتے سے فارغ ہوئے تو لعل جان نے کہا کہ سب لوگ تیار ہو کر ۹ بجے تک نیچے لابی میں آجائیں اور بسیں بھی اتنی دیر میں دستیاب ہوں گی۔ حجاج نے اپنے اپنے احرام ساتھ رکھے جبکہ گروپ انتظامیہ کی طرف سے مشروبات اور پانی رکھا گیا تاکہ سفر میں پیا جاسکے۔ ہر گروپ کی بس ایک ساتھ روانہ ہوئی۔ ہماری بس میں ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے کڑھائی والی ٹوپی پہنے ایک باریش نوجوان نے بس روانہ ہونے کے بعد مائیک سنبھال لیا اور سب حجاج کو سلام اور خوش آمدید کہا۔ حج کے مقبول ہونے کی مبارکباد دی۔ آج کے زیارات کے سفر اور مقامات بارے آگاہ کیا اور بتایا کہ وہ ہر مقام کے بارے ضروری معلومات اور تعارف کرواتا جائے گا۔ مکہ مکرمہ میں حرم سے باہر زیارت کے مقامات میں منیٰ، عرفات، مزدلفہ، وادی محسر، عراق سے مکہ تک پانی کی فراہمی کے لئے خلیفہ ہارون رشید کی بیوی زبیدہ کی طرف سے بنوائی گئی تاریخی نہر کی باقیات، جمرات، مسجد خیف، غار ثور (جبل ثور)، غار حرا (جبل نور) جنت المعلّٰی (مکہ کا قبرستان) اور نبی کریمؐ کی جائے پیدائش کا مقام شامل ہیں۔

منتظمین نے بس میں جس ٹور گائیڈ کو ذمہ داری دی تھی وہ حضرت آنے والے مقامات کے بارے بریفنگ اُردو میں دے رہے تھے اور ساتھ میں احادیث اور روایات کے حوالے بھی بڑی روانی سے دیئے جارہے تھے۔ بس میں موجود تمام حجاج

خواتین و حضرات اپنی اپنی سائیڈ پر شیشوں کے باہر نظریں جمائے مناظر دیکھ رہے تھے۔ پہلے جبل نور پر کچھ دیر کے لئے بس رکی اور کچھ حضرات باہر نکل کر منظر دیکھتے رہے کیونکہ اوپر جانے کا وقت تھا نہ ہمارے ایسے حجاج میں بہت ولولہ۔ ٹور گائیڈ زیارات کے اس سفر کو بہت اہمیت والا قرار دے رہے تھے کہ آپ سب خوش قسمت ہیں کہ یہ اہم مقامات دیکھنے کے لئے منتخب کئے گئے ہیں۔

عرفات جا کر رکے تو وہاں آدھے گھنٹے کا وقت دیا تھا اور ہدایت کی گئی کہ حجاج دور نہ جائیں اور مقررہ وقت پر بس میں واپس آ جائیں تا کہ بقیہ مقامات پر بروقت پہنچ سکیں۔ یہ جبل رحمت والی جگہ تھی۔ بس سے اترنے کے بعد ایک معقول تعداد میں گروپ کے حجاج جبل رحمت کی طرف نکل گئے اور اس کے اوپر کھڑے ہونے کی سعادت کے چکر میں تھے۔ جبل عرفہ جو تاریخی طو پر جبل الرحمت مشہور ہے کو القرین بھی کہتے ہیں۔ اس کی بلندی تقریباً ۳۰ میٹر ہے۔ اس پہاڑ پر چڑھنا اور دُعا کرنا کسی طور پر بھی ثابت نہیں ہے۔ جسے اکثر حجاج افضل گردانتے ہیں۔ بعض مکتبہ فکر اور علماء ایسا کرنے کی روایت کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ جبل رحمت سے پہلے سڑک کے ساتھ کھلی جگہ (میدان) ہے۔ جہاں بے شمار عارضی دکانیں سجی تھیں جن پر مقامی سعودی جو حلیے سے خستہ حال یعنی غریب غرباء اور مزدور دکھائی دیتے تھے۔ کھجور، انجیر، پھل، جائے نماز، ٹوپیاں، رومال، چٹائیاں اور کرتے وغیرہ فروخت کر رہے تھے۔ ان میں سے کچھ تو قیمت اُردو میں بھی بلند آواز میں بتا کر متوجہ کر رہے تھے۔ جب ہم پہنچے تو متعدد اور بسیں بھی وہاں رکی ہوئی تھیں جن میں انڈونیشی اور فلپائنی حجاج کثرت میں تھے۔ رانا اشرف نے وہاں جائے نماز کی قیمتیں معلوم کیں مگر خریدا کچھ نہیں۔ ہم نے وہاں سے اپنے کھانے کے لئے کھجوریں خریدیں اور لوگوں کو جبل رحمت پر چڑھتے اور واپس آتے دیکھا۔ باقی وقت وہاں کا رونق میلہ انجوائے کیا۔ بس وہاں سے چل پڑی۔ مزدلفہ اور منیٰ کی طرف شاہراہ جو اب خالی پڑی تھی پر رواں دواں تھے۔ اس دوران جب عرفات

کے میدان سے گذر رہے تھے تو ٹور گائیڈ نے میدانِ عرفات کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ یہاں ''حقوق العباد'' معاف ہوتے ہیں۔ چونکہ وہ مائیک پر یہ بیان کر رہا تھا اور میں ذرا بس کے وسط میں بیٹھا تھا اس لئے میں نے اسے ٹوکنا مناسب نہ سمجھا کہ وہ یہ بات کس بنیاد پر کہہ رہا ہے؟ بعد میں رات ہوٹل کھانے پر لعل جان سے اس بارے دریافت کیا تو وہ کہنے لگے کہ ''بس میں بیٹھے ہونے کے باوجود اس نے توجہ نہیں دی۔ اگر اس نے یہ کہا ہے تو غلط کہا ہے''! میں نے پوچھا: ''یہ بندہ کون تھا؟'' اس پر لعل جان نے کہا: ''ہم ان کو پچاس ریال معاوضہ پر اس بس ٹور کے لئے بلاتے ہیں۔ ایسے کئی لوگ ہیں جو معاوضہ پر زیارت کے ٹور کے لئے دستیاب ہوتے ہیں۔ اس بہانے ان کا روزگار لگا ہوا ہے''۔

''لیکن یہ لوگ حجاج کو غلط معلومات دے کر گمراہ تو نہ کریں۔ آپ اس بارے آئندہ خیال رکھیں اور انہیں یہ بات نہ دہرانے دیں''۔ میں نے لعل جان کو جواباً اپنی طرف سے تاکید کر دی تھی۔

ہماری بسیں مسجد جعرانہ جو مکہ سے طائف جانے والے راستہ پر ۲۴ کلومیٹر دور واقع ہے پہنچ چکی تھیں۔ یہ مسجد مکہ سے باہر ہونے کی وجہ سے مقام میقات ہے۔ مسجد کے اردگرد کھلی پارکنگ تھی جہاں بس پارک ہوئی۔ واش رومز اور وضو کی جگہ خاصی گھما گھمی اور لمبی قطار تھی۔ سفید رنگ کی عالی شان مسجد طرز تعمیر کا خوبصورت نمونہ ہے۔ مسجد کے سامنے پارکنگ لاٹ میں تازہ پھلوں اور خشک میوہ جات کی ریڑھیاں مقامی سعودیوں نے لگا رکھی تھیں۔ خریدار خال خال ہی تھے۔ دھوپ خاصی تیز تھی اس لئے جیسے جیسے خواتین و حضرات حجاج احرام باندھ کر عمرہ کی نیت سے دو نفل ادا کرنے کے بعد فارغ ہوتے بس میں بیٹھ کر تلبیہ پڑھنے میں مصروف ہو جاتے۔

یہاں کوئی گھنٹہ بھر قیام کے بعد ہم واپس ہوٹل کے باہر اترے۔ وہاں سے سیدھا حرم عمرہ کے طواف اور صفا و مروہ کی سعی کے لئے حاضر ہو گئے۔ عبداللہ اور عبدالرحمٰن اپنی

اپنی والدہ کے ساتھ وہیل چیئر لئے ہمارے ساتھ تھے۔حرم کے پاس پہنچ کر انہوں نے رفتار تیز کر دی اور ہم نے پہلی منزل پر طواف مکمل کرنا تھا۔ظہر اور عصر کا درمیانی وقت تھا اس لئے کوئی خاص رش نہیں تھا۔طواف کے بعد دو نفل اور سعی کے مراحل الحمد للہ مکمل ہوئے۔ یوں ایک اور عمرہ رب العزت کی توفیق سے ہم نے ادا کیا۔حلق کی اس لئے گنجائش نہیں تھی ایک دن پہلے ہی میں نے عمرہ کے بعد استرے سے حلق کروایا تھا۔

ساتھی حجاج نے مکہ معظّمہ کے گردونواح کے دیگر شہروں میں زیارت اور خاص مقامات پر جانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ملی جلی معلومات ہم تک پہنچتیں کہ ہم وہاں طائف نہ جاسکے پولیس نے رش کی وجہ سے راستہ بند کر دیا۔کوئی بتاتا کہ ہم فلاں جگہ سے باآسانی ہوآئے کیوں کہ ٹیکسی والا راستہ جانتا تھا وغیرہ وغیرہ۔دراصل زیادہ تر خواتین وحضرات اپنی مکہ میں موجودگی کا فائدہ اُٹھاتے ہوتے مشہور مقامات اور زیارت کے لئے دیگر گروپ ممبرز کو ساتھ ملا پوری کوشش کرتے ہیں۔ایک دن ہوٹل کے کوریڈور میں حاجی شکیل صاحب جو سکاٹ لینڈ سے اپنی مسز کے ہمراہ حج کے لئے آئے اور پورے حج میں بہت متحرک اور ملنسار انسان واقع ہوئے تھے سے آمنا سامنا ہو گیا۔ان کے ہاتھ میں چائے کا ڈسپوزایبل کپ تھا جو انہوں نے مسکراتے ہوتے سلام دُعا کے بعد مجھے تھما دیا۔کہنے لگنے آج ہم طائف گئے تھے تو وہاں سے یہ تازہ پکے ہوئے انجیر باغ سے توڑ کر لائے ہیں۔میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا:''آپ نے اس خاص تحفہ کے لئے ہمیں یاد رکھا''۔خوشی اس بات کی تھی کہ ہم طائف نہ جاسکے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں خاص حیثیت رکھنے والی وادی طائف کے اس خاص پھل کا بندوبست اللہ نے ہمارے لئے یہیں بیٹھے کر دیا۔چھوٹے سائز کے یہ انجیر اتنے میٹھے اور ذائقہ دار تھے کہ سبحان اللہ۔کچھ دانے کھانے کے بعد یہ کپ میں نے اپنی اہلیہ کو دیا جنہوں نے کمرہ میں دیگر خواتین کو پھل پیش کیا کیوں وہ بھی ہماری طرح وادی طائف نہیں جا سکے تھے۔سب کو جنت کا یہ پھل کھا کر بہت اچھا لگا۔

سعودی عرب کا وژن 2030ء کیا ہے؟

پرائیویٹ حج سکیم کے تحت پیکج میں ہمیں وافر مقدار میں آبِ زم زم ملتا تھا۔ 300 ملی لیٹر کی بوتل کے کارٹن میں 24 بوتلیں ہوتی تھیں۔ روزانہ ہوٹل کے باہر گاڑی سپلائی اتار کر جاتی تھی اور یہ کارٹن ہوٹل کے سٹورتج میں رکھے جاتے تھے۔ حسب ضرورت وہاں سے میس میں کھانے کے وقت سپلائی دی جاتی تھی۔ حجاج وہاں اسے پی لیں یا اپنے کمرے میں حسب ضرورت پہلے آیئے پہلے پایئے کی بنیاد پر لیتے رہتے تھے۔ حرم کے اندر کولرز میں ہر جگہ بلکہ ہر منزل پر آبِ زم زم وافر مقدار میں موجود ہوتا ہے۔ اس میں یہ بھی آسانی ہو جاتی ہے کہ آپ نارمل پانی پینا چاہیں یا ٹھنڈا پانی تو الگ الگ کولر سے ڈسپوزیبل پلاسٹک کپ میں لے سکتے ہیں۔ عمرہ زائرین کو بوتل پیکنگ میں آبِ زم زم کی سپلائی کا اہتمام نہیں ہوتا۔ بڑے سٹورز جن میں بن داؤد وغیرہ شامل ہیں سے پلاسٹک کی ایک فولڈنگ پاؤچ بوتل ملتی ہے۔ جس پر ڈھکن لگا ہوتا ہے غالباً اس کی قیمت پانچ ریال ہے۔ اس بوتل میں تین سے پانچ لیٹر آبِ زم زم بھرا جا سکتا ہے۔ اکثر حجاج اور عمرہ زائرین کو یہ بوتل حرم سے بھرنے کے بعد اپنے ساتھ لے جاتے ہوئے دیکھا گیا جب وہ اپنی رہائش گاہ کی طرف جا رہے ہوتے تھے۔ ہمیں جو بوتل پیکنگ مہیا کی جاتی تھی اس پر باقاعدہ لیبل لگا ہوتا تھا کہ برائے فروخت نہیں ہے۔ سعودی عرب میں حکمران اپنے اپنے انداز سے سوچتے ہیں۔ ان کے رنگ ڈھنگ باقی دنیا سے نرالے ہیں۔ موجودہ حکمرانوں کی پالیسی کچھ اور رہی ہے وہ 2030 تک کا منصوبہ لے کر چل رہے ہیں۔ جس کا مقصد سعودی عرب کے باشندوں کے لیے بہت کچھ کرنا

ہے۔اس منصوبے کو موجودہ حکمران محمد بن سلمان کی قیادت میں سعودی ویژن 2030 کا نام دیا گیا ہے۔2016 میں شروع کیے گئے اس اصلاحاتی منصوبہ کے تحت 2030 تک سعودی عرب کو معاشی، سماجی اور ثقافتی شعبوں میں انقلابی تبدیلیوں کے ساتھ جدیدیت سے ہم آہنگ کرنا ہے۔ایک متحرک معاشرہ تشکیل دے کر مقامی آبادی کو جدید طرز زندگی کی سہولتیں فراہم کرنا بھی اس پروگرام کا حصہ ہے۔اسی لیے سعودی عرب میں سینما گھر کھول دیے گئے ہیں۔خواتین کو ڈرائیونگ لائسنس کے اجراء کے ساتھ انہیں کاروبار کرنے میں مزید سہولیات دی جا رہی ہیں۔عورتوں کو پاسپورٹ رکھنے، بیرون ملک اکیلے سفر کرنے، ولی کی اجازت کے بغیر تنہا رہنے اور کھیلوں میں حصہ لینے کی اجازت بھی دی گئی ہے۔حج وعمرہ کے لیے پہلی مرتبہ محرم کی شرط بھی ختم کر دی گئی۔ سیاحت کے حوالے سے خاص طور پر سعودی عرب نے اقدامات کیے ہیں اور 2019 میں ای ویزا سروس کا آغاز کیا تھا۔اب تک 57 ممالک اس فہرست میں شامل ہو چکے ہیں جن کے شہری سعودی عرب کا وزٹ ویزا، عمرہ ویزا اور حج ویزا آن لائن حاصل کر سکتے ہیں۔اب سعودی عرب کا وزٹ ویزا ہو یا بزنس ویزا اس کی معیاد ایک سال ہوگی اور اس دوران زیادہ سے زیادہ تین ماہ قیام کیا جا سکتا ہے۔قبل ازیں اس طرح کے ویزہ پر دو ہفتہ یا ایک ماہ قیام کی اجازت تھی۔ ہر وزٹ ویزا پر عمرہ کرنے کی اجازت بھی ہوگی۔

سعودی عرب جسے امریکہ اور یورپ بادشاہت ،شرعی قوانین کے نفاذ ،ذرائع ابلاغ پر کنٹرول اور شخصی آزادیوں پر قدغن کی وجہ سے غیر جمہوری معاشرہ سمجھتے رہے ہیں اب موجودہ حکومت کی اصلاحات کے بعد تعلقات بڑھا رہے ہیں۔جن میں معاشی، سیاسی،سماجی اور ثقافتی شعبوں میں تعاون پر معاہدے بھی ہو رہے ہیں۔

✧✧✧

آبِ زم زم ایک ’’برانڈ ڈرنک‘‘ بن سکتا ہے

ویسے تو سعودی عام طور پر یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ کبھی بھی معاشی بدحالی کا شکار نہیں ہو سکتے۔ بھلے ان کے حکمران اور امراء کے کرتوت جو بھی ہوں۔ اس یقین کے پیچھے وہ دلیل دیتے ہیں کہ سعودی عرب میں مکہ اور مدینہ کی ٹورازم جس میں حج وعمرہ شامل ہیں نہ ختم ہونے والی ہے اور اس سے حاصل ہونے والی آمدن اس ملک کی معیشت کو نیچے نہیں آنے دے گی۔ اس کے بعد سعودی عرب میں تیل کے وسیع ذخائر موجود ہیں اور اس وقت دنیا بھر میں تیل کی پیداوار سے حاصل ہونے والی آمدنی کا 17 فیصد حصہ سعودی عرب کا ہے۔ مستقبل قریب میں سعودی عرب کے آئل کے ان ذخائر سے دنیا کا انحصار کم ہونے کا امکان نہیں ہے۔ پھر سعودی عرب میں سونے کے ذخائر موجود ہیں جنہیں ابھی تک نکالنے کی نوبت اس لیے نہیں آئی کہ تیل کی پیداوار سے حاصل ہونے والی آمدن ان کی معیشت چلانے اور ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سارے معدنی وسائل اور خزانے ہیں جو سعودی عرب کی سرزمین کی تہوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ کیونکہ یہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے پیدائش ہے اور یہی اس سرزمین کا سب سے افضل، معتبر اور ناقابل تردید حوالہ ہے۔ آپؐ کی بعثت سے پہلے اس سرزمین کی عظمت وحرمت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جڑی ہوئی ہے جہاں صفا ومروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کی رگڑ سے اللہ کی قدرت سے بے آب وگیاہ دھرتی میں زم زم کا چشمہ پھوٹا تھا۔ ہزاروں سال گذرنے کے بعد بھی دنیا کا بہترین اور موجب شفا پاکیزہ پانی زم زم اسی شد

ومد سے اُبل رہا ہے۔

آبِ زم زم پر دنیا کے ماہرین نے تحقیق کے بعد اسے بہترین پانی قرار دیا ہے جس کے حیرت انگیز طبی فوائد ہیں۔ بے شمار حجاج نے تصدیق کی ہے کہ گھروں میں آبِ زم زم سالہا سال پڑا رہنے کے باوجود خراب نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا ذائقہ تبدیل ہوتا ہے۔ بلا شبہ آبِ زم زم ہم مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی خاص نعمتوں میں سے ایک ہے۔ ہمارے وہاں قیام کے دوران رپورٹ تھی کہ حجاج کے لیے ابتدائی دو ہفتوں میں 12 ملین لیٹر آبِ زم زم تقسیم کیا جا چکا تھا۔ حدودِ حرم میں جو زم زم پیا یا استعمال کیا گیا اس کی مقدار کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ 24 گھنٹے اس کی فراہمی و استعمال جاری رہتا ہے۔

سعودی عرب کی حکومت اگر دنیا بھر کے مسلمانوں کی سہولت اور خدمت کے لیے آبِ زم زم کو تجارتی بنیادوں پر کوکا کولا اور پیپسی کے مقابلے میں مارکیٹ میں لائے تو اس کے بے پناہ اور ناقابل تردید معاشی فوائد بھی ہو سکتے ہیں۔ جس طرح 300 ملی لیٹر پیکنگ میں حجاج کو بلا معاوضہ آبِ زم زم فرام کیا جا رہا ہے اور پانچ لیٹر کی پلاسٹک بوتل پیکنگ میں جدہ اور مدینہ ایئر پورٹ پر آٹھ سے پندرہ ریال قیمت میں گھروں کو لے جانے کے لیے فروخت کی جاتی ہے اسی طرح مقامی مارکیٹ کے علاوہ ایشیا، یورپ اور امریکہ سمیت بین الاقوامی مارکیٹ میں نہ صرف اوریجنل واٹر بلکہ فلیورز یعنی مختلف ذائقوں میں متعارف کروایا جائے تو یہ مسلم دنیا کا ''برینڈ ڈرنک'' بن جائے گا۔ اس کی موجودگی میں صدیوں سے مارکیٹ پر قابض یہودی ملکیت سافٹ ڈرنکس کی مقبولیت اور فروخت آدھی سے زیادہ گر سکتی ہے۔ مثال تو عجیب سی ہے مگر حوالے کے طور پر کوئی نامناسب بھی نہیں کہ ہندوستان نے ''گاؤ ماتا'' کا پیشاب بوتل پیکنگ میں ہندوؤں کے لیے پوری دنیا میں متعارف کروا رکھا ہے اور یہ مارکیٹ میں فروخت ہو رہا ہے۔ ہم آبِ زم زم ایسی نعمت عظمیٰ کو پوری دنیا کے مسلمانوں کے ساتھ دیگر دنیا کو متعارف کروانے میں پیچھے رہیں تو پھر یہ کفرانِ نعمت ہوگا۔ المیہ یہ ہے کہ سعودیوں کو کون سمجھائے ان کی ترجیحات ہی کچھ اور ہیں جو گنوانے کی ضرورت نہیں۔

بیٹری کار پر طواف وسعی کی سہولت

حج ادا ہونے کے چند دن بعد معلوم ہوا کہ سعودی حکومت نے عمرہ زائرین کو بھی ویزے جاری کر دیئے ہیں اور کئی ممالک سے عمرہ زائرین مکہ مکرمہ پہنچ گئے ہیں۔ حالانکہ ماضی میں یہ پریکٹس نہیں تھی۔ غلاف کعبہ کی تبدیلی اور غسل کے بعد عمرہ زائرین کو ویزے جاری کیے جاتے تھے۔ سعودی حکومت نے حالیہ دنوں میں عمرہ ویزہ کی معیاد بھی 90 دن کر دی تھی کہ زائرین زیادہ عرصہ ادھر رہیں اور ان کا کاروبار چلتا رہے۔ حج کے فوراً بعد حرم مکہ میں جورش کم ہوا تھا اور سیکیورٹی اہلکاروں کی تعداد بھی واجبی سے رہ گئی تھی وہ پھر سے بڑھنا شروع ہوگئی۔ نمازِ عصر کے لیے جب ہم باب عبدالعزیز کی طرف سے اندر حرم جانے لگے تو راستہ بند کر کے روک لیا گیا۔ معلوم ہوا کہ جس نے احرام باندھا ہے وہ ہی ادھر سے مطاف میں جا سکتے ہیں یا پہلی منزل پر طواف کر سکتے ہیں۔ دیگر زائرین دوسری منزل پر یا تیسری منزل پر طواف کر سکتے ہے۔ یہ غیر متوقع صورتحال تھی لیکن چونکہ مقامی شہریوں اور دیگر شہروں میں مقیم غیر ملکیوں کو بھی اب مکہ میں داخلہ کی اجازت دے دی گئی تھی تا کہ وہ عمرہ ادا کر سکیں۔ اس لیے بتدریج حرم میں زائرین کی تعداد میں اضافہ ہو چکا تھا۔ ہم چونکہ حج سے پہلے عمرہ کر چکے تھے اور حج کے فریضہ سے فارغ ہو کر دو عمرے اور بھی کر لیے تھے۔ اب ہم عام لباس میں طواف کعبہ اور حرم میں نمازوں کا اہتمام کر رہے تھے۔ اس پابندی سے یہ ہوا کہ عام لباس پہنے تمام زائرین اب مطاف نہیں جا سکتے تھے۔ آج اہلیہ میرے ساتھ نہیں آئی تھی کیونکہ عموماً ہم نے اکٹھے مغرب کی نماز کے لیے حرم آنے کا پروگرام بنا رکھا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ اس وقت زیادہ گرمی نہیں ہوتی

تھی۔ جب میں ہوٹل سے نکل رہا تھا تو ہمارے فلور پر کمرہ میں صغیر صاحب راولپنڈی سے، سیّد بابر شاہ ننکانہ صاحب اور انوار وٹو بچیکی سے گروپ کا حصہ تھے کے ساتھ حرم چلا آیا۔ ہمیں دوسری منزل پر جانے کا راستہ ملا۔ برقی سیڑھیوں سے اوپر آئے تو وہاں بیٹری کاروں سے طواف کرنے کا ٹریک بنا ہوا تھا جہاں ہم نے رک کر دیکھا کہ ایسے خواتین و حضرات جو پیدل طواف نہیں کر سکتے ان گاڑیوں میں اکیلے یا پھر دو کی شکل میں گھوم رہے ہیں۔ ان گاڑیوں پر سواری کے لیے ٹریک کا داخلہ پہلی منزل پر ہے اور یہ دو منزلوں کے درمیان خاص ٹریک بنایا گیا ہے۔ اس سواری کے لیے باقاعدہ ادائیگی کرنا پڑتی ہے جو ہمارے دریافت کرنے پر 56 ریال فی سوار بتائی گئی۔ اسی طرح کی گاڑی میں صفا و مروہ کی سعی بھی کی جاسکتی ہے اور اس کو بھی ٹکٹ میں شامل کرلیا جاتا ہے۔ بعد میں یہ گاڑیاں حرم کے شمال میں جہاں طہارت خانے ہیں خروج کرتی ہیں۔ یہ سہولت بڑی کارآمد ہے اور ہم اس بارے اندازہ لگا رہے تھے کہ اگر یہی صورتحال رہی تو جس طرح ٹیکنالوجی حیران کن حد تک ترقی کر رہی ہے بعید نہیں کہ امیر کبیر اور صاحب حیثیت زائرین فلائنگ کارز کے ذریعے خود ہی خانہ کعبہ کے گرد طواف مکمل کریں اور واپس روانہ ہو جائیں گے۔ خیر اس بارے میں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ کیا ہوسکتا ہے اور کیا نہیں۔ کار ٹریک کے پاس کچھ دیر رک کر ہم اوپر چلے گئے جب باہر آئے تو دیکھا یہ حرم کی انتہائی منزل ہے جہاں چھت پر جہاں ابھی کام مکمل نہیں ہوا تھا۔ لیکن اوپر سے خانہ کعبہ کا نظارہ بہت دلکش تھا۔ مطاف میں ہزاروں زائرین کی دائرہ میں حرکت کیا عجیب منظر پیش کر رہی تھی۔ یہ ایک طرح سے ایریل ویو (فضائی منظر) تھا۔ اوپر بھی طواف جاری تھا لیکن تعداد بہت کم تھی۔

✧✧✧

اللہ عمران خان کو کامیاب کرے

حرم میں کشمیری کی دُعا

مسجد الحرام کی بالائی منزل سے خانہ کعبہ کی زیارت کے دوران ایک صاحب ہمارے سامنے کھڑے تھے۔ جب نمازِ مغرب کے لئے جائے نماز بچھائے تو وہ مخاطب ہوئے ''جائے نماز کا رُخ سائیڈ وائز کر دیں تاکہ وہ بھی ساتھ نماز پڑھ لیں''۔ میں نے ایسا ہی کیا' تو وہ گویا ہوئے: ''اللہ عمران خان کو کامیاب کرے''۔ میرے ساتھ دوسرے دوست حاجی سیّد بابر شاہ نے نوٹس کیا کہ یہ صاحب عمران خان کو دُعا دے رہے ہیں۔ جس پر ان کے پی ٹی آئی کے ساتھی نے ان صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ ہم نے مل کر نماز ادا کی اور میں نے ان صاحب کا نام دریافت کیا تو بتانے لگے میرا نام ضمیر ہے اور میں بھارتی مقبوضہ کشمیر سے ہوں۔ سعودی عرب میں کاروبار کے سلسلہ میں آتا جاتا رہتا ہوں۔ جب میں نے استفسار کیا کہ عمران خان کو آپ کامیابی کی دُعا کس وجہ سے دے رہے ہیں؟ تو کہنے لگے: ''یہ شخص تو ہماری اُمید ہے اور جس انداز، جذبے اور لگن سے وہ کشمیر کا مقدمہ پوری دنیا میں لڑ رہا ہے اس کی ماضی میں مثال نہیں ملتی۔ ہم اس کے دوبارہ اقتدار میں آنے کی دُعائیں کرتے ہیں''۔ میں نے ضمیر کو کہا ہے کہ آپ عمران خان کے لئے ایک دومنٹ کی ویڈیو ریکارڈ کروا سکتے ہیں تو اس نے فوراً معذرت کر لی کہ ویڈیو وائرل ہونے سے وہ خود اور اس کی فیملی سخت مشکل کا شکار ہو جائے گی' کیونکہ بھارتی حکومت مقبوضہ کشمیر میں چن چن کر مخالفین کو گرفتار کر رہی ہے اور دہشت گردی کے قانون کے تحت مقدمات بنا کر جیلوں میں ڈال رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت وادی فوجی محاصرے میں ہمارے لئے جہنم بن چکی ہے۔

دوسروں کے دسترخوان سے کھانے والے حاجی

رات کے کھانے پر میس میں خاصہ رش تھا لیکن ٹیبل خالی تھے معلوم ہوا کہ آج ''البیک'' جو سعودی عرب کا سب سے پسندیدہ اور معروف فاسٹ فوڈ ہے منگوایا جانا تھا۔ البیک چکن کے انتظار میں حجاج ایسے بیٹھے کہ عشاء کا وقت ہو گیا ڈیلیوری نہیں آئی۔ حجاج نے چہ مگوئیاں شروع کر دیں کہ کھانا ملے گا یا نہیں، بھوکا تو نہیں سونا پڑے گا وغیرہ وغیرہ۔ منتظمین بھی اس تاخیر پر پریشان ہو گئے تھے۔ انہوں نے بالآخر البیک کا آرڈر کینسل کروانے کے بعد ایمرجنسی میں کھانا منگوایا اور جلدی جلدی لگا دیا۔ جسے حجاج نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور ناراضی کے ساتھ کھا کر کمروں کو روانہ ہو گئے حالانکہ منتظمین نے معذرت بھی کی تھی۔ اس دوران میں نے نوٹس کیا کہ آخر میں ایک ایسے حاجی بھی ٹیبل پر بیٹھ کر میٹھے چاول پلیٹ میں ڈال کر کھا رہے تھے جو گروپ سے الگ ہو کر اپنے کھانے کی رقم واپس لے چکے تھے۔ میں نے لعل جان سے اس بارے بات کی تو کہنے لگے: ''ہم اس صورتحال میں کیا کریں یہ تو اس شخص کو خیال ہونا چاہیے وہ کس حیثیت سے میس سے کھانا کھا رہا ہے جبکہ وہ ادائیگی نہیں کر رہا''۔ انہوں نے بتایا کہ یہ میرے نوٹس میں ہے۔ جو حاجی حضرات ہم سے کھانے کی رقم اپنی مرضی سے واپس لے چکے ہیں وہ کچن میں آتے ہیں۔ یہاں سے چائے پیتے ہیں۔ ساتھ میں پانی اور ڈرنکس اٹھا کر اپنے کمروں میں لے جاتے ہیں۔ مگر ہم اس سے صرف نظر کرتے ہیں کہ اللہ انہیں ہدایت دے کہ وہ مفت میں یہ کھانا پینا نہ کریں۔

ہمارے گروپ میں کئی ایسے باریش حاجی حضرات بھی تھے جو دائیں بائیں ہال

سے دوسرے گروپ کے کھانے پر للچاتے تھے۔ اگر ہمارے ہاں مینیو میں بکرے کا گوشت نہیں ہے تو وہاں سے لینے پہنچ جاتے تھے۔ یہ بہت غیر اخلاقی حرکت معلوم ہوتی تھی۔ کچھ کو وہاں کے منتظمین نے روکا بھی مگر وہ عادت سے مجبور تھے۔ میں نے ایک دن لاہور کے ایک لمبی سفید داڑھی والے حاجی کو اس بارے پوچھ لیا تو وہ کہنے لگے: ’’کوئی حرج نہیں، سب ایک ہیں کبھی کبھار دوسروں کے کھانے کا ذائقہ بھی چیک کر لینا چاہیے‘‘۔ انہوں نے مجھے بھی ترغیب دی کہ میں بھی وہاں سے لے لوں۔ ان حضرات کا کہنا تھا کہ دیگر گروپس کے حاجی بھی کبھی کبھار ہمارے کھانے سے لینے آ جاتے ہیں تو ہم بھی حساب برابر کرتے ہیں۔ یوں ان کا ذائقہ بھی تبدیل ہو جاتا ہے یہ منطق ہماری سمجھ سے بالاتر تھی۔ اسی لیے الحمدللہ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران کھانے کے معاملات میں ہم نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی۔

✧✧✧

دکھاوے کا احرام، نمازِ جمعہ اور وحدتِ اُمت

مطاف میں احرام کے بغیر داخلہ ممکن نہیں رہا تھا اس لیے کچھ تازہ تازہ حاجی صاحبان نے اپنی بیگمات کے ساتھ طواف کرنے کے لیے دکھاوے کے احرام پہن لیے تاکہ سیکیورٹی انہیں مطاف جانے دے۔ یہ عمل ہماری سمجھ اور یقین سے بالاتر تھا کہ آپ کس کو چکر دے رہے ہیں؟ جب انتظامی معاملہ کے طور پر مطاف میں جا کر طواف کرنے کے لیے نئے عمرہ زائرین کو زیادہ موقع دینے کی غرض سے احرام کے ساتھ داخلہ کی اجازت ہے تو آپ اس کی خلاف ورزی کے مرتکب کیوں ہونا چاہ رہے ہیں؟ کس کو خوش کرنا مقصود ہے؟ ہمیں کسی اور قومیت یا شہریوں کا تو علم نہیں البتہ پاکستانیوں کی ذہنیت ،حرکات اور منفی سوچ پر افسوس ہوا۔ ہمارا یہ قومی کردار بیت اللہ اور مسجد الحرام ایسی مقدس سرزمین پر بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ مجھے میری اہلیہ نے بھی اس بارے میں سرسری طور پر کہا کہ اگر آپ احرام پہن لیں جیسا کہ دوسرے حجاج کر رہے ہیں تو ہم مطاف میں آسانی سے طواف کر سکتے ہیں! میں نے جواباً کہا: ''کیا ہو گیا ہے آپ کو' یہ چیٹنگ ہے میں یہ دو نمبری اور دھوکہ دہی نہیں کر سکتا۔ جو کوئی یہ کر رہا ہے تو وہ خود اس کا جواب دہ ہے''۔ اس کے بعد ہم نے اکٹھے جب بھی طواف کیا اوپر والی منزل پر کیا اور کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نیتوں کو جانتا ہے۔ بے شک اس کے ہاں اخلاص کی اہمیت ہے گنتی کی نہیں۔

مکہ مکرمہ میں قیام کے آخری ہفتہ میں اہلیہ نے ساتھ والے کمرہ میں مقیم فیملی کی خواتین کے ساتھ تہجد اور فجر کے لیے خانہ کعبہ میں طواف اور نماز کی ادائیگی کے لیے

پیدل جانا شروع کر دیا۔اب وہیل چیئر کی ضرورت نہیں رہی تھی لہذا وہ اپنے ساتھ ایک چھوٹی فولڈنگ چیئر لے جاتی تھیں اور تھکاوٹ کی صورت میں کرسی پر بیٹھ کر سستا لیتی تھیں۔مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ہمیں چار جمعۃ المبارک میسر آئے تھے۔ایک حج کی ادائیگی سے پہلے، دوسرا حج یوم عرفہ جمعہ کو تھا۔اس کے بعد دو اور جمعہ کی نمازیں مسجد الحرام بیت اللہ شریف میں پڑھنا نصیب ہوئیں۔بیت اللہ میں یہ ہمارا آخری جمعہ تھا۔صبح ہی ہم نے پروگرام بنا لیا تھا کہ نو بجے ہوٹل سے روانہ ہو جائیں گے۔زائرین کا رش پہلے سے اس لیے بڑھ چکا تھا کہ عمرہ زائرین کی تعداد ایسے حجاج سے کہیں زیادہ آ چکی تھی جو اب مکہ سے مدینہ یا پھر اپنے ممالک کو جا چکے تھے۔پاکستان میں حج عمرہ کے خواہش مند خواتین و حضرات کی طبیعت بھی عجیب ہے۔ان کے ہاں حج 40 دن اور عمرہ 21 دن کا ہی صحیح ہوتا ہے۔اس سے کم دنوں میں ان کو اطمینان نہیں ہوتا۔حقیقت یہ ہے کہ حج کے ایام پانچ ہیں اس سے پہلے اور بعد میں مکہ مکرمہ میں ٹھہرنا، نمازیں ادا کرنا، طواف کعبہ کرنا اضافی ہے۔اس طرح کچھ زائرین مدینہ منورہ میں چند دن ٹھہرتے ہیں اور پھر درِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری وسلام کے بعد واپس روانہ ہو جاتے ہیں۔

حج اور عمرہ کے ساتھ دنیا کی سب سے بڑی ٹورازم جڑ گئی ہے جس میں فرائض و مناسک کے علاوہ مکہ مکرمہ کے مختلف شہروں کی زیارات کو بھی شامل کر لیا گیا۔مہینوں کے حساب سے زائرین کا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قیام نہ صرف سعودی عرب کی معیشت اور مقامی کاروبار کے لیے سود مند ہیں بلکہ حج و عمرہ کے کاروبار سے منسلک ہزاروں افراد کے لیے بھی مصروفیت و آمدن کا باعث بنتا ہے۔مجھے ذاتی طور پر یقین ہے کہ اب جس طرح سے خاص و عام لوگوں کے معمولات زندگی پہلے ایسے نہیں رہے اور وقت کی کمی کے ساتھ مالی وسائل بھی کم یاب ہو رہے ہیں۔بتدریج حج و عمرہ کے پیکجز ماسوائے سرکاری سطح پر کم دورانیہ کے ہوتے جائیں گے۔کساد بازاری نے ہر ملک کی معیشت اور انفرادی آمدنی کو متاثر کیا ہے تو حج و عمرہ کے کاروبار پر بھی جو اثرات پڑیں گے اس سے سعودی

عرب میں زائرین کے قیام کے دورانیے کم ضرور ہوں گے۔ پہلی منزل پر خاصہ رش تھا اور جمعہ کی اذان کے ساتھ ہی طواف تھمنا شروع ہو گیا تھا۔ جمعہ کے روز ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ یہ نماز جو حج اصغر کہلاتی ہے مسجد الاحرام بیت اللہ میں ادا کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ 11 بجے کے بعد حرم کو جانے والے پیدل راستوں کی بندش شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں دیر سے آنے والے زائرین یہ نماز جماعت کے ساتھ سڑک یا فٹ پاتھ پر ہی ادا کرتے ہیں۔ ہماری خوش قسمتی کہ ہم بیت اللہ میں تینوں جمعہ کی نماز کے لیے پلان کے تحت جلدی جا کر اندر جگہ حاصل کر کے نماز کی ادائیگی کے قابل ہوئے۔ اہلیہ تو خواتین کے حصہ میں ایسی جگہ بیٹھ چکی تھیں جہاں سے میری نظر پڑتی تھی۔ یہ ضروری اس لیے تھا کہ نماز کے بعد ڈھونڈنے میں مشکل پیش نہ آئے۔ میرے ساتھ ترکی کے ایک صاحب بیٹھے تھے انہوں نے اپنی جیب سے کچھ بھنے ہوئے چنے اور خشک میوہ جات نکال کر میری طرف بڑھائے۔ بہت سے زائرین کو میں نے دیکھا وہ ایسے موقع پر منع کر دیتے ہیں مگر میں نے لے لیے اور مسکرا کر شکریہ بھی ادا کیا۔ تھوڑی دیر بعد موصوف نے کچھ اور میوے مجھے تھما دیے اور ان کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ اس سے خوشی محسوس کر رہے ہیں۔ میں نے بھی شکریہ ادا کیا اور مصافحہ بھی کیا۔ اس سے قبل بھی چند ممالک کے حجاج وعمرہ زائرین سے اس طرح کی ہلکی پھلکی لفظوں اور اشاروں میں گفتگو اور رابطہ ہو چکا تھا۔

مکہ مکرمہ میں حج اتنا بڑا اجتماع ہوتا ہے جس میں دنیا بھر کے مسلمان شریک ہوتے ہیں۔ قومیت، رنگ، نسل، زبان اور ثقافت کے اعتبار سے اس طرح کے سالانہ اجتماع کی دنیا میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس عظیم اجتماع کے نتیجہ میں ''وحدت امت'' کے جو مقاصد ہیں ان کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا گیا اور نہ ہی پیشرفت بارے کسی نے کبھی بات کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حج وعمرہ کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے اور اس فریضہ کی ادائیگی میں اللہ کریم کا قرب، گناہوں

سے توبہ اور بخشش کی طلب بڑا مقصد ہوتی ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کا بھائی چارہ اور قریبی رابطہ بڑھانے کے لیے کسی عالم، مفتی اور مفکر نے کوئی بات نہیں کی اور نہ ہی لائحہ عمل دیا ہے۔اگر یہ عظیم اجتماع جو اللہ کے گھر کی مقدس سرزمین پر منعقد ہوتا ہے مسلمانوں کے درمیان دوریاں ،نفرتیں، کدورتیں اور اختلافات ختم کر کے رواداری' پیار اور ایثار کے ساتھ باہمی امداد اور کاروبار کے عملی اقدامات پر منتج ہو تو پوری امت مسلمہ کا بے پناہ فائدہ ہوسکتا ہے۔اگر مستقبل قریب میں ایسا ہو جائے تو نہ صرف کاروبار حج کو فروغ ملے گا بلکہ حج سے آپ کے کاروبار کو بھی ترقی ملنی چاہیے۔ مسلمانانِ عالم کے باہمی رابطوں سے ایک دوسرے کو سمجھنے اور ساتھ چلنے میں بلاشبہ یقیناً آسانیاں اور برکات حاصل ہوں گی۔

✧✧✧

البیک کی مقبولیت اور لاہور بروسٹ

نماز جمعہ کے بعد سیدھے واپس ہوٹل پہنچے تو لابی میں ایک ہجوم سا تھا۔ حجاج کے کچھ گروپس کوچ کر رہے تھے۔ ان کا سامان خریداری کی وجہ سے بڑھ چکا تھا۔ ہوٹل کی تین لفٹ کے سائز بس درمیانے ہی تھے جس میں چار سے پانچ افراد فٹ آتے تھے اور اس طرح کی صورتحال میں سامان نیچے لے کر آنا یا اوپر لے کر جانا آسان کام نہیں تھا۔ ہم سیڑھیوں سے میس میں گئے جہاں آج البیک سے تواضع ہو رہی تھی۔ ایک ڈبے میں چکن کے ٹکڑے اور آلو کے چپس تھے۔ کچھ حجاج کو اس فاسٹ فوڈ کا بہت اشتیاق تھا لیکن زیادہ تر خواتین و حضرات جنہیں سالن روٹی کی عادت تھی انہیں کہاں پسند آتا تھا۔ البیک کے سٹور پر صورتحال اور ہجوم دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے چکن نگٹس اور برگر کی کوالٹی و ذائقہ سے قطع نظر جس سطح پر پذیرائی مل چکی ہے وہ کوئی ''خاص کرم'' ہی ہے۔

البیک بروسٹ چکن کا آغاز 1974 میں جدہ سے ہوا تھا۔ 40 سالہ فلسطینی نژاد کاروباری آدمی شکور ابوغزالہ نے یہ کاروبار پورے سعودیہ میں قائم کرنے کی غرض سے شروع کیا تھا۔ یہ سعودی عرب کی تاریخ کا پہلا بروسٹ چکن ریسٹورنٹ تھا۔ شکور ابوغزالہ نے پہلے ریسٹورنٹ کے لیے جدہ میں جو بلڈنگ تیار کروائی تھی اس عمارت میں بجلی کی سپلائی کا بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے بروسٹ ریسٹورنٹ کا آغاز کھٹائی میں پڑ گیا مگر شکور ابوغزالہ نے ہمت نہ ہاری اور جدہ ایئرپورٹ روڈ پر خالی ویئر ہاؤس کی پرانی عمارت کو تعمیر و مرمت کے بعد ریسٹورنٹ کے لیے تیار کروایا۔ ستمبر 1974 میں اس کا خواب شرمندہ تعبیر ہوا۔ سعودیہ میں پہلی مرتبہ بروسٹ چکن ریسٹورنٹ کا آغاز ہو گیا۔ اس

بروسٹ چکن کے لیے ایک امریکی کمپنی کے ساتھ اشتراک کیا گیا تھا جس نے پہلی بار ورلڈ مارکیٹ میں مصالحہ لگے چکن کو پکانے کے لیے ڈیپ فرائر تیار کیا تھا۔شکور ابوغزالہ نے اس ریسٹورنٹ کے اجراء پر اپنی تمام جمع پونجی صرف کر دی تھی۔ دوسال بعد مارچ 1976 میں البیک کی جدہ میں دوسری برانچ اس بلڈنگ میں شروع کی گئی جسے افتتاح کے لیے تعمیر کیا گیا تھا مگر بجلی کی تنصیب نہ ہونے سے ایسا ممکن نہ ہوسکا تھا۔تقریباً 50 سال بعد البیک کے سعودی عرب میں 120 سٹورز ہیں۔

حال ہی میں البیک نے پہلی مرتبہ اپنے سٹورز خلیجی ممالک میں بھی کھولے ہیں۔ البیک کی ایک فرنچائز کے لیے پانچ ملین اماراتی دینار قیمت مقرر ہے۔ 1974 میں سعودی عرب میں بروسٹ ریسٹورنٹ شروع ہونے کے ایک سال بعد کے ایف سی نے بھی سعودیہ میں اپنا ریسٹورنٹ کھول لیا تھا۔میکڈونلڈ تو سعودی عرب میں کہیں بعد یعنی 1992 میں مارکیٹ میں آیا لیکن البیک کے چکن کی مانگ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی اوران کا کاروبار وسیع ہوتا گیا۔

شکور ابوغزالہ کی کینسر کے مرض سے وفات کے بعد ان کے دو بیٹے احسان اور رامی جو پیشے کے اعتبار سے انجینئر تھے نے باپ کے اس وسیع کاروبار کو سنبھالا۔انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ بروسٹ ریسٹورنٹ کا نام تبدیل کر کے البیک رکھ دیا۔ 1986 اور 1990 کے دوران مکہ مکرمہ میں چھ نئی برانچز کا افتتاح کیا۔ پورے سعودی عرب میں مناسب قیمت پر معیاری اور ذائقہ دار بروسٹ چکن کی فراہمی میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔البیک کا فور پیس چکن میل سب سے پسندیدہ اور فروخت میں سب سے زیادہ ہے۔

70 کی دہائی میں جب سعودی عرب میں بروسٹ چکن متعارف ہوا تھا تو وہاں پاکستانی بھی موجود تھے اوراس چکن کو کھانے کے بعد ایک پاکستانی نے لاہور میں ''لاہور بروسٹ'' قائم کیا تھا۔ یہ شاید لاہور نہیں پورے پنجاب میں پہلا بروسٹ ریسٹورنٹ

تھا۔اس بارے مجھے لاہور بروسٹ کے مالکان کے عزیز اشتیاق نے بتایا تھا جو شام نگر روڈ پر چوبرجی میں انمول نان شاپ چلاتے تھے۔ ہم شام نگر روڈ پر 1999 سے 2005 تک رہائش پذیر رہے اوراس نان شاپ پر آنے جانے سے اشتیاق سے دوستی ہوگئی تھی۔اس نے بتایا کہ ان کے ماموں سعودیہ میں مقیم تھے تو انہوں نے وہاں سے ڈیپ فرائر بھیجا اور بتایا کہ فرائیڈ چکن کیسے تیار ہوتا ہے؟ یہ فرائر چونکہ ورلڈ مارکیٹ میں نیا آیا تھا اس لئے کافی مہنگا تھا۔اس ایک فرائر سے مین فیروز پور روڈ اچھرہ لاہور میں لاہور بروسٹ کا آغاز کیا گیا۔شروع کے دنوں میں سیل کم تھی مگر جس کسی نے بھی فرائیڈ چکن کھایا وہ دوبارہ لینے ضرور آیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ چند ماہ میں وہاں گاہکوں کی لائن لگنا شروع ہوگئی۔سیل اتنی بڑھ گئی کہ ہم نے ماموں کو سعودی عرب میں کہا کہ ایک فرائر (جسے اشتیاق مشین بتاتا تھا) اور بھیجے۔دوسرا فرائر آنے کے بعد لاہور بروسٹ اچھرہ پر بمشکل ڈیمانڈ پوری ہوتی تھی۔تھوڑے عرصہ میں کاروبار میں اتنی تیزی آئی کہ ان کے ماموں سعودیہ سے واپس آئے اور لاہور میں مرکزی جگھوں پر بڑی عمارات میں لاہور بروسٹ کی برانچز کھولنے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔لاہور میں اب ان کے 14 سٹور قائم ہیں لیکن اس کے باوجود اچھرہ لاہور میں لاہور بروسٹ کی اولین ٹیک اوے ابھی تک کام کررہی ہے۔

اشتیاق نے بھی لاہور میں اپنے ابتدائی دنوں میں خوب محنت کی اور بتایا کہ وہ موٹر سائیکل پر نان سپلائی کرتے تھے اور شام کو جب آنکھوں سے عینک اتارتے تھے تو اچھی خاصی گرد اس پر جمی ہوتی تھی۔اب اشتیاق کے انمول نان شاپ کی لاہور میں کئی برانچز ہیں اوران کی زیادہ تر سپلائی لاہور بروسٹ ریسٹورنٹ کی ڈیمانڈ پوری کرتی ہے۔

✧✧✧

ابراہیم خلیل روڈ مٹر گشت اور اچانک ملاقات

ایک شام مغرب کی نماز کلاک ٹاور کے سامنے حرم کے باہر ادا کی تو میں تجسس میں ابراہیم خلیل روڈ کی طرف چل دیا۔ مجھے کسی نے بتایا کہ ادھر البیک فرائیڈ چکن ریسٹورنٹ بھی ہے۔کوئی دوست حاجی ساتھ نہیں تھا اس لیے چلتا گیا۔نماز کے بعد زائرین کا بڑا ہجوم اس روڈ پر جارہا تھا۔دائیں طرف دیکھا تو البیک پر لمبی قطار تھی جسے دیکھ کر اندازہ ہوا کہ حج یا عمرہ پر آئے زائرین نے البیک کھانا اپنے اوپر واجب کر رکھا ہے۔اگر مجھے اس طرح لمبی قطار میں گھنٹوں کھڑے ہو کر فرائیڈ چکن کھانا ہو تو 100 بار سوچوں گا۔دلچسپ بات یہ تھی کہ لاہور سے اہلیہ کی سکول فرینڈ مسز ہارون نے گھر آ کر کچھ رقم تحفہ کی تھی کہ آپ حج پر مکہ مکرمہ میں البیک فرائیڈ چکن میری طرف سے ضرور کھانا۔خیر خود خرید کر کھانے کی زحمت نہیں کرنا پڑی تھی۔ میری اہلیہ کو سنیکس جن میں نمکو، چپس اور سافٹ ڈرنکس شامل ہیں کھانے کا شوق رہتا ہے تو مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران میں مقامی بقالا (جنرل سٹور) سے ان کے لیے خرید کر لاتا رہا تا کہ حسب طلب سٹاک ان کے پاس موجود رہے۔ ابراہیم خلیل روڈ پر جا کر میں سمجھتا تھا کہ شاید ادھر سے کوئی چور راستہ ہمارے ہوٹل کی طرف نکلتا ہو۔مگر ہمارے ہوٹل کے بالکل عقب میں ہونے کے باوجود کسی چھوٹے سے راستے کے امکانات میری غلط فہمی ثابت ہوئی۔ اس شاہراہ پر کثیر تعداد میں افریقی زائرین نظر آتے تھے اور ایشیائی زائرین کی تعداد بھی کچھ کم نہ تھی۔ چھوٹے چھوٹے جنرل سٹور، فاسٹ فوڈ اور دیسی کھانوں کے ہوٹلز کے علاوہ دھوبی اور حجام کی دکانیں بھی بڑی تعداد میں نظر آئیں۔ یوں لگتا تھا جیسے لاہور انارکلی بازار کے کسی حصے میں آ گیا ہوں۔

جب مجھے اجیاد روڈ کی طرف کوشش اور تلاش کے باوجود راستہ نہ ملا اور آگے کبری (فلائی اوور) تک پیدل آ گیا تو میں نے فون پر جی پی ایس آن کر کے قریبی راستہ کی تلاش شروع کر دی۔ کافی دیر مغز ماری کے بعد باوجود کچھ سمجھ نہ آئی اور اس خدشہ کے پیش نظر کہ آگے جانے سے کہیں اور نہ نکل جاؤں۔ فیصلہ کیا کہ جدھر سے آیا تھا وہیں سے واپسی کا راستہ لیا جائے۔

جب حرم کی طرف جانے والے راستے پر پہنچا تو وہاں عشاء کی نماز سے کافی پہلے رکاوٹیں لگا کر سیکیورٹی اہلکار کھڑے تھے جو کسی کو گذرنے ہی نہیں دے رہے تھے۔ وہ انہیں مزید آگے جنوب کی طرف جانے پر مجبور کر رہے تھے۔ ادھر جنوب میں کہاں پہنچوں گا مجھے اس کا قطعاً علم نہیں تھا اسی لیے ادھر ہی کھڑا ہو کر تماشہ دیکھتا رہا۔ پریشانی بھی تھی کہ معلوم نہیں یہ رکاوٹ کب ختم ہوگی۔ اس دوران ایک دو افراد نے نظر بچا کر وہاں سے نکلنے کی کوشش کی مگر سیکیورٹی اہلکاروں نے اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔ میں نے بھی ایک ایسی ہی کوشش کی اور تھوڑا سا آگے نکل گیا مگر ایک اہلکار باقاعدہ پیچھے آیا اور مجھے واپس رکاوٹ کے دوسری طرف دھکیل دیا۔

رکاوٹ پر گھنٹہ بھر خواری کے بعد نرمی ہوئی تو واپس حرم تک پہنچا اور وہاں سے جلدی جلدی حرم کے سامنے سے ہوٹل کا رخ کر رہا تھا کہ باب عبدالعزیز کے بالکل سامنے اپنے ہمسائے مقصود صاحب سے آمنا سامنا ہو گیا۔ ان کی بیگم بھی ساتھ تھیں۔ وہ میری اہلیہ کا پوچھنے لگیں تو میں نے انہیں بتایا کہ وہ آج ساتھ نہیں آئیں۔ میں نے بتایا کہ یہ حسن اتفاق ہے کہ آپ سے یہاں ملاقات ہونا تھی ورنہ میں تو پچھلے دو گھنٹے سے زیادہ خوار ہو کر یہاں پہنچا ہوں۔ مقصود صاحب کہنے لگے کہ ہم آپ سے ملنے کا ارادہ کر کے حرم میں آئے تھے اور ہمیں بھی بہت دیر سے ہوٹل واپس جانے کے لیے ٹیکسی نہیں مل رہی۔ اب وہ نیچے جا کر ٹیکسی سٹینڈ سے رائیڈ لینے کی کوشش میں تھے کہ یہاں ملاقات ہو گئی۔ کہنے لگے یہاں حرم میں ایسے ہی ملاقات ہو جاتی ہے کیونکہ وہ پہلے بھی بہت مرتبہ

عمرہ اور حج پر ان کے لئے آ چکے تھے۔ اس حج پر صورت حال بہت مختلف تھی۔ گذشتہ سال اُن کے جواں سال بیٹے نعمان کا اچانک برین ہیمبرج سے انتقال ہو گیا تھا۔ اس کی عمر 26 سال تھی۔ وہ انتہائی ذہین آئی ٹی پروفیشنل تھا۔ لمز یونیورسٹی میں کمپیوٹر سائنس کی کلاسز بھی لیتا تھا اور اس نے ورچوئل ریلٹی میں ایک پروگرام ایڈ کیا تھا جس کے ذریعے بیت اللہ کا طواف کیا جا سکتا تھا۔ والدین سے مرحوم کی بہت زیادہ اٹیچمنٹ تھی اور اس کی ناگہانی موت نے مقصود بھائی اور ان کی اہلیہ کو نڈھال کر دیا تھا۔ جوان بیٹے کی موت کے غم سے نکلنا والدین کے لئے بہت کٹھن اور صبر آزما ہوتا ہے۔ اسی کیفیت اور غم کی اذیت سے یہ دونوں گذر رہے تھے اور انہوں نے حج پر آنے کا ارادہ کیا کہ شاید یہاں دعاؤں اور گریہ زاری سے انہیں کسی طور قرار آ جائے۔ ہم نے بھی ان کے لئے دعائیں کیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس صدمے میں صبر، حوصلہ اور برداشت عطا فرمائے۔۔ مقصود صاحب نے ہاتھ میں پکڑے فروٹ جوس کی ایک بوتل اور کچھ پھل میرے حوالے کر دیے کہ یہ آپ لوگوں کے لیے ہیں۔ میں نے کچھ انکار کیا تو ان کی اہلیہ نے اصرار کیا کہ آپ یہ ہماری طرف سے لے جائیں باجی یعنی میری اہلیہ کے لیے۔ میں نے ان سے حج پر ساتھ آئے بیٹے فرحان کا پوچھا تو کہنے لگے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں کھانسی اور بخار ہے۔ اس لیے ہوٹل میں ہی ہے۔ کل اس کی فلائٹ ہے واپسی پاکستان کے لیے کیونکہ وہ محدود دنوں کے لیے ہی آیا تھا۔ شکریہ اور سلام دعا کے بعد میں وہاں سے روانہ ہوا اور ہوٹل پہنچ گیا۔

میس میں رات کے کھانے کا دور چل رہا تھا۔ وہاں عبداللہ اور عبدالرحمان ایک ٹیبل پر بیٹھے نظر آئے۔ میں ان کے ساتھ کھانے اور گپ شپ کے لیے بیٹھ گیا۔ رانا اشرف اپنے داماد خوشنود کے ساتھ اس ٹیبل پر کھانے سے دو ہاتھ کر رہے تھے اور بات چیت بھی۔ مجھے ایک دو حاجی صاحبان نے وہاں کھانسی اور گلے کی خراش کی شکایت کی اور ادویات کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتایا کہ میرے پاس تمام گولیاں اور سیرپ ختم ہو چکے ہیں۔ اس لیے بہتر ہے کہ باہر فارمیسی پر جائیں وہ آپ کو ادویات دے دیں گے۔

جیب تراش عورت کی کہانی

ابراہیم خلیل روڈ کی مسافت سے تھکاوٹ محسوس ہو رہی تھی اس لیے عشاء کی نماز ہوٹل مسجد میں پڑھ کر کمرے میں آ گئے۔ جہاں عبداللہ اور عبدالرحمان اپنے اپنے بستر پر دراز تھے۔ میں نے عبداللہ سے پوچھا: ''آپ تو پہلے بھی حج کر چکے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ حجاج اور زائرین کے پرس اور رقم گم ہو جاتی ہے تو وہ کیا کرتے ہیں''؟ عبداللہ نے بتایا کہ اس حج پر اسے وہ پیشہ ور لوگ نظر نہیں آئے جو پہلے فقیر بن کر مانگتے تھے بلکہ حج کا سیزن لگاتے تھے۔ یہ کہیے کہ ٹھیکیدار قسم کے لوگ جنوبی پنجاب سے خواتین و حضرات سپانسر کر کے لاتے ہیں اور انہیں بتایا جاتا ہے کہ وہ حج بھی کریں اور حیلوں بہانوں سے مانگ کر رقم بھی اکٹھی کریں۔ اس قسم کی شکایت پر مقامی سیکیورٹی حکام نظر بھی رکھتے ہیں مگر ان پیشہ وروں کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ قابو پانا مشکل ہوتا ہے۔ آپ جس حاجی یا عمرہ زائر سے بات کریں گے وہ ایسے ہی مانگنے والوں کے بارے میں ضرور بتائے گا کہ اس سے بھی اس طرح کی کہانی کے ساتھ مالی مدد کی درخواست کی گئی۔ بہت سارے حاجی رقم بھی دے چکے ہوتے ہیں۔ سعودی حکام کے مطابق جیب تراشی اور بھیک مانگنے کے جرم میں پکڑے جانے والوں میں 90 فیصد مرد و خواتین کا تعلق پاکستان سے ہوتا ہے۔

عبداللہ نے بات کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے بتایا کہ ان کے علاقہ کی ایک عورت کے بارے میں انہیں معلوم ہوا کہ وہ ہر سال حج یا عمرہ پر جاتی ہے اور واپس آ کر ان کی فیملی زمین یا ٹریکٹر وغیرہ خرید لیتے ہیں۔ ان کے جاننے والوں کو بڑا تجسس ہوا کہ یہ

عورت جاتی تو حج وعمرہ پر ہے اور وہاں چند ہفتوں میں ایسا کیا کرتی جو واپس آ کر جائیداد بنا لیتے ہیں؟ عبداللہ نے حیرت سے انکشاف کیا کہ بالآخر گتھی سلجھ گئی اور اگلی بار جب وہ دیر سے واپس آئی تو اس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے تھے۔ دراصل وہ عورت یہاں جیب تراشی کرتی تھی۔ اب کی بار پکڑی گئی تو قانون کے مطابق اس کا ایک ہاتھ کاٹنے کی سزا دی گئی۔ جب وہ کٹے ہاتھ کے ساتھ ہسپتال میں تھی تو اس نے وہاں کسی سٹاف ممبر کا دوسرے ہاتھ سے پرس نکال لیا تھا۔ کیمروں کی مدد سے اس واردات کا پتہ چلایا گیا تو یوں سزا کے طور پر اس کا دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا۔ زخم بہتر ہونے پر اسے واپس پاکستان روانہ کیا گیا۔

ہوٹل میں حجاج کے گروپ روانہ ہونے کے بعد عمرہ زائرین کے گروپس آنے سے نئے چہرے نظر آنے لگے تھے۔ مگر عمرہ زائرین کا کھانا پینا چونکہ پیکج میں شامل نہیں ہوتا۔ ایسے میں ہمارے دائیں بائیں میس بند ہو چکے تھے۔ اب لفٹ کے ذریعے آنا جانا بھی مشکل نہیں رہا تھا۔ اہلیہ کو دیگر حجاج خواتین کا اچھا ساتھ مل گیا تھا اور وہ صبح تہجد کے وقت حرم بیت اللہ جا کر طواف اور نماز ادا کر لیتی تھیں اور ہماری ناشتے پر ملاقات ہوتی تھی۔ انہوں نے طوافِ وداع بھی کر لیا تھا اور میں نے ارادہ کیا کہ آج طواف وداع بھی کر لوں گا۔ فجر کی نماز کے ساتھ پہلی منزل پر طواف وداع کے دوران ایک دراز قد ہلکی داڑھی والا نوجوان جس نے سر پر سفید کپڑا لپیٹا ہوا تھا میرے بائیں جانب سے قریب آ کر کہنے لگا: ''السلام علیکم''۔ میں نے سلام کا جواب دیا تو چلتے ہوئے پوچھنے لگا آپ پاکستان کہاں سے ہیں؟ میں نے جواب دیا: ''لاہور سے''۔ وہ بولا: ''ہم ساہیوال سے ہیں''۔ میں اپنی امی کے ساتھ عمرہ پر آیا تھا ادھر ہمارا رقم والا بیگ گم ہو گیا ہے۔ ہم نے مدینہ جانا ہے تو کرائے کے لیے ہماری کچھ مالی مدد کر دیں''۔ اس نے درخواست کر دی۔

میں نے مزید تفصیل پوچھے بغیر اسے جواب دیا: ''ہم کچھ دن میں مدینہ جانے

والے ہیں آپ کو بھی ہم بس میں لے جائیں گے‘‘۔اس نے یہ سنا تو مزید کچھ کہے بغیر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھ گیا اور دوبارہ نظر نہیں آیا۔

اسی طواف میں دو افریقی نابینا افراد بھی نظر آئے جو ایک دوسرے کی کندھے پر ہاتھ رکھ کر چل رہے تھے۔مجھے گمان ہوا کہ یہ بھی اسی طرح کے مانگنے والے گروپ کا حصہ ہو سکتے ہیں۔لیکن دورانِ طواف میں نے کسی کو انہیں رقم دیتے نہیں دیکھا تھا۔

✧✧✧

حرم میں ریکارڈ نمازِ جنازہ کی ادائیگی

حرم شریف میں نماز کی ادائیگی کے بعد نماز جنازہ کے لیے باقاعدہ اعلان ہوتا ہے۔ ہر روز جماعت سے پہلے حرم میں میتیں لاکر رکھی جاتی تھی جن میں مرد وخواتین اور بچوں کی میتیں ہوتی ہیں۔ فرض نماز کے اختتام کے ساتھ ہی اعلان اور پھر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ مسجد الحرام میں ہم نے جتنی میتوں کے لیے نماز جنازہ پڑھا ہے یہ بھی ایک ریکارڈ ہی ہے۔ شاید پاکستان میں اتنے جنازوں کی نمازیں گذری زندگی میں نہیں پڑھی ہوں گی۔ ہمارے گروپ سے ایک حاجی صاحب اس بارے بات کرتے ہوئے کہنے لگے:

''یہاں خوش قسمت میّتیں لائی جاتی ہیں جن کی نماز جنازہ میں لاکھوں افراد شریک ہوتے ہیں اور وہ بھی بیت اللہ جیسی اعلی وارفع اور مقدس ترین جگہ پر''۔ ہمارے کچھ لوگ اپنے لیے اس طرح کے جنازہ کی خواہش زبانی طور پر تو کرتے ہیں مگر ظاہر ہے ایسے جنازہ کے لیے موت کا آپ پر وارد ہونا ضروری ہے۔ بلکہ ایسے ہی جیسے جنت کے خواہش مند مسلمان جنت تو جانا چاہتے ہیں مگر مرنے سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں۔ چلیں مان لیتے ہیں ایسی خواہش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ رب العزت نیتیں جانتا ہے اور ہمارے اعمال سے بھی خوب واقف ہے۔ ہماری موت کا دن، وقت اور مقام بھی اللہ نے ہی معین کر رکھا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر اور دانا وحکمت والا ہے۔

✦✦✦

آپس کی بدمزگی میں گلے شکوے کا ماحول

شام کے کھانے سے فارغ ہو کر جب میں رانا اشرف کے ساتھ کمرے کے دروازہ پر پہنچا تو دیکھا کہ ''کارڈ کی'' غائب ہے۔ کمرے میں چونکہ چار لوگ تھے اور طے پایا تھا کہ جو بھی آخر میں کمرے سے جائے گا ''کارڈ کی'' دروازے کے ساتھ قالین کے نیچے رکھ دے گا اور پہلے آنے والے حضرات یہاں سے کارڈ اٹھا کر کمرہ کھول لیں گے۔ آج غلطی سے عبداللہ اور عبدالرحمان ''کارڈ کی'' نیچے استقبالیہ پر رکھ کر چلے گئے تھے۔ بعض اور کمروں کے رہائشی حجاج بھی ایسا کرتے تھے مگر ہم نے یہ حل نکالا تھا تا کہ اوپر آ کر یہ پریشانی نہ ہو کہ ''کارڈ کی'' تو نیچے رہ گئی۔ عبداللہ کو میں نے کہا کہ اب تم خود ہی نیچے سے کارڈ لے کر آؤ کیونکہ اپنی والدہ کے لیے وہ چائے لینے نیچے جا رہا تھا۔

ہم اس دوران کمرہ کے باہر کھڑے گپ لگاتے رہے۔ کوئی 20 منٹ بعد عبداللہ نمودار ہوا تو ہم نے پوچھا: ''چابی''؟ وہ کھسیانہ سا ہو کر بولا: ''وہ تو میں نیچے سے لانا بھول گیا''۔ مجھے اس کی حرکت پر غصہ آیا اور میں نے سخت لہجے میں کہا: ''تم کیا تماشا کر رہے ہو پہلے کارڈ کی نیچے چھوڑ آئے اور اب واپس بھی نہیں لا رہے''؟ عبداللہ نے بھی جواب میں سختی دکھائی تو رانا نے اسے ڈانٹنا شروع کر دیا ''کیا عجیب شخص ہو، تم جاؤ نیچے سے چابی لاؤ میں نے باتھ روم جانا ہے مشکل سے کھڑا ہوں''۔

عبدالرحمٰن نے صورتحال بھانپتے ہوئے کہا: ''آپ جھگڑا نہ کریں میں لے کر آتا ہوں''۔ وہ لفٹ سے گیا یا سیڑھیوں سے لیکن وہ چابی لے کر آ گیا۔ اب سب کا موڈ آف تھا۔ کمرہ کھلنے کے بعد رانا اشرف جیسے ہی واش روم سے ہو کر آئے تو انہوں نے پھر

عبداللہ کو کچھ کہا تو وہ بگڑ گیا اور گذشتہ دنوں کی ساری شکایتیں اور گلے شکوے لے کر بیٹھ گیا۔

میں نے ایک دن عبداللہ سے پوچھ لیا تھا کہ دینی مدرسہ میں حکومت کی طرف سے جو زکوٰۃ کی رقم یا گرانٹ آتی ہے وہ تو بچوں پر خرچ کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ مجھے علم ہے کہ مدرسہ کے مہتمم اس کو دیگر شعبوں میں تصرف کے لیے کیسے قابل قبول بناتے ہیں؟ جب وہ چیک یا رقم ملتی ہے تو تمام طالب علم بچوں کا ہاتھ اس پر رکھوایا جاتا ہے جسے تملیک کہتے ہیں۔ اس کا مقصد ہوتا ہے کہ انہوں نے آپ کو اختیار دے دیا ہے کہ یہ رقم جہاں چاہیں خرچ کریں۔ میری ان معلومات سے عبداللہ حیران ہوا اور پھر بولا: ''تو آپ کا کیا خیال ہے کہ اساتذہ بھوکے مر جائیں؟ ان کی بھی ضروریات پوری کرنی ہوتی ہیں''۔ اس پر میں نے شرارتاً کہا: ''چلو آپ مان تو گئے کہ ایسا ہوتا ہے''۔

رانا نے ایک دن عبداللہ اور عبدالرحمٰن کی موجودگی میں واقعہ بیان کیا کہ ان کے محلے کی مسجد میں مدرسہ کے قاری صاحب نے ان کے پوتے کو تھپڑ رسید کیا تھا جو ان کے ہاں قاعدہ پڑھنے جاتا تھا۔ بچے نے گھر آ کر رانا کو بتایا کہ قاری صاحب نے اسے مارا ہے۔ رانا اشرف کہنے لگا: ''ہم تو بدمعاش آدمی ہیں اور قاری کی کیا جرات کہ وہ میرے پوتے کو مارے''؟ رانا نے مدرسہ جا کر قاری کو پکڑا اور سب بچوں کے سامنے پوچھا کہ اس نے بچے کو مارا ہے؟ تو اس نے کہا کہ یہ سبق نہیں یاد کر رہا تھا اسی لیے تھپڑ لگایا تھا۔ رانا نے قاری کو کہا: ''یہ ہمارا بچہ ہے سبق یاد کرے یا نہ کرے تمہاری جرات کیسے ہوئی اس معصوم کو تھپڑ مارنے کی''۔ یہ کہہ کر رانا نے اسے بچوں کے سامنے پیٹنا شروع کر دیا اور گھسیٹ کر مدرسہ سے باہر لے گیا۔ باہر اہل محلہ نے بیچ بچاؤ کروایا۔ قاری نے معذرت کی اور رانا کی داڑھی کو ہاتھ لگائے تب جا کر اس کی گلو خلاصی ہوئی۔ رانا اشرف نے اپنے رعب و دبدبہ کی دھاک بٹھانے کی خاطر مزید بتایا کہ اس لتر پریڈ اور بے عزتی کے بعد وہ قاری اگلے دن وہاں سے مدرسہ چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا اور دوبارہ نظر نہیں آیا۔

عبداللہ نے آج ان واقعات کا حوالہ دے کر اپنی بھڑاس نکالی۔ کہنے لگا کہ آپ لوگ علماء اور دین دار لوگوں کے خلاف باتیں کرتے ہیں اور آپ کو یہ پروپیگنڈا زیب نہیں دیتا۔ میں پتہ نہیں کس وجہ سے خاموش تھا کہ آپ عمر میں میرے سے بڑے ہیں مگر اب میں آپ کو سیدھا جواب دوں گا۔ بات کچھ زیادہ بڑھ چکی تھی دراصل عبداللہ کو رانا کے داماد کی کمرہ میں بطور اضافی شخص ٹھہرنے پر غصہ تھا اور وہ رانا کی عمومی نشست و برخاست اور بول چال سے خوش نہیں تھا۔

میں نے اس صورتحال میں فیصلہ کیا کہ اب تناؤ کے ماحول میں کمرے میں رہنا بہتر نہیں ہے۔ میں اسی فلور پر دو کمرے چھوڑ کر لعل جان کے کمرہ میں گیا اور اسے صورتحال بتائی کہ حالات خراب ہو گئے ہیں۔ عبداللہ بھی بدتمیزی کر رہا ہے بہتر یہ ہے کہ آپ اسے کسی اور کمرے میں منتقل کر دیں۔ رانا نے بھی تائید کی لیکن عبداللہ نے کہیں اور جانے سے انکار کر دیا ہے۔ اس پر میں نے سختی سے لعل جان کو کہا: ''مجھے کوئی کمرہ دے دیں میں آج رات یہاں نہیں سو سکتا''۔

لعل جان نے تحمل سے حالات کا جائزہ لیا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد آیا تو اس نے کہا: ''آپ اگر بضد ہیں تو ہمارے کمرے میں ایک بیڈ کا بندوبست ہو گیا ہے آپ ہمارے ساتھ آ جائیں''۔ میں نے اپنا ہینڈ کیری اٹھایا اور تھوڑا بہت سامان جو بیڈ پر تھا لیا اور نئے کمرے میں آ گیا جہاں لعل جان کے ساتھ حاجی فاروق، حاجی خورشید خان پشاور اور بابا حمید جو وہاڑی سے تھے' مقیم تھے۔ حاجی خورشید اور حاجی حمید سے شناسائی پہلی دفعہ ہوئی' معلوم ہوا دونوں اچھے انسان ہیں۔

اس صورتحال میں یہ ہوا کہ رانا اشرف کے داماد کو بھی کمرہ میں بیڈ مل گیا جو ایک دو دن بعد واپس بھی جانے والا تھا۔ ورنہ اس کی وجہ سے رانا اشرف زمین پر چادر بچھا کر لیٹ رہا تھا۔

✧✧✧

حج وعمرہ کے کاروبار کی کہانی

اگلی صبح حاجی خورشید اور بابا حمید کے ساتھ نمازِ فجر کے لیے حرم جانا ہوا۔ نماز اور طواف کے بعد ہوٹل واپس آتے ہوتے راستے میں دیکھا کہ احاطہ حرم میں مقامی نوعمر لڑکے موجود تھے' انہوں نے احرام تو پہن رکھے تھے مگر وہ بھی لاپرواہی سے کیونکہ ان کے بدن کے حصے نمایاں ہو رہے تھے۔ یہ سب ایک گروپ میں بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر بڑی حیرت اور افسوس ہوا۔ حاجی خورشید نے اس پر تبصرہ کیا کہ انہیں مقامی عرب ہونے کی وجہ سے کیا پرواہ ہے یہ لوگ تو یہاں پکنک کے لیے آتے ہیں۔ اللہ انہیں ہدایت دے کہ یہاں کا ادب بھی سیکھ جائیں۔

ہوٹل کے میس میں اب ہو کا عالم تھا صرف ہمارے گروپ کے حجاج رہ گئے تھے اور دو دن تک ہم بھی مدینہ منورہ روانہ ہونے والے تھے۔ رانا اشرف کو میں نے دیکھا تو اس نے مجھے اشارہ کر کے اپنے ٹیبل کی طرف بلا لیا۔ میرا ارادہ تو حاجی خورشید وغیرہ کے ساتھ بیٹھنے کا تھا مگر پھر رانا کے پاس جا بیٹھا۔ رانا نے ناشتہ کرتے ہوئے باقی رات کا قصہ شروع کر دیا کہنے لگے: ''میں نے عبداللہ سے خوب متھا لگایا اور پھر وہ خود ہی خاموش ہو گیا''۔ رانا اشرف کہنے لگا مجھے تو عبداللہ کی حرکات پر شک ہوا ہے کہ یہ یہاں آ کر حج و عمرہ کے نام پر کاروبار کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: ''کیا مطلب''؟

رانا اشرف کہنے لگا: ''رات کے کسی پہر بھی عبداللہ کو ٹیلی فون آتا ہے تو وہ فوراً بستر چھوڑ دیتا ہے اور اپنی والدہ کو لے کر وہیل چیئر پر حرم پہنچ جاتا ہے۔ اس ایمرجنسی کے طواف اور عمرہ کا مطلب جو میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ ان کے والد صاحب جو پاکستان

میں مدرسہ کے مفتی ہیں وہاں طواف اور عمرہ کی بکنگ کرتے ہیں اور رقم پکڑ لیتے ہیں۔ پھر ان کو فون کر دیتے ہیں کہ اس نام کا طواف یا عمرہ کر دو''۔

رانا اشرف نے ایک کھوجی کے سے انداز میں اپنے اس دعوے کی دلیل میں مزید کہا: ''چونکہ ان کا دیہاتی علاقہ ہے اور ان کے معتقد بہت ہیں اس لیے مفتی صاحب فتویٰ دیتے ہوں گے کہ حج عمرہ بہت مہنگا ہو گیا ہے۔ جو کوئی اتنی بڑی رقم کی استطاعت نہیں رکھتا اس کے لیے مکہ میں موجود میرا بیٹا مرد حضرات اور بیوی عورتوں کی طرف سے طواف و عمرہ کر دے گی اور ثواب اتنا ہی ملے گا۔ اگر اس کام کے لیے وہ 25 ہزار یا 50 ہزار پکڑ لیتے ہیں تو بہت مال اکٹھا ہو جاتا ہو گا''۔ میں نے سب کچھ سن لیا اور جواب دیا: ''رانا صاحب آپ بھی بڑے گرو ہیں ایسا ہی ہو گا مگر چھوڑیں ان کے اعمال ان کے ساتھ اور ہمارے اعمال ہمارے ساتھ۔ موج کرنے دیں''۔ ''باقی تو ٹھیک ہے مگر یہ لوگ دین کو کاروبار تو نہ بنائیں اور ہمارے ایسے لوگوں سے پنگا بھی نہ لیں''۔ رانا نے یہ کہہ کر اپنی بات سمیٹ دی۔ بعد میں عبداللہ بھی میس میں نظر آیا مگر وہ نظریں چرا رہا تھا۔

✧✧✧

بیگم کی بیماری پر رانا صاحب کا ہنگامہ

اگلی صبح فجر کے لیے اٹھے تو رانا صاحب راہ داری میں فون پر بلند آواز میں کسی سے بات کر رہے تھے۔ ایسے لگتا تھا کہ بہت غصے میں ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کی بیگم کی رات طبیعت خراب ہوگئی تھی اور انہیں لے کر رانا صاحب کو قریبی ہاسپٹل جانا پڑا تھا۔ ان کی بیگم ابھی بھی ہاسپٹل میں ہی ہیں۔ رانا کے راہداری میں بلند آواز میں شور سے ایسا لگتا تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو متوجہ کرنا چاہ رہے ہیں۔ میں نے انہیں پوچھا آخر ہوا کیا ہے؟ کہنے لگے بیگم کو آدھی رات کے بعد ''اٹیک'' آ گیا اور وہ اس کو حرم کے پاس ہاسپٹل وہیل چیئر پر لے کر گئے ہیں۔ اٹیک آ گیا سے مطلب تھا کہ ان کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔

رانا کی بیگم شوگر کی مریض تو تھیں اور انسولین باقاعدگی سے لگاتی تھیں مگر ہارٹ اٹیک کی سمجھ نہیں آئی تھی۔ رانا نے وجوہات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ عورتوں کے کمرے میں ان کی بیگم، میری اہلیہ کے علاوہ عبداللہ اور عبدالرحمان کی والدہ ٹھہری ہوئی تھیں۔ اس کارنر روم کی کھڑکیاں باہر سڑک کی طرف کھلتی تھیں اور کمرہ میں ائیر کنڈیشنر چلتا تھا۔ لیکن عبداللہ اور عبدالرحمان دونوں کی والدہ کو مسئلہ تھا کہ وہ اپنی گھبراہٹ کی وجہ سے اے سی چلنے کے دوران کھڑکی بھی کھول دیتیں بلکہ کھلی ہی رکھتی تھیں۔ رانا کی بیگم اور میری اہلیہ ائیر کنڈیشنر میں لیٹنے کی عادی تھیں۔ گذشتہ رات رانا کی بیگم کو گرمی سے سانس رکتا ہوا محسوس ہوا تو انہوں نے ''رانا جی'' کو کال کر دی جو سوئے ہوئے تھے۔ انہوں نے اُٹھ کر جب حاجن (بیگم) کی بری حالت اور اکھڑتا ہوا سانس دیکھا تو انہیں لے کر پیدل ہسپتال چل دیے۔ ہمیں اس بارے کچھ خبر نہیں تھی وہ تو صبح جب رانا کا شور شرابہ

دیکھا تو صورتحال کا اندازہ ہوا۔

عبداللہ اور عبدالرحمان اپنی اپنی والدہ کے ساتھ حرم سے نمازِ فجر کے بعد واپس آئے تو ہم رانا کے ساتھ راہداری میں کمرے کے باہر کھڑے تھے۔ وہ دونوں کمرے میں داخل ہو گئے تو رانا بھی ان کے پیچھے اندر جا کر انہیں غصے سے چنگاڑتے ہوئے کہنے لگے: ''تمہاری والدہ کی وجہ سے میری بیگم کو اٹیک ہوا ہے کیونکہ وہ کھڑکی کھلی رکھتی ہیں اور کمرہ میں کولنگ نہ ہونے کی وجہ سے میری بیگم کی طبیعت خراب ہوئی ہے اور مجھے مصیبت پڑی جو اس کو ہاسپٹل لے جاؤں۔ میں تم لوگوں کو نہیں چھوڑوں گا''۔

رانا نے اونچی آواز میں دھمکی لگائی اور عبدالرحمٰن کو مارنے کے لیے لپکے تو میں نے اسے روکا اور کہا: ''حوصلہ کریں یہ کوئی اچھی بات نہیں''۔ اس صورتحال میں عبداللہ اور عبدالرحمٰن ڈرے اور سہمے ہوئے تھے۔ ''میں نے پولیس کو کال کر دی ہے وہ ادھر آ کر تحقیقات کریں گے اور تم لوگ جیل جاؤ گے''۔ یہ کہہ کر رانا نے فل پریشر ڈال دیا۔ میں نے رانا کو درخواست کی کہ تحمل کا مظاہرہ کریں تو وہ تھوڑا کول ڈاؤن ہو گئے۔ میرے ساتھ کمرے سے باہر آئے تو میں نے پوچھا: ''آپ نے لعل جان کو اس بارے میں بتایا ہے''؟ ''میں نے تو لاہور میں اپنے بیٹے کو فون کر دیا ہے کہ لعل جان کے دفتر جا کر وہاں جو بھی ہے اسے پھینٹی لگا دو اور توڑ پھوڑ کر و تا کہ اسے پتہ چلے کہ ہم کون ہیں''؟ یہ کہتے ہوئے رانا کی آواز پورے فلور پر سنی جا سکتی تھی۔ رانا کا موقف یہ تھا کہ یہ سارا قصور لعل جان کا ہے اس نے میری بیگم کے کمرہ میں ان دو پینڈوؤں یعنی دیہاتیوں کو ٹھہرا دیا ہے۔ جو اے سی والے روم کی کھڑکی کھول کر رکھتے ہیں اور دوسروں کو بے سکون کرتے ہیں۔

لعل جان بھی کمرہ سے باہر نکل آئے تھے اور انہوں نے رانا کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: ''رانا صاحب پریشان نہ ہوں اماں جی ٹھیک ہو جائیں گی ہم ابھی ہاسپٹل جا کر ان کی خیریت معلوم کرتے ہیں یہ معاملہ آپ ہم پر چھوڑ دیں۔ آپ

جا کرناشتہ کریں‘‘۔

میں رانا کے ساتھ میس گیا اور اپنی اہلیہ کو ناشتہ کمرہ میں ہی لا کر دیا۔عبداللہ کی والدہ کے بارے میں اہلیہ نے بتایا کہ وہ رانا کے شور اور ان کے بیٹے کو برا بھلا کہنے پر روئے جا رہی ہے۔اہلیہ کہنے لگیں کہ یہ بہت بری حرکت ہے رانا صاحب کو اس طرح نہیں کرنا چاہیے اور انہیں پتہ تک نہیں چلا کہ مسز رانا کی کب طبیعت بگڑی اور وہ ہاسپٹل پہنچ گئی؟

رانا نے ناشتے پر بھی اس واقعے کا خوب چرچا کیا اور دیگر حجاج کی ہمدردی سمیٹی۔ حجاج کی ہیلتھ انشورنس پہلے سے ادا ہوئی ہوتی ہے اس لیے کسی سرکاری اور پرائیویٹ ہسپتال میں داخلہ کی صورت میں تمام علاج انشورنس پر ہوتا ہے۔رانا صاحب کو گھبراہٹ اور پریشانی اس لیے بھی تھی کہ شاید انہیں ہاسپٹل میں داخلہ اور علاج کا بل بھی جیب سے ادا کرنا پڑ جائے۔

ابھی ہم ناشتہ سے فارغ ہو کر چائے پی رہے تھے لعل جان اور فاروق صاحب وہاں آ گئے اور رپورٹ دی کہ اماں جی ہاسپٹل میں خیریت سے ہیں اور انہیں کوئی ہارٹ اٹیک نہیں ہوا۔معدے کی تیزابیت وغیرہ سے گھبراہٹ کا مسئلہ ہوا تھا اور ڈاکٹرز نے آرام کا مشورہ دیا ہے۔شاید شام تک انہیں ڈسچارج کر دیا جائے۔لعل جان نے رانا صاحب کو مطمئن کرنے کے لیے ان کے مشورہ پر فیصلہ کیا کہ عبداللہ اور عبدالرحمان اپنی والدہ کے کمرہ میں شفٹ ہو جائیں کیونکہ وہ شرعی محرم ہیں۔میری اہلیہ اور رانا صاحب کی بیگم دوسرے کمرے میں منتقل ہو جائیں گی۔میں تو پہلے ہی کمرہ چھوڑ چکا تھا۔رانا نے بھی مطالبہ کر دیا کہ اسے بھی کہیں اور بستر دے دیا جائے تا کہ دونوں خواتین ایک کمرہ میں ایئر کنڈیشنر آن کر کے سکون سے رہیں۔اتفاق سے چوتھی منزل پر ایک کمرہ میں بیڈ خالی تھا جہاں رانا صاحب کو باقی دنوں کے لیے دوسرے حاجی صاحبان سے ملوا دیا گیا۔شام کو رانا کی بیگم بھی صحت مند ہو کر واپس ہوٹل آ گئیں۔رات کے کھانے پر باقی خواتین و حضرات نے ان کی خیریت دریافت اور دلجوئی بھی کی۔بعد میں لعل جان کے ذریعے

بہت سے حجاج کو رانا صاحب کی بیگم کی طبیعت خراب ہونے کی وجوہات کے بارے پتہ چلا کہ بسیار خوری کی وجہ سے انہیں یہ مسئلہ ہوا تھا۔ گذشتہ رات میٹھے میں کھیر پکی ہوئی تھی اور انہوں نے ذیابیطس ہونے کے باوجود لاہوری سٹائل میں دو پلیٹ بھر کر کھائی تھی۔ باقی ماندہ دنوں میں ہم نے دیکھا کہ جب بھی بیگم رانا کھانا لے کر ٹیبل پر بیٹھتیں تو کوئی خاتون یا خصوصاً لعل جان انہیں یاددہانی کرواتے ''اماں جی آپ نے ضرورت سے بھی کم کھانا ہے تا کہ آپ کی صحت بحال رہے''۔

✦✦✦

بابا حمید کے دُکھ اور سرسوں کا تیل

ہمارے کمرے میں بابا عبدالحمید ایسے حاجی تھے جو چٹے ان پڑھ اور دیہاتی آدمی تھے۔کوئی نمبر یا حرف پڑھنا نہیں آتا تھا۔ وھاڑی کے علاقہ میں اپنی زمینوں پر کھیتی باڑی سے ان کی گذر بسر ہوتی تھی۔نظر کی کمزوری کا یہ عالم تھا کہ موٹے عدسوں والی عینک کے بغیر ان کی نقل و حرکت ممکن نہیں تھی۔لعل جان نے ان کی حالت کے پیش نظر انہیں خورشید خان کے ہاتھوں میں دے رکھا تھا۔خورشید انہیں حرم لے کر جاتا اور طواف کے دوران بھی پیچھے چلتا ہوا نظر رکھتا تھا۔اللہ کریم نے بابا حمید کو اپنے گھر بلایا اور اس کے لیے مدد اور آسانی کے سبب بھی پیدا کر دیے تھے۔اپنے بارے میں بتاتے ہوئے کہنے لگے: ”شاہ جی۔آپ بھی ہمارے لیے دعا کیا کریں ہم بہت ستائے ہوئے مسکین لوگ ہیں“۔ میں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگے: ”ہم جوانی میں کھیتی باڑی کرنے کے لیے سندھ چلے گئے تھے اور پھر جب وہاں ہم نے زمین آباد کر لی تو سندھیوں نے ہمیں بے دخل کر دیا۔واپس آئے تو ہماری زمین پر چچا نے قبضہ کر کے اپنے نام کروا لی تھی۔ہم یہاں بھی بے دخل ہو چکے تھے لیکن ہم نے عدالتوں میں کیس کیا کہ ہم مالک ہیں ہمیں زمینیں واپس کی جائیں“۔ یہ کیس 20 سال تک چلا اور ہم کسمپرسی کے عالم میں عدالتوں میں پیش ہوتے رہے۔ بالآخر ہمارے حق میں فیصلہ ہوا اور زمین واپس ملی ہے۔اب ہم بوڑھے ہو کر اپنے بچوں کے ساتھ زمیندارہ کر رہے ہیں۔ایک سانس میں بابا حمید نے سب کہہ ڈالا۔

یقین کریں شاہ صاحب ”ہمارے دل اب چڑیوں سے بھی کمزور ہو چکے ہیں“۔بابا

حمید نے بے بسی میں اپنی کیفیت بیان کی تو میں نے اسے حوصلہ اور دعا دی کہ آپ اللہ کریم پر یقین کامل رکھیں۔ اپنے بچوں کو تعلیم دلوائیں رب العزت آپ کے حق میں بہتری فرمائے گا۔ اس ذات نے آپ کو اپنے گھر بلا کر حج وعمرہ بھی کروا دیا ہے اس پر شکر کرتے رہیں۔

بابا حمید کو میں نے دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ پاؤں اور ٹانگوں پر سرسوں کا تیل لگایا کرتا تھا۔ میں خود اپنے ساتھ سرسوں کا تیل لے کر گیا تھا کیونکہ بچپن سے میری والدہ محترمہ میرے بالوں میں سرسوں کا تیل لگایا کرتی تھیں۔ اور جب وہ آخر میں وہی ہاتھ میرے چہرے پر پھیرتی بڑے مجھے بڑی الجھن ہوتی تھی۔ بڑے ہونے پر میں نے سر کے بالوں میں نہانے کے بعد سرسوں کا تیل لگا کر مساج کی عادت جاری رکھی۔ شیمپو کبھی استعمال نہیں کیا جو باتھ سوپ مل جائے اسے استعمال کر لیتا ہوں۔ الحمدللہ آج میرے بال صحت مند ہیں اور زیادہ تعداد میں سفید نہیں ہوئے ہیں۔ جبکہ میرے بہت سے 55 پلس کلاس فیلو سروں سے گنجے ہو چکے ہیں۔

بالوں میں سرسوں کا تیل لگانے پر کینیڈا میں میرے ساتھ بھارتی گروسری سٹور اونر کا مکالمہ ہوا تھا۔ جب میں وہاں ابھی نیا ہی تھا میرے بال دیکھ کر اس نے پوچھا: ''آپ نے کیا وگ لگا رکھی ہے، بڑے سیٹ بال ہیں''؟ میں نے جواب دیا: ''اپنا ہاتھ ادھر لاؤ اور محسوس کرو کہ یہ میرے اصلی بال ہیں''۔ وہ حیران ہوا اور پوچھنے لگا: ''اس کا کیا راز ہے''؟ وہ خود نوجوانی میں ہی اوپر سے گنجا ہو چکا تھا اسی لیے متجسس تھا۔ میں نے بتایا: ''میں بچپن سے سر کے بالوں پر سرسوں کا تیل لگاتا ہوں جس کے نتیجہ میں بال اتنے صحت مند ہیں''۔ وہ شرمندہ سا ہو کر بولا: ''بھائی ہمیں کیا پتہ تھا بلکہ علم ہی نہیں تھا کہ سرسوں کا تیل سر کے بالوں کے لیے اتنا اکسیر ہے۔ لیکن اب کیا ہوسکتا ہے ہم تو پہلے ہی بہت لیٹ ہو چکے ہیں اور بالوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں''۔

مسلسل کھلی جوتی پہننے اور پہلی منزل پر گھنٹے بھر کا طواف کرنے کے بعد میرے

پاؤں میں جلد کی خشکی سی تھی اور میں عام طور پر پاؤں پر باڈی لوشن لگا یا لیا کرتا تھا۔اس دن پتہ نہیں مجھے کیا سوجھی میں نے بابا حمید کی تیل والی بوتل سے تھوڑا تیل لے کر پاؤں اور گھٹنوں پر ہلکی مالش کر لی۔

ظہر کی نماز میں نے ہوٹل کے شمال میں ہلکی سی چڑھائی پر واقع مسجد النافع میں لعل جان اور فاروق صاحب کے ساتھ نماز ادا کی۔واپس آئے تو کھانے پر منتظمین مکہ مکرمہ سے مدینۃ النبی روانگی کے پلان پر تبادلہ خیال کرتے رہے کیونکہ ہمیں کل یہاں سے پروگرام کے مطابق روانہ ہونا تھا۔رانا صاحب کی بیگم کے گرد دیگر حجاج خواتین نے گھیرا ڈالا ہوا تھا اور کھانے میں ان کو یاددہانی کروا رہی تھیں کہ کم کھانا ہے تاکہ طبیعت گراں نہ ہو۔

✧✧✧

محسن کی بیگم گم ہونے کا سن کر رانا کا ردّ عمل

باہر دھوپ کی تمازت تھی اس لیے نمازِ عصر میں بھی حرم جانے کی ہمت نہیں پڑی۔ عجیب ہلچل سی تھی کہ کچھ حجاج حرم کے گرد دکانوں سے سامان خریدنے کے لیے نکلے ہوئے تھے۔ مغرب میں خورشید خاں اور بابا حمید کے ساتھ حرم گیا۔ وہاں نماز باجماعت ادا کی اور ایک مرتبہ پھر طواف وداع کیا۔ پیدل واپس آئے تو میں نے نوٹس کیا کہ میرے پاؤں میں سوجن ہے لیکن کوئی درد نہیں تھا۔

شام کے ڈنر کے لئے ٹیبل پر بیٹھے تھے کہ رانا اشرف بھی آ کر بیٹھ گیا۔ اِدھر اُدھر کی باتوں میں رانا سے پوچھا کہ آپ کی بیگم کیسی ہیں تو انہوں نے بتایا: ''شکر ہے وہ بہتر ہے۔ ہمارے سارے بچے ان کی وجہ سے بہت پریشان تھے۔ بار بار فون کر کے پوچھتے رہے لیکن اصل مصیبت تو مجھے اس عمر میں بنی تھی بیگم کی بیماری سے''۔

حاجی محسن لاہور سے اپنی بیگم کے ساتھ ہمارے گروپ میں تھے۔ نوجوان محسن کا تعلق کمپیوٹر کے شعبہ سے تھا اور ان کی شادی کو تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا۔ محسن رانا کے ساتھ والی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ سلام دعا کے بعد کہنے لگا: ''آج حرم میں میری بیگم گم ہوگئی تھی میں بہت پریشان ہوا لیکن بعد میں شکر ہے مل گئی''۔

رانا صاحب یہ سن کر ہنس پڑے اور لاپرواہی سے بولے: ''تمہاری بیگم ایک مرتبہ گم ہوگئی، میری تو دو بار گم ہو چکی ہے لیکن پھر بھی مل گئی''۔ اس برجستہ جواب پر محسن نے بھی قہقہہ لگایا۔ رانا نے تاکید کرتے ہوئے کہا: ''پتر بیگم دے گم ہون تے ایڈا پریشان نئیں ہوئی دا''۔ محسن پھر ہنس پڑا اور جواب دیا: ''جی آپ ٹھیک ہی کہتے ہیں''۔

اچھے موڈ کے ساتھ یہ محفل برخاست ہوئی۔ کمرے میں واپس آئے تو میں نے خورشید کو بتایا کہ میرے پاؤں میں بالخصوص گھٹنوں میں سوجن ہے اس کا کیا کریں؟ خورشید نے پشاور میں جم قائم کر رکھا ہے اور وہ ٹرینر بھی ہے تو اس کے پاس کچھ ایسے ساشے تھے جو بروفن کا سالٹ تھا۔ خورشید نے مجھے یہ ساشے دے کر کہا: ’’آپ یہ لیں انشاءاللہ سوجن اتر جائے گی‘‘۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پانی کے ساتھ دوائی لے لی۔

✧✧✧

مکہ مکرمہ اور خانہ کعبہ سے جدائی اور روانگی

شب بسر ہوئی صبح فجر کے لیے اٹھے تو میں نے پاؤں کی طرف دیکھا۔سوجن وہیں تھی کچھ فرق نہیں پڑا تھا۔آج ہمارا مکہ مکرمہ میں قیام کا آخری دن تھا۔حرم میں جا کر نمازِ فجر ادا کی۔طواف اور زیارت کعبہ کی سعادت حاصل کی۔حرم میں اللہ کریم سے راز و نیاز، دعائیں اور نعمتوں کا شکر ادا کیا۔اس سے نادانیوں، نافرمانیوں اور گناہوں پر مغفرت اور اس کا فضل وکرم طلب کیا۔

اللہ کریم کی بارگاہ میں عرض کی کہ جس طرح ہمیں یہاں بلایا ہمارا سفر آسان کیا اسی طرح اپنے لطف وکرم سے باقی سفر اور معاملات کو بھی آسان فرمانا۔اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ شہر مکہ اور خانہ کعبہ سے جدائی میں آج طبیعت اداس تھی۔ہوٹل واپس آئے تو ناشتہ تیار تھا اور میری اہلیہ سمیت گروپ کی تمام خواتین اور حضرات ناشتہ کر رہے تھے۔ہمارے تین گروپ تھے اور سب کے لیے بس ایک ہی وقت میں ہوٹل کے سامنے گھنٹے بعد آ رہی تھی اس لیے حجاج تقریباً تیاری میں ہی تھے۔جن دو لڑکوں نے مہینہ بھر ہمیں کھانے کی سروس دی تھی ان کا بھی آج کام ختم ہو رہا تھا۔کچھ حاجی ان سے گلے ملے اور شکریہ ادا کرتے ہوئے ریال بھی دیے۔میں نے رات ہی طے کیا تھا کہ انہیں 50` 50 ریال دوں گا۔ناشتہ کے بعد میں بھی ان سے گلے ملا، ان کا شکریہ ادا کیا اور رقم ان کی جیب میں ڈال دی تو وہ خوش ہو گئے۔میس کی فریج میں سوفٹ ڈرنک پڑا تھا جسے منتظمین نے ایک ڈبے میں جمع کر لیا اور پروگرام تھا کہ مدینہ منورہ کے راستے میں یہ تقسیم کیا جائے گا۔اکثر حجاج نے ہوٹل قیام کے دوران آبِ زم زم کی بوتل پیکنگ کا اچھا خاصا سٹاک کر

لیا تھا اور ان کے بیگ اب ان بوتلوں سے بھرے ہوئے تھے۔ ان کا ارادہ تھا وہ مدینہ سے واپسی فلائٹ پر پاکستان لے جائیں گے۔ لعل جان کے پاس آبِ زم زم کی ان بوتلوں کا پورا کارٹن پڑا تھا جو ہم نے اٹھالیا اور بس کے سامان والے خانے میں رکھ دیا۔ جب سب حجاج اپنی اپنی بس میں سوار ہو چکے تو گنتی کا عمل شروع ہوا کہ کوئی رہ تو نہیں گیا۔ لعل جان کی طرف سے گنتی مکمل ہوئی تو ڈرائیور کو چلنے کا کہہ دیا گیا۔

✧✧✧

ہجرتِ نبویؐ کے دور اور سفر کا تصوّر

تصوّر کیجئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ سے مدینہ ہجرت کا کیا دور تھا۔اس دور کے کٹھن حالات جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو خطرات درپیش تھے۔ اللہ کے حکم سے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تھی۔وکی پیڈیا کے مطابق آپؐ نے 9 ستمبر 622 عیسوی کو ہجرت کا آغاز کیا۔تین دن تک جبل ثور پر غار میں رہے۔13 ستمبر 622 عیسوی کو مکہ کی حدود سے نکل کر یثرب کی طرف پیش قدمی کی۔آٹھ روز کی مسافت کے بعد 20 ستمبر 622 کو یثرب کے قریب قبا کے مقام پر پہنچے اور وہاں پانچ روز قیام کیا۔24 ستمبر 622 کو نماز جمعہ کے لیے تشریف لائے اور وہاں سے دوبارہ قبا واپس آ کر دس دن قیام کیا۔4 اکتوبر 622 عیسوی کو آپؐ یثرب منتقل ہوئے تو یثرب کو نیا نام مدینۃ النبی دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آج سے 1445 سال پہلے بے آب و گیاہ اور سنگلاخ پہاڑوں کے درمیان راستوں پر سفر کرتے ہوئے روایت کے مطابق 320 سے 350 کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اول یار غار آپؐ کے ساتھ تھے۔آپؐ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے گھر سے روانہ ہوئے۔ہجرت کے سفر میں بے شمار ایمان افروز واقعات رونما ہوئے جن سے تاریخ ہجرت مزین ہے۔آپؐ کی ہجرت کے سفر کا اختتام حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر پر جا کر ہوا جہاں آپؐ کی اونٹنی ٹھہری تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کا یہ سفر 53 سال کی عمر میں کیا۔نبوت و حیات کے باقی 10 سال مدینہ منورہ میں گذارے۔

موجودہ دور میں مکہ مدینہ کے درمیان جو ہائی وے تعمیر ہوئی ہے اس کا فاصلہ تقریبا

450 کلومیٹر عام طور پر بس کے ذریعے چار سے چھ گھنٹے میں طے ہوتا ہے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ کے درمیان جدید بلٹ ٹرین بھی چلتی ہے جو 300 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے دو گھنٹے میں یہ فاصلہ طے کرتی ہے۔ ہمارے گروپ کے کچھ نوجوان حجاج اپنے طور پر حج کی ادائیگی کے بعد دورانیہ مختصر کر کے ٹرین پر مدینہ منورہ گئے تھے۔ ہمیں اس لیے موقع نہیں ملا کہ گروپ کے ساتھ نقل و حرکت فائدے میں رہتی ہے۔ اگر ٹرین کا سفر کرنا ہو تو پھر مکہ و مدینہ آنے سے پہلے ہی ایسا پروگرام ترتیب دینا چاہیے۔

مکہ سے مدینہ کا یہ سفر عقیدت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر ہجرت کے مقابلے میں آج آرام دہ بس میں کتنا آسان سفر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرزمین پر ہمارے ایسے غلاموں کی موجودگی اور ایسی نقل و حرکت نعمتِ عظمیٰ ہے جس پر ہمیں اپنے مقدر پر رشک کرنا چاہیے۔

سفر میں درود و سلام کا ورد جاری رہا۔ حجاج چونکہ اس وقت کمروں میں سونے کے عادی ہو چکے تھے اس لیے معقول تعداد اونگھ رہی تھی۔ سعودی عرب کی ہائی ویز پر ملی جلی گاڑیاں محو سفر نظر آتی ہیں اور دور دور تک آبادی کا نشان نہیں تھا۔ بالآخر بسیں دائیں طرف واقع پارکنگ لاٹ میں رک گئیں جہاں شاندار مسجد موجود تھی۔ یہ ظہر کا وقت تھا اور یہاں نماز ادا کرنی تھی۔ ساتھ ہی وہیں قائم البیک فرائیڈ چکن سٹور پر فوڈ کا آرڈر بھی دے دیا گیا۔ اذان ظہر ہوئی تو مسجد میں ہی سب نے قیام کر لیا۔ خواتین بھی مسجد کے دوسری حصے میں بیٹھ گئیں۔ جب نماز کی ادائیگی کا وقت آیا تو وہی بحث کہ مسافر ہیں قصر پڑھیں گے جبکہ امام صاحب نے چار فرض کے ساتھ جماعت کرانی ہے۔ میں نے تو امام کے پیچھے ہی فرض پڑھ لیے۔ کچھ نے الگ سے قصر جماعت کا اہتمام کیا۔ گھنٹہ بھر قیام کے بعد فوڈ تیار ہوگئی تو سب کو سیٹوں پر بٹھا کر ڈبے دیے گئے۔ جو حجاج ہوٹل کے میس میں دبا کر کھانے کے عادی تھے ان کے لئے یہ خوراک اونٹ کے منہ میں زیرے کے مصداق تھی۔ کچھ حضرات نے بڑبڑاتے ہوئے کھا تو لیا مگر ان کا پیٹ ہرگز نہیں بھرا تھا۔ بس فراٹے بھرتے ہوئے محو سفر تھی۔ باہر گرمی تھی مگر اندر ایئر کنڈیشننگ میں کوئی پریشانی نہیں تھی۔

مدینۃ النبی: عقیدت وادب کی سرزمین

بالآخر سفر تمام ہوتا ہوا عقیدت میں ڈھلنا شروع ہو گیا جب مدینۃ النبی کے در و دیوار نظر آنے لگے۔ مدینہ منورہ دنیا کا واحد شہر ہے جسے اللہ کے محبوب نبیؐ نے یثرب سے مدینہ نام دیا اور بیماریوں کے گھر سے نیکیوں، خیر اور پاکیزگی کا مرکز بنا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مدینہ میں قیام کو اللہ نے اتنا پسند فرمایا کہ آپؐ کی ذات بابرکات پر قرآن کو مکمل، نبوت کی تکمیل اور آفاقی دین اسلام کو غالب فرما دیا۔ آپؐ کی قیادت اور رہنمائی میں کائنات کی مثالی ریاست اور معاشرہ اسی شہر مدینہ میں قائم ہوا۔

اللہ اور اس کے فرشتے آپؐ پر درود بھیجتے ہیں' ایمان والو تم بھی آپؐ پر درود وسلام بھیجو۔ اسی درود وسلام کے لیے حاضری کی تڑپ اور تمنا لیے ہم بھی مدینہ کی پاک حدود میں داخل ہو گئے۔ مکہ میں انکساری و عاجزی کی کیفیت مدینہ میں ادب وعقیدت میں ڈھل گئی۔ مجھے بڑی حیرت اور افسوس ہوتا ہے کہ جب ہمارے اکثر اُردو' پنجابی کے نعت لکھنے اور پڑھنے والے جب یثرب کا لفظ ابھی تک لکھتے بولتے یا پڑھتے ہیں۔ کئی سال پہلے ایک خاتون ہسپتال آئیں جب میں چونیاں ہاسپٹل کے ریڈیالوجی ڈیپارٹمنٹ میں جاب کر رہا تھا۔ اس کی 16 سال کی کمزور سی بیٹی ساتھ تھی وہ اس کا سینے کا ایکسرے کروانے آئی تھی کیونکہ وہ اکثر بیمار رہتی تھی۔ میں نے ڈاکٹر کی پرچی دیکھے بغیر بچی کا نام پوچھا تو اس نے نام یثرب بتایا۔ یہ سنتے ہی میں نے خاتون سے پوچھا: ''آپ کو علم ہے کہ یثرب لفظ کے کیا معنی ہیں''؟

اس نے نفی میں سر ہلایا تو میں نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مکہ سے

ہجرت سے پہلے مدینہ کا نام یثرب تھا اور آپؐ نے اسے مدینۃ النبی قرار دیا تھا۔ یوں یثرب لفظ متروک ہو گیا تھا۔ آپ جب بچی کا نام ہی ایسا رکھیں گی تو اسے بیماریاں ہی لاحق ہوں گی! سب سے پہلے اس کا نام تبدیل کریں پھر دیکھیں یہ انشاءاللہ تندرست ہو جائے گی۔

اسی طرح میں نعت خواں حضرات کو بھی ایسے اشعار پڑھنے سے روکنے کی سعی کر چکا ہوں جن میں یثرب استعمال ہوا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت و رفعت کے پیش نظر لکھے گئے ایسے اشعار اور نعتیں پڑھی جاتی ہیں جن میں آپؐ کو تو، تم اور تیرا سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ یہ بے ادبی اور جہالت ہے کہ اللہ رب العزت کے محبوب ترین نبیؐ جو کائنات کی عظیم ترین ہستی ہیں کے لیے آپ کی بجائے اس طرح کے عامیانہ الفاظ لکھے جائیں یا کہے جائیں۔

المیہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدحت میں نعت لکھنے والے اور پڑھنے والے اب اتنے کمرشل ہو گئے ہیں کہ مختلف طرز میں جو بھی ردیف قافیہ انہیں میسر ہو لکھ ڈالتے ہیں۔ اسی طرح کے پیشہ ور پڑھنے والے بھی میدان میں آ چکے ہیں۔ ایسے گمراہوں اور بے ادبوں کے لیے ہدایت کی دعا ہی کی جاسکتی ہے۔

✧✧✧

غلام رضا سے برسوں بعد ملاقات

مدینہ منورہ میں ہمارا قیام مسجد نبوی سے 100 میٹر فاصلے پر فائیو سٹار ہوٹل فرنٹل ہارحتیہ میں تھا۔شہر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کشادہ سڑکوں اور اشاروں پر رکتی اور چلتی بسیں ہمارے ہوٹل کے سامنے پارک ہوگئیں۔حجاج اترے اور پھر سامان کے حصول کا مرحلہ آیا۔ چونکہ کمروں کی الاٹمنٹ موقع پر ہی لعل جان نے کرنا تھی اس لیے گھنٹہ بھر لابی میں سامان سمیت بیٹھے رہے۔مدینہ منورہ میں آکر کمروں کی ترتیب بدل گئی تھی۔

لعل جان نے اپنے کمرے میں مجھے، رانا اشرف، خورشید خان اور فاروق صاحب کو شامل کیا تھا۔ میری اہلیہ ساتھ والے روم میں خواتین کے ساتھ تھیں۔عبداللہ اور عبدالرحمان کو ان کی والدہ کے ساتھ چار بیڈ والا کمرہ دے دیا گیا۔

ابھی ہوٹل میں تھے کہ غلام رضا کا فون آ گیا۔ غلام رضا کا تعلق گجرات سے ہے۔لاہور میں ان کی شادی ہوئی۔ان کی بیگم میری اہلیہ کی سکول دور کی دوست ہیں اور خاندانی تعلقات استوار ہیں۔غلام رضا سے پاکستان میں ملاقات ہو چکی تھی اور مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ان سے فون پر بات ہوتی رہتی تھی۔انہوں نے کہہ رکھا تھا کہ آپ جب مدینہ منورہ آئیں گے میں ضرور ملاقات کروں گا اور پانچ کلو عجوہ کھجور میری طرف سے تحفہ ہوں گی۔انہوں نے فون پر مجھ سے ہوٹل کا نام پوچھا اور لوکیشن کے بارے بھی۔ میں نے پوچھ کر بتایا کہ حرم کے گیٹ نمبر 33 کے بالکل سامنے ہے۔انہوں نے کمرے اور فلور کا بھی پوچھ کر کہا کہ میں آتا ہوں۔ان کے آنے کے چکر میں مجھے انتظار کرنا تھا۔ باقی سب حجاج حرم نبوی جا چکے تھے۔ یہی عالم میری اہلیہ کے کمرے میں تھا۔ وہ بھی

میرے ساتھ غلام رضا بھائی کا انتظار کرنے لگ گئی۔ مغرب کی نماز سے تھوڑا پہلے وہ ہوٹل میں آئے۔ انہیں پہنچنے میں گھنٹہ ڈیڑھ اس لیے لگ گیا کہ وہ ہمارے ہوٹل کی لوکیشن حرم کے بیرونی گیٹ کی بجائے حرم نبوی کے گیٹ نمبر کے حساب سے تلاش کرتے کہیں اور نکل گئے۔

بہرحال ان سے کمرے میں ملاقات ہوئی تو وہ کھجوروں کے پیکٹ ساتھ لائے تھے۔ میں نے کہا: ''اتنی کیا جلدی تھی ابھی تو ہم ہفتہ 10 دن یہاں پر ہی ہیں''۔ کہنے لگے: ''کام کے سلسلہ میں کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ ملاقات کا موقعہ دوبارہ مل سکے۔ اس لیے میں چاہتا تھا کہ آج ہی یہ وعدہ پورا کر دیا جائے''۔ ہم نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ کچھ کھا پی لیں مگر وہ باہر سے کھانے پینے کے معاملات میں خاصے سخت واقع ہوئے ہیں۔ دوبارہ ملنے کے وعدہ پر وہ رخصت ہوئے۔ جاتے ہوئے کہنے لگے: ''یہاں تو ہماری فیملی اور دوستوں میں سے کوئی قسمت سے ہی آتا ہے۔ اس لیے آپ کے آنے کا سن کر خوشی تھی''۔ غلام رضا گذشتہ دو سال سے پاکستان نہیں جا سکے تھے کہ کرونا کی پابندیوں سے ملازمت اور فلائٹس کا نظام الٹ پلٹ ہو کر رہ گیا تھا۔

✧✧✧

مسجد نبوی: ادب کا اعلیٰ مقام آیا

اہلیہ کے ہمراہ ہوٹل سے نکلے اور سڑک پار کرنے کے بعد حرم نبویؐ میں داخل ہو گئے۔ مغرب کا وقت تھا۔ چونکہ مسجد میں خواتین کے لیے داخلہ باب علی مشرق کی طرف جا رہے تو وہاں تک اہلیہ کو چھوڑا اور خود 16 نمبر گیٹ سے سلام کہتے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔

اندر کا ماحول، پاکیزگی اور کیفیت لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ یہ سب قبولیت اور بلاوے کی بات ہے کہ ہم ایسے گنہگار اس گنبد خضرا کے سائے میں آئے ہیں۔ جس کی تمنا سالوں سے تھی اور پاکستان کے علاوہ کینیڈا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کی محافل میں یہ خواہش اور تڑپ مچلتی رہتی تھی۔ حضور رحمت اللعالمینؐ سے محبت، لگاؤ اور تعلق کا ہر ایک کا اپنا انداز ہے۔ بعض مسلمان عمرہ یا حج پر آ کر مدینہ منورہ صرف اس نیت سے آتے ہیں کہ وہ مسجد نبوی میں نماز ادا کریں لیکن یہاں آنے کا مقصد تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در اقدس پر حاضری وسلام ہے۔ مدینہ منورہ اور مسجد نبوی تو حضورؐ کی وجہ سے ہی ہیں۔ اس کائنات میں پیارے نبی اخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تو ہیں جن سے اللہ محبت رکھتا ہے اور سلام بھی بھیجتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے بغیر تو مسلمان کا ایمان ہی مکمل نہیں ہوتا۔

عشاق کے لیے مسجد نبوی اور در رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر اس کائنات میں ادب کے لحاظ سے کوئی مقام نہیں۔ حضور نبی کریمؐ کا فرمان ہے کہ مسجد نبوی میں نماز کا ثواب عام مساجد کی نسبت ہزار گنا زیادہ ہے' سوائے مسجد الحرام جہاں نماز کا

ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ مسجد نبوی کے اندر کا سکوت، پاکیزگی اور زوفشانی آپ کے قلب ونظر کی کیفیت بدل دیتی ہے۔ آپؐ کا روضہ مبارک تو ابھی بہت آگے تھا لیکن یہ ساری عمارت اور صحن بلکہ شہر آپؐ ہی کے نور سے نیر وتاباں ہیں۔ آپ جس کونے میں بیٹھ جائیں یا کھڑے ہو جائیں آپ کا تصور اور کیفیت بتائے گی کہ آپ بارگاہِ رسالت مابؐ اور دنیا کی سب سے بڑی ادب گاہ میں حاضر ہو چکے ہیں۔

یہ وہ مقام ہے جہاں محبت اور ادب یکجا ہو جاتے ہیں اور بات وارفتگی تک پہنچتی ہے۔ نماز اور نوافل کی ادائیگی کے بعد دعا سلام کے نذرانے سے اپنے یہاں بلائے جانے کے شکرانے سے التجاؤں تک بات پہنچی تو آنکھیں بھی نم ہوگئیں۔ یہ دعا ختم ہوئی اور واپس ہوٹل آنے کا مختصر پیدل سفر ایسا تھا کہ جیسے منزل مل گئی ہو، بے قراری کو قرار آ گیا ہو اور سارے منظر ڈھل کر حسین ہو گئے ہوں۔ اگر ایسی تطہیر نہ ہو تو پھر یہاں آنے کی قبولیت کہاں سے ملے گی؟ آپؐ ہی تو وہ ہستی ہیں اور یہ وہ مقام اولیٰ ہے جہاں سے آگہی و ہدایت، محبت واخوت، انسانیت، ایثار اور قربانی کے تمام چشمے پھوٹتے ہیں۔ یہی سرزمین تو جنت کا ٹکڑا ہے اور جنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت سے مشروط ہے۔

✧✧✧

مدینہ میں کھانے پینے کا ماحول

مکہ مکرمہ میں اور ماحول بنا ہوا تھا۔ یہاں پر بھی منتظمین اور کاموں میں الجھے رہے لیکن کوئی بریفنگ اور رہنمائی کا اہتمام نہیں تھا۔ جو خواتین و حضرات پہلے یہاں عمرہ و حج پر آ چکے تھے ان میں سے کچھ نئے حجاج کی رہنمائی یا مدد کر دیتے تھے۔ کرونا کی وجہ سے عائد پابندیوں کے اٹھائے جانے کے بعد مکہ اور مدینہ میں کیا صورتحال ہو گی اس بارے ظاہر ہے منتظمین کو اطلاعات تو ہوں گی مگر وہ گروپ کے حجاج کو اپ ڈیٹ کرنے کے معاملہ میں لاپرواہی اور بخل سے کام لیتے رہے۔

یہاں ریاض الجنہ میں آن لائن ایپ کے ذریعے بکنگ کے بغیر داخلہ ممکن نہیں تھا۔ اس بارے میں بتا دیا گیا تھا کہ جیسے ہی بکنگ میں تاریخ اور وقت ملے گا آگاہ کر دیا جائے گا۔ یہ بکنگ بھی قسطوں میں ہو رہی تھی۔ آج مدینہ منورہ میں ہمارا پہلا ڈنر تھا۔ ہوٹل کی پہلی منزل پر میس کی جگہ تھی۔ مکہ کی نسبت یہاں بیٹھنے کی گنجائش کم تھی۔ پہلے آیئے پہلے کھایئے کی بنیاد پر کام چل رہا تھا۔ یہاں پر کھانا بہت لائٹ ٹیسٹ تھا اور سبھی نے پیٹ بھر کر اس لیے کھایا کہ دوپہر میں حجاج کو صرف البیک ملا تھا اور اس خوراک سے بہت سارے حضرات کی تسلی نہیں ہوئی تھی۔ کھانا ویسے تو بوفے ہی تھا مگر تین افراد چمچ پکڑ کر حجاج کی پلیٹ میں حسبِ طلب کھانا ڈال کر دینے کی ڈیوٹی پر تھے۔

ہمارے گروپ کے حجاج مکہ مکرمہ میں کھانا اور ڈرنکس اپنے کمروں میں بھی آزادی سے لے جاتے تھے یہاں پر کچھ نے ڈرنکس لے جانے کی کوشش کی تو ایک بھاری بھرکم

شخص حلیے سے پاکستانی معلوم ہوتا تھا روک کر کہنے لگا کہ آپ میس سے باہر ڈرنکس نہیں لے جا سکتے۔ اس پر تو تکار شروع ہوئی۔ منتظمین نے مداخلت کر کے اس شخص کو منع کر دیا کہ وہ اس طرح چائے یا بوتل لے جانے والے کسی حاجی کو نہ روکیں۔ لعل جان نے میرے استفسار پر بتایا کہ یہ شخص خواہ مخواہ فوڈ سپلائر کا مددگار بنا ہوا ہے۔ اب اسے سختی سے منع کر دیا ہے کہ وہ ایسی حرکت نہ کرے۔

کھانے کے بعد حرم میں نمازِ عشاء ادا کی۔ مسجد نبوی میں رات کے وقت روشنی میں دل فریب نظارے ہوتے ہیں۔ انسان ٹھنڈک اور سکون کا احساس کے گھیرے میں آ جاتا ہے۔ مسجد نبوی میں رات کے وقت صحن اور گرد و نواح میں عشاق چلتے پھرتے، بیٹھے اور لیٹے پائے جاتے ہیں۔ خدام صفائی کا کام کرتے رہتے ہیں۔ اس فائیو سٹار ہوٹل میں ہمارے گروپ کے علاوہ بہت سارے ممالک کے حجاج اور عمرہ زائرین رہائش پذیر تھے مگر پاکستانیوں کی کثرت تھی۔

لعل جان مکہ سے روانہ ہوتے وقت آبِ زم زم کی بوتلوں کا جو کارٹن ساتھ لائے تھے کمرے میں موجود تھا۔ یہاں پر جی بھر کر پیتے رہے لیکن مسجد نبوی کے اندر بھی کولرز میں آبِ زم زم دستیاب تھا۔

عابد ورک سے لابی میں اگلے دن ملاقات ہوئی تو میں نے پوچھا آپ کا کمرہ کون سے فلور پر ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ اپنے پرانے ساتھیوں کے ساتھ ہے جو مکہ مکرمہ میں ہی پورے ٹور کے کھانے پینے کی رقم واپس لے چکے تھے اور ظاہر ہے مدینہ میں بھی کھانا باہر سے کھا رہے تھے۔ یہاں مجھے اہلیہ کی فکر نہیں تھی کیونکہ ان کا دیگر خواتین کے ساتھ تہجد اور نمازِ فجر بلکہ تمام نمازوں کے لیے گروپ بن چکا تھا۔ فجر کی نماز مسجد نبوی میں روح پرور تلاوت کے ساتھ پڑھی تو ایمان تازہ ہو گیا۔ دعا میں اپنے والدین بالخصوص گھر والوں، عزیز و اقارب اور دوستوں کو یاد کیا اور ان کے لیے فرداً فرداً صحت و تندرستی، خیر و برکت اور کامیابیوں کی التجا شامل کی۔

عابد کو میں نے کہا: ''میں نے ابھی روضہ اقدسؐ پر سلام کی سعادت حاصل نہیں کی اس کے لیے کون سا وقت موزوں ہوگا''؟ اس نے کہا: ہر نماز کے بعد زائرین باب الاسلام سے داخل ہوکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضہ انور کی زیارت کرتے ہوئے سلام پیش کرتے ہیں لیکن اس کے لیے قطار لمبی ہوتی ہے سیکیورٹی روکے بھی رکھتی ہے۔ہم نے ظہر کے وقت کا پروگرام طے کیا اور جنوب میں مسجد نبوی کے دروازہ جو باب الاسلام کے قریب تر ہے کے پاس جگہ ڈھونڈ کر جماعت سے پہلے بیٹھ گئے۔ پروگرام یہ تھا کہ جیسے ہی نماز ختم ہوگی ہم وہاں سے باہر آ کر اس قطار میں کھڑے ہوجائیں گے جو روضہ اقدس پر سلام کے لیے فوراً شروع ہوجاتی ہے۔

✧✧✧

درِ نبیؐ پر حاضری وسلام کا شرف

جیسے ہی نمازِ ظہر کی جماعت ختم ہوئی عابد نے مجھے کہا چلو جلدی سے باہر نکلو۔ ہم سے پہلے وہ لوگ جو باہر صحن میں نماز ادا کر رہے تھے سلام کے لیے لائن میں کھڑے ہو چکے تھے۔ ہم بھی جلدی جلدی اس قطار کا حصہ بن گئے۔ باب الاسلام کھلا تو قطار میں حرکت آنا شروع ہوگئی اور شمع رسالت کے پروانے، عاشقانِ مصطفیٰ درود وسلام کے نذرانے پیش کرنے کے لیے بے تاب قطار میں بڑھتے چلے گئے۔ ایسے خوش نصیبوں میں آج ہم بھی شامل تھے۔ اپنے مقدر پر رشک آ رہا تھا کہ اللہ کے گھر کی حاضری کے بعد اس کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے در اقدس پر سلام کے لیے منتخب کر لیے گئے ہیں۔ عشاق کا ایک جم غفیر قطار کی صورت میں باب اسلام کے اندر در رسولؐ پر سلام وحاضری کے لیے داخل ہو چکا تھا جس کا ہم بھی حصہ تھے۔ اعلیٰ وعرفہ مقام جس کی آج تک ہم تصویریں دیکھ کر یہاں آنے کی تمنا کرتے رہے وہ خواب اور خواہش تعبیر و تکمیل کو پہنچ رہی تھی۔ روضہ اقدس کا ایک ایک انچ بقعہ نور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادب و احترام اور معرفت وعظمت کا آئینہ دار تھا۔ بہت سے ایسے تھے جن کے ہاتھوں موبائل فون سے ویڈیو بن رہی تھی اور سیلفی لینے کی کوشش میں تھے۔ کئی تو لائیو جا چکے تھے یا پھر واٹس ایپ پر دوسری طرف اپنے گھر والوں کو یہ منظر دکھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ یقیناً اس سے بڑی بے ادبی اور خرافات نہیں ہوسکتی کہ آپ سردار الانبیاء، اللہ کے محبوب کریم نبیؐ کے دربار اقدس پر آئے ہیں اور آپ کی توجہ ایسے کاموں میں بٹ چکی ہے۔ اس عمل سے یہاں موجود دیگر عشاق کی یکسوئی اور ادب کی کیفیت کس طرح متاثر ہوتی

ہے کاش انہیں یہ احساس ہو جائے۔ مگر لگتا یہی ہے کہ یہ سلسلہ رکنے کی بجائے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ مسجد نبوی کے اس حصہ میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا روضہ اقدس ہے داخلہ کے وقت مسنون ہے کہ یہ دعا پڑھی جائے:

(ترجمہ) ''اے اللہ کریم! درود بھیج ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اور ان کی آل پر۔ اے اللہ میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اے اللہ آج کے دن مجھے اپنی طرف متوجہ ہونے والوں میں سب سے زیادہ توجہ کرنے والا بنا لے۔ اپنا قرب حاصل کرنے والوں میں مجھے سب سے زیادہ قریب بنا لے اور مجھے ان لوگوں سے زیادہ کامیاب کر جنہوں نے تجھ سے دعا کی اور جو تیری رضا کے طالب ہوئے''۔

ریاض الجنہ کے گیٹ کے بعد روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنہری جالیاں ہیں۔ جہاں آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح مدفون ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کا سر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سینہ مبارک کے برابر میں اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ کے برابر ہے۔

روایت کے مطابق یہاں پر ایک قبر کے لیے جگہ محفوظ پائی گئی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے۔ پہلی جالی جہاں آپؐ پیکر حسن و نور سیّد المرسلین کا روضہ انور ہے کے سامنے آتے ہی الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ درود و سلام کی صورت میں وردِ زباں ہوا۔ ہم اس نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے جن پر اللہ رب العزت خود اور ان کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اپنے والدین کی طرف سے بالخصوص، جملہ عزیز و اقارب اور دوستوں جنہوں نے خواہش کی تھی کا سلام عرض کیا۔ اس مقام پر رش کی وجہ سے زیادہ دیر کھڑا ہونا ممکن نہیں تھا۔ ایک آدھ منٹ

رکنے کا مطلب یہ ہے کہ قطار میں کھڑے دوسرے عشاق کی دھکم پیل، نظم ونسق اور ادب کے خلاف چلی جاتی ہے۔ دیوبند مکتبہ فکر کے عاشقان رسول مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں یہاں درِرسولؐ پر حاضر ہوکران پر حاضر وناظر جان کر درود پڑھنا جائز ہے بالکل ایسے ہی جیسے آپؐ سرکار مزار پرانوار میں سن رہے ہیں اور روایت یہ ہے کہ آپؐ سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

اس کے ساتھ اہل سنت کے دیگر مکتبہ فکر جن میں امام احمد رضا خان بریلوی کے پیروکار شامل ہیں یہ عقیدہ اور یقین رکھتے ہیں کہ آپؐ دور ونزدیک سے سننے والے ہیں۔ روضہ رسولؐ پر حاضری اور بنفس نفیس درود وسلام پیش کرنے ایسی سعادت اور خوش بختی کوئی ہو ہی نہیں سکتی لیکن آپؐ پر دنیا کے کسی کونے سے دن اور رات کے کسی حصے میں امتی کا درود وسلام آپؐ تک پہنچتا ہے اور آپؐ اسے سنتے بھی ہیں

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

روایت ہے کہ آپؐ پر درود وسلام بھیجنا ایسی عبادت ہے جو فوراً قبول ہوتی ہے اور کسی شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

حضرت واصف علی واصفؒ سے کسی نے پوچھا: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زندہ ہیں یا پردہ فرما گئے ہیں''؟ انہوں نے کہا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر دن اور رات میں ہمہ وقت درود وسلام بھیجا جارہا ہے جسے آپؐ سنتے ہیں اور آپؐ تک پہنچتا بھی ہے۔ زندہ نبیؐ ہیں تو یہ لامحدود سلسلہ درود وسلام جاری وساری ہے''۔ شافعِ محشر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادب سے متعلق سوال پر واصف علی واصفؒ نے کہا تھا: ''جو شخص کسی طور آپؐ کے ادب میں کمی کرتا ہے اس کے ساتھ کھانا تو کیا اسے دیکھنا بھی منع ہے''۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادب کا ذکر آتے ہی مجھے چھانگا مانگا کے معروف شاعر یعقوب پرواز کے زبان زد عام شعر یاد آجاتے ہیں۔

جس طرح ملتے ہیں لب نام محمدؐ کے سبب
کاش ہم مل جائیں سب نام محمدؐ کے سبب
تھا کہاں پہلے ہمیں حفظ مراتب کا لحاظ
ہم نے سیکھا ہے ادب نام محمدؐ کے سبب

درِرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حاضر ہوکر یہ دعا بھی دل سے نکلتی ہے کہ نبی کریمؐ کی اطاعت ومحبت کے دعوے داروں اوران کی تعظیم وادب میں سبقت لے جانے والوں کی اللہ تعالیٰ کے ہاں خیر وسلامتی ہو۔آپؐ پر درودوسلام کے لیے جومختصر وقت ملااس کے بعد آپؐ کے نائبین حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ پر سلام بھیجنے کے بعد عظیم حاضری کی شادمانی کے ساتھ باہر نکل آئے۔یوں محسوس ہورہا تھا روح سرشاراور معطر ہوگئی ہے۔زندگی کا عظیم مقصد پورا ہوگیا ہے۔باب بقیع سے نکل کر سبز گنبد پر دیر تک نظر جمائے رکھی کہ یہ وہی سبز گنبد ہے جس کی تصاویر اور ویڈیو دیکھ کر ادب ومحبت ہمارے اندر تڑپ بن جاتی تھی آج حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔

جیسے کعبۃ اللہ کو دیکھ کر نظروں کی پیاس نہیں بجھتی اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضہ اطہر کے گنبد کو جتنی دیر تکتے رہیں قلب ونظر کا گداز بڑھتا رہے گا۔

✧ ✧ ✧

عبدالغفار عمران اور کشمیری بزرگ سے ملاقات

شام کے وقت حاجی عبدالغفار عمران نے ہمیں ملنے آنا تھا۔عبدالغفار عمران جب ہائی سکول چونیاں میں طالب علم تھے تب سے ہمارا تعلق ہے۔ وہ ہمارے میگزین ’’ساحل رنگ‘‘ کے لیے لکھا کرتے تھے۔ صحافت میں وہ ہمارے شاگرد تھے۔ عبدالغفار عمران نے ایک پرائیویٹ سکول بھی شروع کیا۔خود سے کمپیوٹر چلانے کی مہارت حاصل کی۔ایک دن اخبار میں اشتہار دیکھ کر وہ راولپنڈی پہنچ گئے۔ جہاں مدینہ منورہ کے لیے ڈیٹا انٹری آپریٹر کی ملازمت کے انٹرویو ہو رہے تھے۔ٹیسٹ وغیرہ دینے کے بعد آفس کے مینیجر نے انہیں ایک لاکھ روپیہ جمع کروانے کو کہا۔ان کے پاس یہ رقم ہرگز نہیں تھی۔مینیجر سے قصور شہر کے حوالے سے ان کی راہ و رسم نکل آئی تو انہوں نے وعدہ کر لیا کہ وہ 50 ہزار جمع کروا دیں گے۔عبدالغفار عمران کی خوش قسمتی کہ یہ ملازمت انہیں مل گئی اور ان کا ویزہ بھی لگ گیا۔ان کی فیملی کے وسائل محدود تھے مگر رقم کا بندوبست ہو گیا اور وہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

کئی سال سے ان کی ملازمت جاری ہے۔ اس دوران ان کی فرم کو کئی مرتبہ کانٹریکٹ ملا مگر وہ اپنی سیٹ پر موجود رہے۔ اپنے مدینہ منورہ میں قیام کے دوران انہوں نے نہ صرف خود حج وعمرے کیے بلکہ اپنے والدین سمیت فیملی لیے حج وعمرہ کا اہتمام کیا۔اپنے دوستوں اور اہل شہر جو مدینہ منورہ حج عمرہ کے سلسلے میں آتے رہے ہیں کی حسب توفیق خدمت کرتے ہیں۔ ہماری مدینہ منورہ میں آمد پر عبدالغفار عمران بہت خوش اور پر جوش تھے۔ میں نے انہیں فرمائش کی کہ آتے ہوئے میرے لیے کوئی

پلاسٹک کی خالی بالٹی (برتن) لیتے آنا کیونکہ میرے پاؤں کی سوجن ختم نہیں ہوئی اور میں گرم پانی میں نمک ڈال کر پاؤں رکھ کر بیٹھنا چاہتا تھا۔ یہ ایک ٹوٹکا تھا جو میں کئی دفعہ پہلے آزما چکا تھا۔مغرب کی نماز سے تھوڑا پہلے عبدالغفار عمران کی آمد ہوئی۔ پلاسٹک کا برتن بھی لائے تھے۔ساتھ میں جوس اور پھل لے کر آئے جو ہم نے شکریہ کے ساتھ رکھ لئے۔

ہم نے اکٹھے مسجد نبوی میں نمازِ مغرب ادا کی۔ دیگر ساتھی جن میں عابد ورک اور سلیم خان بھی شامل تھے نماز کی ادائیگی کے بعد بیرونی صحن حرم میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ ایک بزرگ پاس آ کر پوچھنے لگے: ''کیا نماز ہوگئی''؟ ہم نے کہا: ''نماز ہوگئی ہے آپ لیٹ ہیں''۔ وہ کہنے لگے: ''ہم آج ہی تھوڑی دیر پہلے یہاں پہنچے ہیں اور نماز کے اوقات کا علم نہیں تھا''۔

ہم نے پوچھا: ''آپ کہاں سے آئے ہیں''؟

''پہل گام مقبوضہ کشمیر سے آئے ہیں''۔ بزرگ نے دھیمے اور دکھی لہجے میں جواب دیا تو ہم مزید متوجہ ہوگئے۔ حاجی سلیم خان نے ان کا نام پوچھ لیا تو انہوں نے مقبول حسین بتایا۔ہم نے انہیں اپنے مزید قریب جگہ دی اور پوچھا: ''آپ کے ہاں کیا حالات ہیں کچھ بہتری آئی ہے یا اسی طرح بھارتی ظلم و جبر جاری ہے''؟ اس سوال پر بزرگ مقبول حسین آبدیدہ ہو گئے اور کہنے لگے: ''ہم بہت برے حالات میں ہیں ہمارے لیے دعا کریں۔ پاکستان ہمارا وطن ہے اور ہم آزادی کے لیے جدوجہد میں بہت مشکلات جھیل رہے ہیں''۔ سلیم خان نے انہیں گلے لگا لیا۔تسلی دی کہ ہم آپ کا دکھ سمجھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں اللہ آپ کی مشکلات دور کرے اور آزادی کی نعمت عطا کرے۔

کشمیری بزرگ مقبول حسین ہم سے اجازت لے کر رخصت ہوئے کہ وہ نماز ادا کر لیں۔ہم بہت افسردہ تھے اور ہماری دعا تھی کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے صدقے ان کشمیری بھائیوں کی مدد فرمائے۔

کھانے کا وقت تھا میں نے عبدالغفار عمران کو ساتھ لیا اور میس چلے آئے۔ میں نے انہیں کھانے کی دعوت دی تو وہ پہلے ہچکچائے مگر پھر قبول کر لی۔ ہمارے ساتھ انہوں نے ڈنر کیا اور عشاء کی نماز پھر ہم نے اکٹھے حرم نبوی میں ادا کی۔ نماز کے بعد عبدالغفار عمران نے اجازت چاہی اور دوبارہ آنے کا کہہ کر رخصت ہو گئے۔

کمرہ میں خورشید خان کو میں نے پلان بتایا کہ آپ کی دوا سے تو میرے پاؤں کی سوجن کو فرق نہیں پڑا اس لیے اب گرم پانی میں نمک ڈال کر پاؤں رکھے جائیں گے شاید بہتری آجائے۔ انہوں نے اس ٹوٹکے سے اتفاق کیا۔

رانا اشرف اس دوران کمرے میں وارد ہو گئے مجھے بالٹی میں پاؤں رکھے دیکھ کر پوچھنے لگے: ''ایہہ کیہ ڈرامہ ہور ہیا اے''؟ میں نے جواب دیا: ''رانا صاحب تھیراپی ہو رہی ہے''۔ ''ٹھیک ہے جی جو مرضی کرو لیکن لائٹ بند کر دیو''۔ یہ کہتے ہوئے رانا بستر پر دراز ہو گئے۔ اس ہوٹل کا مسئلہ یہ تھا کہ کارڈ کے ساتھ کمرے کی لائٹ آن ہوتی تھی۔ داخلی دروازہ کے ساتھ ہی باتھ روم تھا اس لیے ہم باتھ روم کی لائٹ آن کر کے رکھتے تھے اور کمرے کی لائٹ آف کر دیتے تھے۔ اگر کوئی باتھ روم کی لائٹ آف کر دیتا تھا تو کمرے کی لائٹ خود بخود آف ہو جاتی تھی۔ میں نے پوچھا: ''رانا صاحب خیر ہے کچھ پریشان لگ رہے ہیں''؟ ''کہنے لگے: یار وہ میرا داماد اپنے والد کے ساتھ ادھر مدینہ شریف ہمارے پاس آ رہا ہے اس کی رہائش کی پریشانی ہے''۔ میں نے کہا: ''اس میں پریشانی کیا ہے وہ اپنی رہائش کا بندوبست کر لیں گے''۔ رانا صاحب کہنے لگے اس ہوٹل میں کمرے کا کرایہ بہت زیادہ ہے کچھ سمجھ نہیں آ رہی؟

بعد میں خواتین کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ رانا صاحب کی بیگم نے ان پر دباؤ ڈالا تھا کہ وہ ان باپ بیٹے کے لیے اسی ہوٹل میں کمرہ بک کروائیں کیونکہ داماد اور اس کے باپ کی عزت کے لئے انہیں ٹھہرانا ہماری ذمہ داری ہے۔

اس بات پر رانا صاحب اضطراب میں تھے کہ اس فائیو سٹار ہوٹل میں 400 ریال یومیہ کا کمرہ لینے سے ان کی جیب پر قینچیاں چل جائیں گی۔ یہاں مکہ مکرمہ والے ہوٹل کی سہولت دستیاب نہیں تھی جہاں ہمارے کمرے میں انہوں نے داماد کو ٹھہرائے رکھا تھا۔ یہ بھی کہتے تھے کہ وہ تو باہر کمرہ بک کر رہا تھا مگر میں نے منع کر دیا اور ہمارے ساتھ ٹھہرنے پر اصرار کیا تھا۔

رانا صاحب کو سگریٹ پینے کے علاوہ متعدد بار چائے پینے کی بھی عادت تھی۔ کھانے کے لیے میس ایریا میں مکہ مکرمہ کی طرز پر 24 گھنٹے والے چائے پانی کا یہاں اہتمام نہیں تھا۔ اس لیے وہ کھانے کے دوران وہاں سے دودھ، چائے اور چینی اٹھا لاتے اور پھر کمرے میں جب دل چاہتا چائے کا کپ بنا کر پی لیتے تھے۔

✧✧✧

اگر آپ کی نبی کریمؐ سے ملاقات ہو تو؟

نمازِ فجر کے لیے بیداری اور جماعت کے ساتھ مسجد نبوی میں ادائیگی کی سعادت حاصل کی۔ عابد اور خورشید خان کے ساتھ نماز کے بعد روضہ اقدسؐ پر سلام کے لیے قطار میں کھڑے ہو گئے۔کل آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے در پر حاضری اور سلام کے بعد دل مچل رہا تھا کہ بار بار حاضری وسلام کیا جائے۔ اسی لیے فجر میں بھی جنوبی بیرونی دروازہ کے ساتھ جگہ حاصل کر لی تھی۔ ایک مرتبہ پھر آپؐ کے حضور ادب و عاجزی کے ساتھ حاضری اور درود وسلام کی سعادت حاصل ہوئی۔نور اور پاکیزگی کے احساس سے لبریز شادمان باب البقیع سے باہر آئے تو سبز گنبد پر نظریں جمائے کچھ دیر کھڑے رہے۔

رب العالمین اور رحمت العالمین دونوں اس مقدس جگہ پر موجود ہیں اور یہاں بلائے گئے ایمان والوں پر فضل وکرم کی بارش جاری رہتی ہے۔اس خوش قسمت سرزمین پر بے شک خوش بخت ہی بلائے جاتے ہیں۔سوال ہوا فرض کریں آپ کی ملاقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہو تو آپ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کیا عرض کریں گے؟ یہ سوال سننے والے اہل ایمان چونکے اور تصور میں اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے پایا اور اس کے بعد کچھ کہنا چاہا لیکن کچھ کہہ نہ سکے۔ زبان نے ساتھ ہی نہیں دیا۔فرط جذبات اور ادب و وارفتگی سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت اور وابستگی کا حسن بھی یہی ہے کہ آپؐ سامنے ہوں۔آپؐ کے ادب میں زبان سے ایک لفظ بھی ادا کرنے کے لیے بن نہ پائے اور روح سرشار ہو کر معلق ہو جائے۔ اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمنوں کا

ہدف بھی یہ غیر مشروط محبت بھرا ایمان ہے جس پر چوٹ کے لیے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں گستاخی کے بہانے تراشتے ہیں۔لیکن انہیں کیا خبر کہ ان کی ایسی ہر حرکت سے آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان وعظمت اور محبت وعقیدت ایمان والوں کے دلوں میں پہلے سے زیادہ پر جوش ہو جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت واتباع کے سلسلے ہر عاشق کے دل اور ایمان میں سلامت اور پائندہ رکھے۔

✧✧✧

مسجد نبوی کے قدیمی حصے میں نمازِ عصر

ناشتے پر دیگر احباب سے ملاقات ہوئی۔ رانا اشرف بھی وہیں تھے میں نے جگہ پا کران کی ٹیبل پر ناشتہ رکھ لیا۔ میں نے پوچھا: ''کیا بنا رانا صاحب آپ کے مہمانوں کی رہائش کا''؟ ''ابھی کوشش کر رہے ہیں اس ہوٹل میں تو جگہ ہی نہیں''۔ انہوں نے بجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ میں نے تسلی دیتے ہوئے کہا: ''اللہ بہتری کرے گا آپ کوشش کرتے رہیں''۔

دوبارہ سونے سے پہلے میں نے اپنے پاؤں کی گرم پانی اور نمک سے تھراپی کی اور نمازِ ظہر کا الارم لگا کر بستر پر دراز ہو گیا۔ نمازِ ظہر کے لیے عابد ورک کا واٹس ایپ پر فون آیا کہ وہ میرا لابی میں انتظار کر رہا ہے۔ مسجد نبوی میں نماز کے بعد پروگرام تھا کہ ہم مسجد کے قدیمی حصے میں جگہ حاصل کریں گے اور وہاں جگہ کے لیے بھی پہلے آیئے پہلے پایئے کی بنیاد پر کوشش کرنا پڑتی ہے۔ باب ابوبکر صدیقؓ سے زیادہ زائرین ہونے پر سیکیورٹی اہلکار راستہ بند کر دیتے ہیں۔ یہ جگہ ممبر رسول کے بالکل دائیں جانب تھی۔ ہم سے پہلے بہت سے زائرین وہاں موجود تھے لیکن پھر بھی ہمیں درمیان میں جگہ مل گئی۔ اس جگہ سے اذان کا چبوترا اور امام صاحب کی جگہ ہمارے بائیں جانب واضح تھی۔ وہاں بیٹھے درود وسلام اور تلاوت قرآن کے سلسلے جاری تھے۔ عابد ورک اپنی ابتدائی ذاتی زندگی کے واقعات کے ساتھ اپنی والدہ مرحومہ کا ذکر کرتے ہوتے آبدیدہ ہو گیا۔

اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مکہ میں ابتدائی زندگی کے باب کا ذکر بھی کیا

جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امانت وصداقت، راست بازی اور آپؐ کے رعب اور دبدبے کی مثال موجود تھی۔قصہ کچھ یوں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا سردار ابوجہل نے کسی مسافر بیوپاری سے اونٹ خریدے اور سودے کے مطابق طے شدہ رقم کی ادائیگی میں بہانے تراش رہا تھا۔اس شخص نے تنگ آکر قرب وجوار میں بہت سے لوگوں سے دریافت کیا کہ کوئی ایسا شخص ہے جو ابوجہل پر اثر ورسوخ استعمال کر کے میری ادائیگی کروا دے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کی یہ ابتدائی دن تھے اور اہل مکہ آپؐ کے دعویٰ نبوت کا مذاق بھی اڑاتے تھے جن میں ابوجہل سرفہرست تھا۔ لوگوں نے ازراہ مذاق مشورہ دیا ہے کہ وہ دادرسی کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس چلا جائے۔اس مشورہ کا مقصد یہ تھا کہ ابوجہل جو رقم نہ دینے کے موڈ میں تھا جب وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی انکار کرے گا اور کچھ باتیں سنائے گا تو انہیں ماحول کا مزہ آئے گا۔ جب وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا اور اس کا معاملہ سننے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود اس کے حق کے لیے سردار ابوجہل کے پاس تشریف لے گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''اس شخص کی رقم ادا کریں جو اس کا حق ہے''۔اللہ رب العزت کی مہربانی سے ابوجہل کو انکار کی جرأت نہ ہوسکی اور بلا تامل اس کی طے شدہ رقم ادا کر دی۔ہم بہت آہستہ زبان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت کا یہ روشن پہلو سنا اور سن رہے تھے۔ایک ایسی مقدس جگہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدنی زندگی کے 10 سال گذرے تھے یہ بھی آپ کے اوصاف حمیدہ کا ذکر خیر تھا۔

✧✧✧

بھارتی نوجوان سے ''بحث''

سبھی عقیدت مند زائرین ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر بیٹھے اذان اور نمازِ عصر کا انتظار کر رہے تھے۔ اس دوران پیچھے سے ایک نوجوان چھوٹی داڑھی اور سر پر ٹوپی پہنے آیا اور جہاں میرے پاؤں تھے وہاں گھس کر بیٹھنے کی کوشش کی۔ میں اس حرکت پر بڑا حیران ہوا۔ میں نے اسے ٹوکا کیا کر رہے ہو؟ جب یہاں جگہ نہیں ہے تو کیوں زبردستی گھس رہے ہو۔ یہ بھارتی مسلمان تھا ''بولا کیا ہوا سب ایسے ہی بیٹھ رہے ہیں''۔ میں نے کہا زبردستی کیوں کر رہے ہو؟ اس نے غصے میں جواب دیا آپ نے مسجد میں یہ جگہ خرید رکھی ہے کیا؟ اس کے جواب سے مجھے غصہ آ گیا۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے کہا کہ اپنی آواز آہستہ کرو۔ پھر کہا: ''اس طرح بولنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ عجیب آدمی ہو تم زبردستی کر رہے ہو۔ یہ ادب کی جگہ ہے اور میں تمہارے ساتھ ایسی کوئی بات نہیں کرنا چاہتا جس سے تمہاری بدتمیزی کا جواب دیا جائے''۔

عابد نے بھی اسے منع کیا تو دوسرے شخص کے پہلو بدلنے کا فائدہ اٹھا کر وہیں گھس کر بیٹھا رہا۔ اس بدمزگی پر بڑا ملال ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معافی کے خواستگار ہوئے کہ اس شخص کی حرکت اور سوال کا جواب دینے پر مجھے غصہ آیا۔ ادب کا تقاضا تھا کہ غصہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اب جب اذان کے بعد وہاں صف بندی ہونے لگی تو عابد مجھے کہنے لگا کہ ایسے لوگ اسی وجہ سے پھلانگ کر آ جاتے ہیں کہ جماعت کھڑی ہونے پر گھس کر جگہ حاصل کر لیں گے۔ لیکن جگہ اتنی کم تھی کہ اس شخص کو جگہ نہ ملنے کی وجہ سے پیچھے جانا پڑا۔

صف بندی کے بعد ہم نے نمازِ عصر ادا کی۔ میں نے عابد کو بتایا کہ میرے پاؤں کی سوجن کم نہیں ہو رہی۔ یہاں ساتھ ہی ڈسپنسری ہے ڈاکٹر سے چیک اپ کروانا ہے۔ مسجد نبوی کے جنوب میں بہت بڑی لائبریری اور ڈسپینسری قائم ہے وہاں چلے گئے اور باری پر ڈاکٹر سے ملے تو دیکھ کر کہنے لگا: ''آپ ریسٹ یعنی آرام کریں سوجن خود ہی اتر جائے گی''۔ اب اس کو کون سمجھائے کہ ہم یہاں آرام کرنے آئے ہیں؟ میں نے پوچھا: ''کوئی دوائی ہے اس کے لیے''؟

کہنے لگا: ''نہیں کوئی دوائی نہیں''۔

وہاں گھنٹہ بھر صرف ہو گیا تھا۔ ڈسپنسری سے نکلے تو میں نے عابد کو کہا: ''جنت البقیع قبرستان چلنا ہے''۔ اس نے کہا چلو دیکھتے ہیں اگر مین گیٹ ابھی تک کھلا ہوا یا بند ہے۔ جیسے ہی ہم گیٹ کے لیے سیڑھیاں چڑھ رہے تھے تو ایک ایسا گرد آلود طوفان آیا ہے کہ ہم وہاں سے الٹے پاؤں واپس بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہم وہاں سے مسجد نبوی کے مشرقی حصے سے ہوتے ہوئے شمال کی طرف نکل آئے جہاں ہوٹل واقع ہیں۔ وہاں سے گذرتے ہوئے ایک فارمیسی سے گلے کی خراش کے لیے سٹریپ سیل گولیاں خریدیں کیونکہ پاکستان سے لائی ہوئی گولیاں ناکافی تھی۔ مکہ مکرمہ میں بھی فارمیسی سے خریدنا پڑیں اور اب مدینہ منورہ میں بھی یہ 25 ریال قیمت میں خریدیں۔ گولیوں کی ضرورت اس لیے رہتی تھی کہ گلے کی خراش جو عام طور پر حجاج وعمرہ زائرین کو ہو جاتی ہے سے افاقہ رہتا ہے۔

✧✧✧

مدینہ ایئرپورٹ سے حاجیوں کورُخصت کیا

ہوٹل واپس آئے تو لابی میں لعل جان سے ملاقات ہوئی۔ پوچھنے لگے کہ کیا کر رہے ہیں۔ میں نے بتایا کہ اس طرح مسجد نبوی سے واپس آئے ہیں۔ کہنے لگے چلو مدینہ ایئرپورٹ چلتے ہیں ہمارے کچھ حاجی آج واپس پشاور جا رہے ہیں۔ ان کو رخصت کرنے جانا ہے۔ میں نے حامی بھر لی اور کچھ دیر بعد خورشید خان اور عابد جان اپنی بیگم کے ساتھ نیچے آئے۔ جن کے لیے ایک وین کا بندوبست پہلے سے تھا۔ وین مدینہ منورہ ایئرپورٹ کی طرف چل پڑی یہ سفر تقریباً آدھ گھنٹے کا تھا۔ راستے میں مدینہ بلٹ ٹرین اسٹیشن بھی نظر آیا۔ ایئرپورٹ کے راستے میں ہائی وے کے گرد نئی آبادیاں بسائی جارہی تھیں اور تعمیرات کا کام جاری تھا۔ ایئرپورٹ پر پہلا کام حاجی صاحبان کے پاسپورٹ جاری کروانا تھا جسے مکتب آفس نے وہاں بجھوایا تھا۔ پاسپورٹ کے حصول کے لیے خاص وقت دیا گیا تھا جس سے لیٹ ہونے کا مطلب یہ تھا کہ آپ کو پاسپورٹ نہیں ملے گا اور سفر بھی نہیں کر سکیں گے۔

اس پابندی کی وجہ سے ہم پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔ یہ لوگ ایک چیک ان بیگ کے ساتھ ایمریٹس کی فلائٹ سے سفر کر رہے تھے۔ ایئرپورٹ کے اندر جانے کے لیے جب ان کے ہینڈ بیگ چیک کیے گئے تو وہاں اہلکار نے بھاری قرار دے کر سامان نکالنے کا کہا۔ ہم نے عابد جان کی مدد کرتے ہوئے سامان ایک سے دوسرے بیگ میں رکھا۔ اس دوران وہاں لائن لگ گئی تھی۔ ہم نے ان کو خدا حافظ کہا اور ائیرپورٹ سے باہر نکل آئے۔ بعد میں علم ہوا کہ خورشید کا آبِ زم زم اور عابد جان کی کئی کلو کھجوروں انہیں

وہیں چھوڑنا پڑیں کیونکہ اہلکاروں نے زائدوزن لے جانے کی اجازت نہیں دی تھی۔لعل جان کے ساتھ وہاں سے ٹیکسی لے کرواپس ہوٹل جلدی آ گئے تھے ورنہ وہ ہمیں تھما دیتے مگرایسانہ ہوسکا۔خورشید خان نے فون پراس بارے اظہارافسوس بھی کیا کہ وہاں اہلکار سختی کر رہے تھے ورنہ عام طور پر مدینہ میں نرمی برتی جاتی ہے۔واپس آ کر ہم نے مغرب کی نماز ادا کی اور کھانے کے لیے میس پہنچے جہاں دیگر حجاج سے ملاقات ہوئی۔ رانا اشرف بھی خوراک سے دودو ہاتھ کرر ہے تھے۔لاہوراور گجرانوآلہ کے لوگوں کی خوش خوراکی تو ویسے بھی مشہور ہے۔رانا صاحب کہنے لگے:''بس میں حج کے لیے گھر سے باہر دن گذار رہا ہوں۔ورنہ میں تو اس ٹائپ کا بندہ ہوں کہ اگر ہماری فیملی کی کوئی شادی گوجرانوآلہ یا سیالکوٹ (ان کا سسرالی شہر) ہوتو میں وہاں رات ٹھہرنے کی بجائے واپس لاہوراپنے گھرآ تا ہوں اور پھر صبح باقی پروگرام کے لیے جا تا ہوں۔کوئی لاکھ منتیں کریں میں رات نہیں ٹھہرتا''۔یہ بتا کر رانا صاحب نے اپنے لائف سٹائل پر مہر ثبت کر دی۔

کمرے میں واپسی ہوئی تو لعل جان وہاں فاروق صاحب کے ساتھ موجود تھے۔مجھے بتانے لگے کہ کل جو ہمارا گروپ ریاض الجنہ جارہا ہے اس میں آپ بھی شامل ہیں۔فاروق صاحب اس گروپ کے ہمراہ ہوں گے۔اس میں رانا اشرف کا نام بھی تھا مگر وہ کہنے لگا کہ پتہ نہیں میں جاسکوں یا نہیں۔داخلہ کا وقت سہ پہر 3 بجے تھا میں نے عابدورک کو بتایا کہ ہمارا گروپ ریاض الجنہ جارہا ہے تو کہنے لگا:''میں تو اپنے گروپ کے ساتھ آج رات جا رہا ہوں۔میں نے کہا:''اچھی بات ہے ہمارے لیے بھی دعا کرنا''۔ نمازِ عشاء کے بعد نیند نے آلیا۔

✧✧✧

نمازِ جمعہ کی ادائیگی اور ادب کی خلاف ورزی

نماز جمعہ کے لیے میں نے سفید شلوار قمیض بطور خاص رکھا تھا کہ مسجد نبوی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسندیدہ رنگ میں حاضر ہوا جائے گا۔سوٹ زیب تن کیا' خوشبو لگائی اور قبل از وقت حرم میں پہنچنا ضروری تھا کیونکہ احباب نے بتا رکھا تھا کہ بہت زیادہ رش ہوتا ہے۔مقامی لوگوں کی بڑی تعداد چھٹی کی وجہ سے مسجد نبوی میں نماز جمعہ پڑھنے کے لیے آتی ہے اور بیرونی گیٹ بند کر دیے جاتے ہیں تو باہر سڑک پر بھی صف بندی کرنا پڑتی ہے۔

اہلیہ نے تو مدینہ منورہ میں خواتین کے گروپ سے معاملے طے کر رکھ رہے تھے لہذا مکہ کی طرح یہاں پر مجھے ان کی فکر نہیں تھی۔عابد ورک نے فون کیا ''تیار ہیں نماز جمعہ کے لیے''۔میں نے بتایا: ''میں تو لابی میں آ رہا ہوں''۔کہنے لگے: ''آ جاؤ میں ادھر ہی انتظار کر رہا ہوں''۔باہر واقعی زائرین جوق در جوق مسجد نبوی میں داخل ہو رہے تھے۔ہمیں مسجد کی عمارت کے اندر جگہ نہ مل سکی اور گیٹ نمبر 16 کے سامنے ہم نے جائے نماز بچھا لئے اور وہاں نماز بھی ادا کی۔عابد نے آج خاص عربی سٹائل گیٹ اَپ کر رکھا تھا۔مخصوص رومال (سدل) سر پر ڈال کر عقال جسے (کال) بھی کہتے ہیں باندھ رکھا تھا۔آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد نبوی میں نماز جمعہ کی ادائیگی انتہائی روح پرور تھی۔آج در رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم میں اپنی قسمت پر بہت رشک آیا کہ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان منتخب چاہنے والوں میں شامل ہیں جنہیں یہاں حاضری اور جمعۃ المبارک جسے حج اصغر قرار دیا گیا ہے ادا کرنے کی سعادت ملی۔عمارت

کے اندر سے نماز کی ادائیگی کے ساتھ ہی زائرین نے نکلنا شروع کر دیا۔ عابد ورک نے میری توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ اندر سے نکلنے والے زائرین دروازے پر ہاتھوں سے اپنی جوتیوں کو پہننے کے لیے فرش پر پٹخ رہے ہیں اور ان سے جو آواز پیدا ہو رہی ہے یہ مسجد اور اس قطعہ جنت ارضی کے ساتھ درِ اقدسؐ کے ادب کی بہت بڑی خلاف ورزی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں ایمان والوں کو اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز پر اونچا نہ کرنے کا حکم قرآن میں ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ ان کے حضور کوئی بات زیادہ بلند آواز سے نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے بلند آواز میں بات کرتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

ہم نے مل کر اس عمل پر افسوس اور توبہ و استغفار کیا۔ پھر اس کے بعد میں نے خود کو اس حرکت اور بے ادبی سے باز رکھا اور موقع ملنے پر دیگر دوست زائرین کو آگاہی دی کہ وہ بے ادبی سے باز رہیں۔ عابد ورک کے ساتھ وہاں اکٹھے کچھ تصویریں بناتے رہے تو میں نے پوچھا: ''یہ لباس کہاں سے لیا''؟ اس نے جواب دیا: ''اس کو ساتھ لے کر آیا تھا اسی موقع کے لیے''۔ اس نے یہ کہہ کر ''آپ کو پسند ہے تو یہ لو آپ کو پہنا دیتے ہیں''۔ رومال اور عقال میرے سر پر سجا دیا۔ اس نے پھر اس گیٹ اپ میں میری چند تصویریں بنائیں۔ تصاویر کے بعد میں نے دوبارہ رومال اس کے سر پر رکھ دیا اور ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔ مقامی چھٹی ہونے کی وجہ سے دوست غلام رضا اور عبدالغفار عمران نے فون کیا۔ خیریت دریافت کرنے کے بعد انہوں نے بتایا کہ وہ بھی نماز جمعہ کے لیے مسجد نبوی میں آئے ہیں تو ملاقات کر لیتے ہیں۔ میں نے انہیں ہوٹل آنے کا کہا۔ ان سے ملاقات ہوئی اور کافی دیر لابی میں بیٹھ کر گپ شپ کی۔ انہیں میں نے لنچ کی دعوت دی کہ میرے ساتھ کھانا کھائیں۔ غلام رضا تو اس معاملے میں ہاتھ کھڑے کر دیتے ہیں کہ میں باہر سے کچھ نہیں کھاتا۔ جمعہ سے پہلے ہی گھر میں کھانا تیار کر کے کھا لیا تھا اس لیے معذرت۔ یہ کہہ کر غلام رضا نے ہمیں لاجواب کر دیا۔ عبدالغفار عمران چونکہ ہمارا

برخوردار ہے۔ اسے میں اپنے ساتھ لے کر میس آ گیا۔ وہاں مل کر کھانا کھایا اور ٹیبل پر دیگر حضرات سے کچھ بات چیت بھی اچھی رہی۔ کھانے کے بعد دوبارہ لابی میں چائے کے ساتھ آ گئے اور گھنٹہ بھر بیٹھے رہے کیونکہ غلام رضا تو رخصت ہو چکے تھے۔ عبدالغفار عمران کے ساتھ ہم نمازِ عصر کے لیے مسجد نبوی میں آئے تو مجھے کہنے لگے: ''آج مجھے بڑی حیرت اور خوشی ہوئی ہے کہ آپ اتنے سالوں میں پہلے حاجی ہیں جنہوں نے مجھے دو مرتبہ کھانا کھلایا ورنہ اس سے پہلے تمام حاجی اور عمرہ زائرین جو ہماری فیملی یا دوستوں سے یہاں آئے تھے' کو ہم نے کھانا کھلایا ہے اور ان کی خدمت کی ہے''۔

میں نے جواب دیا: ''اس میں ایسی کوئی بات نہیں۔ کھانا تو قسمت کا ہوتا ہے ہم چونکہ پرائیویٹ حج سکیم میں آئے ہیں تو اس طرح کا موقع اور آسانی میسر ہے ورنہ سرکاری طور پر آئے ہوئے زائرین کے اپنے مسائل ہوتے ہیں''۔

مجھے اچھا لگا کہ آپ اتنے برس بعد ملے اور ہم نے اکٹھے اس مقدس سرزمین پر وقت گذارا اللہ آپ کو جزا دے اور خوش رکھے۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دعاؤں میں یاد رکھنے کی بھی درخواست کی کہ وہ شہرِ نبیؐ کے خوش قسمت باسی ہیں اور درِ نبیؐ پر گاہے بگاہے حاضری دیتے رہتے ہیں۔ نماز کے بعد انہوں نے اجازت چاہی کہ ہمارے جانے سے قبل دوبارہ ملاقات کی کوشش کروں گا۔

✧✧✧

کھجوروں کی خریداری کے لئے ''وزٹ''

میرے فون میں اب ڈیٹا ختم ہو چکا تھا دوبارہ لوڈ کروانے کی ضرورت اس لیے نہیں تھی کہ اس ہوٹل کا وائی فائی بہت زبردست تھا۔ مسجد نبوی جا کر فون کو ہمیشہ بند رکھنا میرا معمول تھا تا کہ وہاں موجودگی کے احساس میں کوئی خلل نہ پڑے۔ جیسے ہی میں ہوٹل واپس آیا تو عابد ورک کا فون کیا: ''بھائی جی! کھجوریں خریدنی ہیں تو ہمارے ساتھ چلو''۔ میں نے پوچھا: ''کہاں جانا ہے''؟ کہنے لگا: ادھر پاس ہی ہے۔ چل کر دیکھیں پسند آئی تو خرید لیں گے ورنہ نہیں۔ مغرب کی نماز سے پہلے ہمارے پاس وقت تھا اس لیے ہوٹل کے شمال میں مرکزی شاہراہ عبور کر کے عمارتوں کے بیچ و بیچ چلتے ہوئے شیشے والی دکان پر پہنچے۔ وہاں عجوہ کھجور کے کچھ ڈبے دیکھے۔ اوپر کھجور موٹی تھی لیکن عابد نے کہا کہ ڈبہ الٹ کر دکھاؤ۔ دکاندار پاکستانی تھا اس نے سرد مہری میں ڈبہ الٹ دیا تو نیچے چھوٹے سائز کی کھجوریں دیکھ کر عابد نے کہا: ''نہیں بھائی یہ ٹھیک نہیں کوئی اور دکھاؤ اگر ایک جیسی کھجور ہوئی تو لیں گے''۔ دکاندار خفا ہو گیا۔ کہنے لگا ایک ڈبہ بنانے کے ایک کاریگر پانچ ریال لیتے ہیں۔ آپ نے نہیں لینا تھا تو ڈبہ تو خراب نہ کرواتے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے کاروبار کی مجبوری بتا دی۔ عابد نے مجھے کہا: چلو جی دوبارہ آئیں گے اگر مال اچھا ہوا تو ادھر سے لیں گے ورنہ کہیں اور سے دیکھیں گے۔ دکاندار کو السلام علیکم کہہ کر عابد نے میرا ہاتھ پکڑا اور باہر آ گیا۔ جلدی جلدی واپس مسجد نبوی میں پہنچ کر نمازِ مغرب میں شامل ہوئے۔

یہ چونکہ محرم الحرام کے ایام تھے اور نمازِ مغرب پر مسجد نبوی کے اندر کہیں کہیں

دستر خوان بھی بچھائے جاتے تھے۔جن پر مقامی عرب اپنے بچوں کے ساتھ مل کر خوراک رکھتے اور جن حضرات کا روزہ ہوتا وہ وہاں افطار کرتے تھے۔ ہمارے ساتھی حاجی محسن جو لاہور سے تھے' بتانے لگے کہ آج مجھے ایک عرب نے دستر خوان پر آنے کی دعوت دی اور میں وہاں بیٹھ گیا۔ کہنے لگے کہ میں نے کچھ دیر وہاں بیٹھ کر اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی کھا نہیں رہا تھا لہٰذا میں نے اپنے سامنے سینڈوچ کو اٹھایا اور کھانا شروع کر دیا۔ سارے میری طرف دیکھ رہے ہیں تب مجھے احساس ہوا کہ یہ تو روزہ داروں کے افطار کا دستر خوان ہے۔ کہنے لگے میں بڑا شرمندہ ہوا کہ ایک تو میں روزہ دار نہیں تھا دوسرا میں نے افطار سے قبل ہی اٹھا کر کھا لیا۔ اب تک مجھے اپنے آپ پر ہنسی آ رہی ہے اور افسوس بھی ہے۔

ڈنر کے بعد رانا اشرف کمرے میں بڑے ریلیکس موڈ میں نظر آئے۔ معلوم ہوا کہ ان کے داماد نے اپنے والد سمیت حرم سے تھوڑا فاصلے پر ایک ہوٹل میں کمرہ بک کر لیا ہے اور وہ وہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ وہ ادھر ہوٹل کا چکر بھی لگائیں گے۔ رانا صاحب نے اگلا پروگرام بھی بتا دیا۔ وہی ہوا آدھے گھنٹے بعد دونوں باپ بیٹا ہمارے کمرے میں آ گئے۔ ہم لوگ انہیں تپاک سے ملے اور مذاق بھی کیا کہ رانا صاحب آپ کی آمد کے سلسلہ میں بڑے بے تاب تھے۔ آپ کی آمد سے خاصے پُرسکون اور خوش نظر آتے ہیں۔ انہیں پھل اور چائے پیش کی۔ گھنٹہ بھر ٹھہرنے کے بعد رانا سمیت وہ لوگ چلے گئے۔

✧✧✧

ریاض الجنہ میں حاضری کی سعادت

لعل جان نے پروگرام بتایا کہ آج مڈ نائٹ ریاض الجنہ کے لیے ایک گروپ فاروق صاحب کے ساتھ جائے گا اور مجھے اس لسٹ کی ایک فوٹو کاپی دے دی جس میں میرا نام پاسپورٹ نمبر اور وقت وغیرہ پرنٹ تھا۔ رانا اشرف کا نام تھا مگر ان کا کنفرم نہیں تھا کہ پہنچیں گے یا نہیں۔ عابد ورک کو بڑا اشتیاق تھا کہ ایک مرتبہ پھر سے ریاض الجنہ کا موقع مل جائے اس لیے مجھے کہہ رکھا تھا کہ اپنے گروپ کی ٹائمنگ میں مجھے بھی ساتھ لے جانا۔ میں نے کہا: ''مجھے کیا اعتراض ہے ضرور چلنا اگر موقع مل گیا تو حاضری ہو جائے گی''۔ اصل میں گروپس کے ساتھ ایک دو لوگ چپکے سے شامل ہو جاتے تھے کیونکہ لسٹ چیک کرنے کی جگہ پر اکثر کچھ خاص گنتی یا پڑتال نہیں ہوتی۔ زیادہ رش نہ ہو تو چیکنگ پر روک کر اچھی طرح پڑتال بھی ہو سکتی ہے۔ ہم لوگ آدھ گھنٹہ پہلے ہوٹل سے روانہ ہو گئے۔ کچھ ساتھی لابی میں تھے جن میں سے عابد ورک بھی ساتھ شامل ہو گیا۔ مرد حضرات کے لیے رات 12 بجے کا وقت مقرر ہوتا ہے جبکہ اس سے پہلے خواتین ریاض الجنہ سے 11 بجے کے اوقات میں فارغ ہو چکی ہوتی ہیں۔ خواتین کا داخلہ باب علی سے ہوتا ہے اور مردوں کا داخلہ باب جبرائیل سے۔ باب جبرائیل سے پہلے صحن میں کم و بیش 100 افراد کو روک کر بٹھا لیا جاتا ہے اور وہاں سے تیس کے قریب حضرات کو اس وقت اندر بھیجا جاتا ہے جب وہاں پہلے سے موجود زائرین نوافل پڑھ کر وہاں سے نکل چکے ہوتے ہیں۔ درود و سلام پڑھتے ہوئے باری آنے پر عابد ورک کے ساتھ ریاض الجنہ (جنت کے ٹکڑے) میں داخل ہو گئے۔

احادیث کی کتب بخاری و مسلم میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان درج ہے: ''میرے گھر اور مسجد نبوی کے ممبر کے درمیان جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا ممبر میرے حوض یعنی حوضِ کوثر پر ہوگا''۔ ریاض الجنہ کے بارے میں روایت ہے کہ یہ حصہ فنا نہیں ہوگا بلکہ اسے جنت الفردوس کا حصہ بنا دیا جائے گا۔ اندر داخل ہوتے ہی ہمیں آبِ زم زم کی ایک بوتل ہدیہ کی گئی جو پیکنگ میں مکہ مکرمہ سے مختلف اور ذرا بڑی تھی۔ عاشقانِ مصطفیٰ جن کی اس جنتِ ارضی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضری لکھی گئی تھی مختلف جگہوں پر نوافل ادا کرنے میں مگن ہو گئے۔ عابد ساتھ ساتھ مجھے بتا رہا تھا کہ یہاں نفل پڑھنے کے بعد بائیں جانب جگہ پر نفل پڑھنے ہیں۔ 10 منٹ کا ایک معقول وقت ہمیں ملا جس میں ہم نے اس سرزمین بے مثال درِ رسولؐ اور ممبر رسولؐ کے درمیان جنت کے پاکیزہ حصے پر اپنی جبینِ نیاز سے حاضری کا شرف حاصل کیا۔ باقی عشاق کو اس جنت کے ٹکڑے کی حاضری کا موقع دینے کے لیے اہلکاروں نے موجود زائرین کو رخصت کرنے کے لیے کام شروع کر دیا۔ مکہ مکرمہ بیت اللہ میں سیکیورٹی پر مامور حضرات اور یہاں روضہ رسولؐ کے اندر اور باہر اہلکاروں کے رویہ میں واضح فرق ہے۔ سخت گیری سے نرم خوئی والا معاملہ ہے۔

ایک وقت ہوا کرتا تھا جب ریاض الجنہ میں داخلہ کے لیے کوئی روک ٹوک یا پابندی نہیں تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیوانے اور عاشق بار بار چلے آتے تھے لیکن کرونا کی پابندیوں نے بڑھتے بڑھتے یہ حالت کر دی کہ شہر نبویؐ میں ہونے کے باوجود ریاض الجنہ میں داخلہ ایپ پر بکنگ کے بغیر ممکن نہیں رہا۔ ہم ریاض الجنہ سے شکرانے کے نوافل اور دعاؤں کے ساتھ خارجی راستہ سے نکل آئے اور بائیں جانب بڑھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اطہر کی جالیوں کے سامنے آ کر سر جھکا لیا۔ سلام پیش کیا۔ اس ہستی کے حضور سلام پیش کرنا کتنی بڑی خوش بختی اور سعادت ہے جن پر اللہ کریم خود اور فرشتے سلام بھیجتے ہیں یہ ادنیٰ اُمتی اور غلامی کا دعویدار عاصی ہی

جانتا ہے۔ کالج دور میں انجمن طلبہ اسلام کے اجتماعات میں ڈاکٹر ظفر اقبال نوری کے لکھے نعرے لگانے اور سننے والوں میں ہم بھی شامل ہوا کرتے ہیں۔

سیّدی مرشدی یا نبیؐ یا نبیؐ
غلام ہیں غلام ہیں
رسولؐ کے غلام ہیں
غلامی رسولؐ میں
موت بھی قبول ہے
جو ہو نہ عشقِ مصطفیٰؐ
تو زندگی فضول ہے

رات کے اس پہر زائرین کے کم ہونے سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضہ پر حاضری میں سکوت، نور، پاکیزگی اور ذوفشانی دل وروح کو منور کررہی تھی۔ یہ ماحول دنیا بھر کے کسی گوشے میں میسر نہیں آ سکتا۔ جی چاہتا تھا کہ اس احساس اور ماحول میں بس ادھر ہی کھڑے رہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے اپنے گناہوں، بشری کمزوریوں، لغزشوں، نادانیوں اور نافرمانیوں پر نادم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت وشفاعت طلب کرتے رہیں۔ کیونکہ

بعض از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے یہاں بلایا جانا زندگی بھر کا اعزاز اور پروانہ راہداری بن جائے۔ بس یہی ہماری عرض اور یہی ہمارا مدعا ہے۔ عابد نے مجھے کہنی لگائی تو میں ہڑبڑا کر آگے کی طرف بڑھ گیا۔

✦✦✦

ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنے پر دُہرا معیار

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ توحید و رسالت کی پہلی گواہی دینے والے یارِ غار کی مرقد سے آگے مرادِ رسول سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا کی پہلی فلاحی اسلامی ریاست کے بے غرض حکمران پر سلام بھیج رہے تھے کہ ایک زائر نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو وہاں متعین ایک عربی مولانا نے منع کرتے ہوئے ہاتھ نیچے کرنے کو کہہ دیا۔ اس عمل کو آپ ان کا انتظامی معاملہ کہہ سکتے ہیں لیکن یہ اسے بدعت بھی قرار دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضہ کے سامنے ہاتھ باندھ کر اور ہاتھ اٹھا کر سلام بھیجنا اور دعا کرنا مسنون ہے نہ جائز ہے۔ حالانکہ اس معاملہ پر میں نے ان حضرات کا دوہرا معیار اس وقت دیکھا جب ایک ویڈیو میں روضہ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جالی کے ساتھ متعین جبہ اور رومال زیب تن کیے باریش شخص نے یو اے ای کے شاہی خاندان کے افراد کی عین اسی مقام پر کھڑے ہو کر حاضری اور سلام کے دوران ہاتھ اٹھا کر دعا کروائی۔ ان حضرت کے ہاتھ جالی کے مخالف سمت میں کعبہ کی طرف تھے جبکہ شاہی مہمانوں کے اُٹھے ہوئے ہاتھ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جالیوں کی طرف تھے۔ ہمارے ایسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مسکین چاہنے والوں کو منع کرنا انہوں نے فرض عین بنا رکھا ہے۔ حتیٰ کہ باب بقیع سے باہر نکلنے پر بھی ایک شخص کھڑا ہوتا ہے اور باہر گنبد خضرا کی طرف منہ اور نظر کر کے دعا کے لیے اگر کوئی ہاتھ اٹھالے تو وہ پیچھا کرتا ہے اور اُس کا رخ قبلہ کی طرف موڑ دیتا ہے کہ اس طرف دُعا کرو۔

✧✧✧

''حجرِاسود کے بوسے'' کی خواہش میں سفرِ مکہ

ہوٹل واپس آئے تو معلوم ہوا کہ کچھ حجاج مکہ مکرمہ سے عمرہ کر کے آئے ہیں۔ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ واپس جا کر ایک عمرہ اور کرنے کی باتیں اس لیے ہو رہی تھی کہ بیت اللہ کی انتظامیہ نے خانہ کعبہ کے گرد پلاسٹک کی عارضی دیوار ہٹا دی تھی اور ہمارے گروپس کے بعض حاجی حجر اسود کے بوسے لینے کی سنت ادا کرنے کے خواہش مند تھے۔ ان میں سے بیشتر ایسے تھے جو قبل ازیں حج و عمرہ کر چکے تھے۔ خواتین میں بھی یہ معاملہ زیر بحث تھا اور لوگ مدینہ سے مکہ جا کر ایک اور عمرہ میں حجر اسود کے بوسے سے محروم نہیں ہونا چاہتے تھے۔ منتظمین کا کہنا تھا کہ اگر کوئی جانا چاہتا ہے تو اپنے رسک پر جائے کیونکہ ان کے پاسپورٹ تو مکتب کی تحویل میں ہیں۔ اگر چیک پوسٹ پر روک کر پوچھا گیا تو جواب دہی کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔ اہلیہ نے مجھ سے اس بارے استفسار کیا تو میں نے انہیں قائل کر لیا اب ہم مدینہ منورہ آ چکے ہیں۔ اگر حجر اسود کے بوسے ہماری قسمت میں ہوتے تو ہم ایک ماہ مکہ مکرمہ میں رہے ہیں یہ پابندی والی دیوار اس دوران ہٹا لی جاتی۔ جب قسمت میں ہو گا حجر اسود کے بوسے کا موقع بھی اللہ پیدا کر دے گا۔ اللہ نیتیں دیکھتا ہے۔ یہ کہہ کر ہم نے خود کو مدینہ منورہ میں اپنے قیام پر توجہ مرکوز رکھنے آمادہ کر لیا۔

حجر اسود کے بوسے لینے کی خواہش اور کوشش میں زائرین جو دھکم پیل اور زور آزمائی کرتے ہیں اس میں بہت زیادہ رش کی صورت میں وہاں خواتین کی بے پردگی عام ہے اور بزرگ حضرات کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استلام کر کے سب مسلمانوں کو جو سہولت اور آسانی فراہم کر دی ہے اس سے زائرین کو بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

✧ ✧ ✧

مدینہ منورہ کی زیارات کیلئے سفر

ہم مدینہ منورہ کی زیارات کے لیے پروگرام کے مطابق بس کے ذریعے روانہ ہوئے۔ رات سب کو اطلاع دے دی گئی تھی کہ 10 بجے ہوٹل سے روانہ ہونگے۔ پہلا قیام مسجد قبا پر تھا۔قبا وہ مقام ہے جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے قیام پذیر ہوئے تھے۔یہی وہ تاریخی مقام ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہلی مسجد کی بنیاد رکھی۔تعمیر کے لیے پہلا پتھر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود رکھا اور اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرام نے ذوق شوق سے مسجد قبا کی تعمیر کے لیے دن رات ایک کر دیا۔اس مسجد کا قرآن پاک کی سورۃ توبہ کی آیت 108 میں ذکر ہے۔مسجد قبا حرم نبوی سے بذریعہ سڑک پانچ کلومیٹر فاصلہ پر ہے اور اس تک پیدل جانے کے لیے شارٹ کٹ بھی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پہلی مرتبہ یہاں تشریف آوری کے وقت انصار قبیلہ کے لوگ آباد تھے اور اسی مقام پر مدینہ کے انصار آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے استقبال کے لیے دیدہ دل فرش راہ کیے آئے تھے۔مسجد قبا موجودہ حالت میں توسیع کے بعد بہت عالی شان مسجد بن چکی ہے۔جہاں وسیع پارکنگ کا بھی انتظام ہے۔اس مقام پر صحابی رسول حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر مشہور کنواں بھی ہے۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد قبا سوار یا پیدل تشریف لے جایا کرتے تھے اور یہاں پر دو رکعت نفل کا اہتمام کرتے تھے۔آپ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے: ”جو کوئی اپنے گھر سے وضو کے ساتھ مسجد قباء میں دو رکعت نماز ادا

کرے تو وہ ایک عمرہ کا ثواب پائے گا‘‘۔

منافقین نے مدینہ میں اسلام کی اس اولین مسجد میں جب مسلمانوں کی تعداد بڑھتی دیکھی تو انہوں نے مسجد قباء کے سامنے ایک مسجد تعمیر کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس میں نماز کی دعوت دی۔ اس موقع پر وحی نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اللہ کریم نے سورہ توبہ کی آیت 107 میں بتا دیا کہ جھوٹے اور منافق لوگوں نے دعوت دین وحق کو نقصان پہنچانے کے لیے یہ اقدام کیا ہے۔ اللہ جل شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس عمارت میں کھڑا ہونے سے منع فرما دیا تھا۔ قرآن نے اس مسجد کو ’’مسجد ضرار‘‘ قرار دیا ہے۔ بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم پر اسے مسمار کر دیا گیا تھا۔

مسجد کے سامنے بیر خاتم ہے یہ کنواں اب خشک ہو چکا ہے۔ روایت ہے کہ اس کنواں میں حضرت عثمان کی مہر خلافت گر گئی تھی جو کوشش بسیار کے باوجود تلاش نہ کی جا سکی تھی۔ مسجد قبا میں سب خواتین وحضرات نے الگ الگ نوافل ادا کیے اور اس تاریخی مسجد میں حاضری پر شکرانے کی دعائیں کیں۔ پارکنگ لاٹ میں ٹھیلے والے بھی موجود تھے جو کھجوریں، قران پاک کے نسخے، ٹوپیاں، خوشبو اور دیگر تبرکات فروخت کر رہے تھے۔ یہاں سے روانہ ہوئے تو کھجوروں کے ایک بڑے باغ کے ساتھ ایک جگہ بس روکی گئی۔ درختوں پر پکی کھجوروں کے بڑے بڑے گچھے موجود تھے مگران کے گرد اونچی باڑ لگا کر ہر قسم کا داخلہ بند کر دیا گیا تھا۔ یہاں پر ایک کافی بڑا سٹور تھا جہاں انواع و اقسام کی کھجوریں برائے فروخت موجود تھیں۔ ظاہر ہے اس باغ کی ساری کھجوریں تو سٹور میں موجود نہیں تھیں مگر یہ سیل پوائنٹ وسیع باغ کے ساتھ اس طرح بنایا گیا تھا کہ ایسا گمان ہو جیسے یہ اس باغ کی ’’فیئر پرائس شاپ‘‘ ہے۔ ہم نے اندر گھوم پھر کر کھجوریں دیکھیں اور ان کی قیمت کے بارے معلومات لیں، کیونکہ ہمارا ابھی خریداری کا قطعی موڈ نہیں تھا۔ گھنٹہ بھر یہاں قیام کے بعد ہم روانہ ہوئے تو اگلی منزل میدان احد جہاں تاریخی غزوہ احد ہوا تھا پہنچے۔ غزوہ کے دوران 70 شہید صحابہ کرام یہاں مدفون ہیں۔

اس جگہ پر مقامی خواتین چھوٹی چھوٹی دکانیں بنا کر کاروبار کر رہی تھیں۔ ان میں سے کچھ اردو بھی بولتی تھیں۔ کئی خواتین نے ان سے جڑی بوٹیوں اور میوہ جات وغیرہ کی خریداری کی۔ یہاں چھوٹے بچے پانی کی بوتلیں فروخت کرتے بھی نظر آئے۔

ہمارا اگلا پڑاؤ مسجد قبلتین تھا۔ پارکنگ میں اترے اور سیڑھیاں چڑھ کر اس تاریخی مسجد میں حاضری کے لیے آئے۔ یہ وہ مسجد ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نمازِ ظہر ادا کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیت المقدس سے قبلہ تبدیل کر کے بیت اللہ کی طرف رُخ کر لیا اور باقی نماز ادا کی۔ اس سے یہ پیغام دیا گیا کہ جب اتباع کے معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے نبیؐ کا حکم آ جائے تو اس پر بلا تاخیر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ ہم نے بھی یہاں نمازِ ظہر ادا کی۔ مسجد کی موجودہ تعمیر و توسیع شاہ فہد بن عبدالعزیز کے دور میں مکمل ہوئی تھی اور اس میں دو ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے۔ دھوپ تیز تھی اور گرمی بھی زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔ تین چار گھنٹوں میں زائرین تھک چکے تھے اس لیے ہوٹل واپسی کے لیے سفر شروع ہو گیا۔ ہوٹل پہنچ کر دوپہر کے کھانے پر سب نے ہاتھ صاف کیا کیونکہ لیٹ ہونے کی وجہ سے سب کو بھوک ستا رہی تھی۔ نمازِ عصر سے قبل کچھ دیر کمرے میں سستانے کی غرض سے چلے گئے وہاں لعل جان سے میں نے سوال پوچھا: ''مکہ مدینہ میں مساجد کے میناروں کے اوپر چاند کہیں کھلا ہے اور کہیں بند ہے' اس کی کیا وجہ ہے''؟ جواب میں انہوں نے میری معلومات میں اضافہ کیا اور بتایا کہ جن مساجد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قیام فرمایا اور نماز ادا کی ان کے مینار پر چاند کی گولائی اوپر سے پوری ہے اور اس کے علاوہ سعودی عرب میں جتنی بھی مساجد ہیں ان کے مینار پر چاند مکمل گولائی میں نہیں ہے۔ میں نے اس آگاہی پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ ہم میں سے اکثر اس بارے جانتے ہیں نہ غور کرتے ہیں کہ مساجد کے میناروں کے آخری حصے میں چاند مختلف کیوں ہے؟

جنت البقیع حاضری اور زائرین کی سیلفیاں

عابد ورک نے مجھے فون کیا کہ عصر کی نماز حرم نبوی میں اکٹھے چل کر ادا کرتے ہیں۔ میں نے کہا: ''ٹھیک ہے''۔ ہم نے نمازِ عصر ادا کی تو میں نے عابد کو یاد دلایا کہ ہم نے جنت البقیع دوبارہ جانا ہے۔ مسجد نبوی کے جنوبی حصے سے ہوتے ہوئے ہم جنت البقیع میں داخل ہو گئے۔ یہ بھی ہم پر اللہ کریم کی مہربانی تھی کہ جنت البقیع ایسے تاریخی اور مقدس قبرستان میں حاضر ہوئے تھے۔ اس قبرستان کی ابتدا تین شعبان تین ہجری کو عثمان بن متعون کی تدفین سے ہوئی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکلوتے فرزند حضرت ابراہیم اور دخترِ رسول سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا بھی اسی قبرستان میں مدفون ہیں۔ اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد، اہل بیت اطہار ،امہات المومنین، جلیل القدر و جانثار اصحاب اور تابعین جن کی تعداد 10 ہزار بتائی جاتی ہے اس قبرستان میں آسودہ خاک ہیں۔

ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو مسلمان اس قبرستان میں دفن ہوگا ہم اس کی روز قیامت شفاعت کریں گے۔ اسی خواہش میں مرادِ رسول خلیفۃ المسلمین دوم حضرت عمر بن خطابؓ ہمیشہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ کریم مجھے شہادت کی موت اور اپنے پیارے نبی کے شہر میں دفن کی جگہ عطا فرمانا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دعا قبول کی جب آپ رضی اللہ تعالیٰ ایک قاتلانہ حملے میں مسجد نبوی میں زخمی ہوئے اور جام شہادت نوش کیا۔ آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ انور میں دفن کیا گیا جہاں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے

ساتھ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی عاشقانِ مصطفیٰ سلام اور دعا بھیجتے ہیں۔

جنت البقیع کا موجودہ رقبہ 56 ہزار مربع میٹر ہے۔ موجودہ حالات میں بعض علماء کرام جنت البقیع میں حاضری کے سلسلہ میں اس لیے محتاط رہنے کا کہتے ہیں کہ آل سعود کی حکومت قائم ہونے پر یہاں قبروں کو مسمار اور مزارات کو شہید کر دیا گیا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ ایسی صورتحال میں آپ کو علم نہیں کہ آپ کس قبر کے اوپر پاؤں رکھ رہے ہیں۔ قبروں کو مسمار کر کے ہی اس قبرستان کے اندر راستے بنائے گئے ہیں جن پر چلنا بھی غیر مناسب اور بے ادبی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تمام مدفون کے لیے جالی والی بیرونی دیوار یا مرکزی دروازے پر کھڑے ہو کر سلام اور دعا کریں۔

عورتوں کو قبرستان میں داخلہ کی ہرگز اجازت نہیں وہ زیادہ تر جنوب میں دیوار کے ساتھ کھڑی ہو کر دعا کرتی ہیں۔ میں اور عابد جنت البقیع کے اندر چلے گئے جہاں سیکیورٹی کے اہلکار زائرین جن میں نوجوانوں کی تعداد زیادہ تھی کو ایک جگہ کھڑے ہونے اور شمال میں کچھ قبروں کی طرف جانے سے منع کر رہے تھے۔ اندر ساری قبریں کچی تھیں اور کسی قبر کے بارے میں کوئی شناخت موجود نہیں تھی۔ پھر بھی نوجوان جن میں ہمارے دیسی زیادہ تھے موبائل سے سیلفی لینے میں لگے ہوئے تھے۔ کچھ تو لائیو بھی تھے یا پھر واٹس ایپ پر دوسروں کو قبرستان کی حاضری میں مدد دے رہے تھے۔ عابد ورک کے پاس موبائل فون میں جنت البقیع کا ایک نقشہ بھی تھا جس میں بعض جید ہستیوں کی قبروں کی نشاندہی کی گئی تھی مگر اس کے مطابق آپ صرف قیاس ہی کر سکتے تھے کہ یہ ان کی قبر ہو سکتی ہے۔ ہم نے یہاں مدفون سب ہستیوں، مومنین و مومنات اور جملہ مسلمین کے لیے دعا کی اور مغرب سے پہلے مسجد نبوی میں واپس آ گئے۔ عابد نے مجھے بتایا کہ اپنے گروپ کے ساتھ ریاض الجنہ حاضری اور نوافل کے دو دن بعد اپنے فون سے ایپ پر بکنگ کی تو اسے ٹائم مل گیا اور وہ ایک بار پھر نوافل ادا کرنے ریاض الجنہ گیا تھا۔ اس کے بعد وہ میرے ساتھ گروپ میں چلا گیا تھا۔ اب مجھے کہنے لگا کہ میں نے اپنے فون پر پرانی

بکنگ کو اس لیے پاکستان میں کسی دوست کو کہہ کر تاریخ میں ردوبدل کروایا ہے کہ ایپ پر بکنگ ڈیٹ اور ٹائم دستیاب نہیں۔ اس نے مجھے دعوت دی کہ میں نے آج کی تاریخ بدل کی ہے تو چلو آپ بھی اس فارم کو واٹس ایپ پر دکھا کر نکل جانا۔ اکٹھے ریاض الجنہ چلتے ہیں۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اطہر پر آ کر اس طرح حاضری کے لیے جانا نہ ہی جائز ہے اور نہ میرا دل مانتا ہے۔ آپ جاؤ کوشش کرو۔ اگر آپ کو یہ طریقہ کار ٹھیک لگتا ہے''۔ میں نے دوٹوک الفاظ میں عابد کو انکار کر دیا۔ ہم نے نمازِ مغرب ادا کی تو عابد نے اپنے گروپ کے رفاقت اور شہباز کو بھی بلا لیا کہ مسجد علی کے پاس آ جائیں وہاں سے پیدل ایک دکان پر جانا ہے جہاں سے کھجور خریدنے کے لیے کسی نے حوالہ دیا ہے۔

حرمِ نبوی سے جنوب مغرب کی طرف باہر نکلیں تو دائیں جانب مسجد علی ہے۔ اس کے مشرق میں فاسٹ فوڈ کی مارکیٹ ہے جہاں معقول حد تک گاہگ موجود تھے۔ ہم پیدل وہاں سے روانہ ہوئے اور مطلوبہ دکان پر پہنچ گئے جو ایک پاکستانی کی تھی۔ اس نے بڑی کوشش کی کہ ہم اس کے ہاں سے کوئی مشروب پی لیں مگر عابد نے منع کر دیا۔ اس نے مختلف قسم کی کھجوریں دکھائیں مگر چونکہ عابد ہمارے گروپ کو لیڈ کر رہا تھا اس لیے کھجوریں پسند نہ آنے پر اس نے واپسی کا کہہ دیا۔ بعد میں کہنے لگا کہ اس شخص سے کچھ اس لیے نہیں پیا کہ پھر مناسب نہیں لگتا کہ کچھ خریدے بغیر واپس چل دیتے۔

یہ تینوں تو کھانا باہر سے کھاتے تھے جبکہ مجھے ہوٹل میس جانا تھا۔ طے یہ ہوا کل کھجور منڈی چلیں گے اور وہاں دیکھتے ہیں تازہ کھجور کیا ریٹ ہے؟ اس بہانے ذرا گھوم پھر بھی لیں گے۔ ہوٹل آ کر ڈنر کیا اور کمرے میں آیا تو دیکھا رانا اشرف کے داماد اپنے والد کے ساتھ موجود تھے۔ ان سے سلام دعا ہوئی۔ وہ آج اپنے ساتھ بڑے سائز کے جائے نماز لیے پھر رہے تھے اور ان کی تعداد بھی کافی تھی۔ رانا اشرف نے مجھے مخاطب کیا اور جائے

نماز کی اعلیٰ کوالٹی اور سائز کے بارے میں بتانا شروع کر دیا۔ کہنے لگے: خوشنود اس بارے میں کافی معلومات رکھتا ہے اور قیمت بھی مناسب ہے اگر آپ کو چاہیے تو مل جائیں گے۔ رانا کی بات میں نے غور سے سنی اور جائے نماز کو الٹ پلٹ کر دیکھا بھی۔ آخر میں یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ ہم نے ارادہ کیا ہوا ہے کہ کوئی جائے نماز، ٹوپی اور تسبیح ساتھ لے کر نہیں جانا صرف کھجوریں اور آبِ زم زم تحفہ کے طور پر اپنے عزیز و اقارب اور دوستوں کو پیش کریں گے۔ ''چلو جی تہاڈی مرضی'' رانا نے بجھے سے لہجے میں جواب دیا اور جائے نماز بنڈل کے اوپر رکھ دیا۔

✧✧✧

مدینہ کے سٹی ٹور کی خواہش

گذشتہ روز جب میں عابد کے ساتھ ہوٹل کے شمال میں شاہراہ عبور کر کے کھجوریں دیکھنے گیا تھا تو ہمارے مشرق میں سڑک پر ہی مدینہ منورہ کے سٹی ٹور کی ڈبل ڈیکر بس کا ٹرمینل تھا۔ یہ بس بالکل اسی طرز کی تھی جیسے لاہور میں شہر کی سیر کے لیے سروس جاری ہے۔ میں نے بعد میں وہاں جا کر دریافت کیا کہ بس کے اوقات کیا ہیں؟ ٹکٹ کی قیمت 80 ریال تھی۔ شہر نبی مدینہ منورہ جس کے بارے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے۔ احادیث کی مستند کتاب بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مدینہ کے راستوں پر فرشتے مقرر ہیں اس سرزمین پر طاعون پھیل سکتا ہے نہ دجال داخل ہو سکے گا۔ ایمان والوں کے لیے بلاشبہ مدینہ منورہ میں آنا اور قیام کرنا سعادت عظمیٰ ہے۔ اس عظمت و پاکیزگی والے شہر کی سیر کا یہ جدید انداز مجھے تو بڑا پسند آیا میری خواہش تھی کہ اپنی اہلیہ کے ساتھ بس کا یہ سفر کرلوں' جب میں نے اہلیہ سے بات کی تو وہ ٹال گئیں کیونکہ وہ زیادہ وقت مسجد نبوی میں گذارنا چاہ رہی تھیں۔ اس صورتحال میں مجھے بھی اچھا نہیں لگا کہ بس کا یہ سفر اکیلے کیا جائے۔ سٹی ٹور میں بس 12 جگہوں پر رکتی ہے اس دوران 30 سے زائد اہم اور قابل دید مقامات کی سیر کے ساتھ 16 زبانوں میں معلومات بھی دی جاتی ہیں۔ ایک مرتبہ خریدی ٹکٹ میں آپ 24 گھنٹے سفر کر سکتے ہیں اور جتنی بار چاہیں بس میں سوار ہو سکتے ہیں۔ ایک ٹور کا دورانیہ تقریبا دو گھنٹے ہوتا ہے۔ انشاءاللہ رب العزت نے دوبارہ موقع دیا تو بلٹ ٹرین کا مکہ سے مدینہ سفر اور مدینہ منورہ میں بس کا یہ سٹی ٹور ضرور کریں گے۔

مدینہ کی کھجور منڈی کا دورہ اور بات چیت

صبح ناشتہ کے بعد کمرہ میں کچھ دیر آرام کیا تو عابد کا فون آ گیا: ''بھائی صاحب نیچے لابی میں بیٹھے آپ کا انتظار کر رہے ہیں آ جائیں کھجور منڈی جانا ہے''۔ میں نے جواب دیا: ''10 منٹ میں آ گیا''۔ رفاقت اور شہباز بھی ساتھ تھے۔ ہوٹل کے باہر سے ٹیکسی لی اور عابد نے عربی زبان میں اس سے کرایہ طے کیا۔ وہ ہمیں شہر سے باہر کھجور منڈی لے آیا۔ آدھ گھنٹے سفر کے بعد جب ہم وہاں پہنچے تو کوئی خاص رونق نہیں تھی۔ عابد نے ٹیکسی والے عربی کو بتایا کہ ہم نے واپس شہر ہی جانا ہے اس لیے اگر وہ یہاں انتظار کر لے تو اسے بھی فائدہ ہو جائے گا۔ منڈی ترتیب سے بنائی گئی تھی اور دھوپ سے بچنے کے لیے کافی زیادہ شیڈ موجود تھے۔ گاڑیوں میں مال آ رہا تھا اور تازہ کھجور کے کارٹن اتارے جا رہے تھے۔ مقامی عربی منتظمین اور گاڑیوں میں کھجور لانے والے کم مگر پاکستانی حضرات جو زیادہ تر ساؤتھ پنجاب سے تھے کے ساتھ بنگلہ دیشی بھی وہاں زیادہ تعداد میں بطور خریدار موجود تھے۔ ایک دوسے ہم نے مدد اور مشورہ چاہا تو کہنے لگے: ''پسند کریں آپ کو کھجور لے دیں گے''۔ منڈی کے حالات مارکیٹ سے مختلف ہوتے ہیں۔ ایک قسم کی کھجور کے چار کارٹن کی بولی ہو رہی ہے تو وہ فائنل ہونے پر آپ کو اٹھانا پڑیں گے۔ ہم میں سے کوئی بھی ضرورت سے زیادہ کھجور نہیں لینا چاہتا تھا کیونکہ ہماری واپسی میں چند دن باقی تھے۔ کھجور کو رکھنا بھی مسئلہ تھا۔ اس لئے وہاں کچھ دیر بولی کے مناظر اور رونق میلہ دیکھتے رہے۔ مارکیٹ کے عربی صدر نے ہم سے رابطہ کیا کہ آپ ادھر مہمان ہیں تو کیمرے میں اگر اس منڈی کے بارے میں تاثرات دیں تو مجھے خوشی ہوگی۔ مجھے مائیک

دیا گیا اور میں نے ترجمان کی مدد سے اس کے رویے کی تعریف کی اور بتایا کہ ہمیں مدینہ منورہ میں یہ منڈی اور ماحول دیکھ کر بہت اچھا لگا ہے۔

اسی ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ ہم وہاں سے نکلے اور مدینہ واپسی کے راستہ میں فروٹ مارکیٹ آ گئے۔ جہاں انواع و اقسام کے مقامی اور درآمد شدہ پھلوں کی دکانیں بڑی تعداد میں موجود تھیں۔ داخلی دروازہ کے دائیں جانب کھجوروں کی مارکیٹ میں ایئر کنڈیشنڈ شاپس تھیں جو ایک ایک کر کے ہم نے وزٹ کیں۔ گرمی کا پھل ہونے کے باوجود کھجور کو دیر تک محفوظ رکھنے کے لیے سرد ماحول کا اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ ان تمام دکانوں میں تھوڑے بہت فرق کے ساتھ قیمتیں ایک جیسی تھیں مگر انھوں نے کھجوروں کو مختلف پیکنگ میں رکھا ہوا تھا۔ کچھ اقسام کھلی ہوئی پڑی تھیں۔ ہمارا ریٹ طے نہ ہو سکا اور ظہر سے پہلے واپس آ گئے اور نماز مسجد نبوی میں ادا کی۔

✧✧✧

مسجد نبوی میں صف بندی اور زائرین کی سستی

مسجد نبوی میں جماعت کے دوران اکثر زائرین پچھلی صفوں سے آگے خالی جگہ ہونے کے باوجود کاہلی اور سستی سے یہ جگہ پر نہیں کرتے اور جہاں کھڑے ہیں وہیں انتظار کرتے کہ کوئی اور آگے بڑھ جائے۔

یہ رویہ پاکستان کی مساجد میں دیکھا جاتا ہے لیکن ادھر جیسے تیسے صف بندی کر لی جاتی ہے۔ مگر مسجد نبوی میں کثیر الاقوام اجتماع ہوتا ہے اس لیے کوئی کسی کو زور نہیں دے سکتا۔ یوں صفوں کے درمیان اکثر جگہوں پر خلا موجود رہتا ہے اور آگے صفوں میں کافی جگہ ہونے کے باوجود نمازی پیچھے کھڑے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ عمل نماز کے نظم و ضبط کے خلاف ہے مگر اس خلاف ورزی پر کسی کو کوئی ملال نہیں ہوتا۔ مسجد نبوی میں نمازوں کی ادائیگی کے معاملہ میں زائرین خواتین و حضرات نے ایک معاملہ کو کچھ زیادہ اہمیت دے رکھی ہے۔ یہاں 40 نمازوں کا اہتمام کرنا بہت اجر و ثواب کا کام ہے حتیٰ کہ بعض تو اسے فرض قرار دے چکے ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ 40 نمازیں پوری کرنے کا عمل کہیں سے بھی ثابت نہیں ہے۔ بعض علماء نے مدینہ منورہ میں روضہ رسول ﷺ حاضری اور مسجد نبوی میں نمازوں کی ترغیب اور پابندی و شعار کے ضمن میں ایسی بات کی ہوگی۔ مگر کیا کیا جائے یہاں جس نے جو سنا سمجھا اور اپنا لیا بالکل ایسے ہی جیسے محبت اور وابستگی کا ہر ایک کا اپنا اپنا انداز فکر ہوتا ہے۔

✧ ✧ ✧

ریاض الجنہ میں حاضری کا ''اذن''

عابد ورک کو تو میں آن لائن تاریخ میں ردوبدل کے ساتھ ریاض الجنہ حاضری کی دعوت پر انکار کر چکا تھا کہ کیا ضرورت پڑی ہے اس طرح کی کوشش کرنے میں۔ایک مرتبہ ریاض الجنہ حاضر ہو کر سلام اور نوافل پڑھنے کی سعادت مل گئی ہے۔اگر دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلائیں گے تو موقع مل جائے گا۔میری اہلیہ دوبار ریاض الجنہ میں حاضر ہو کر درودوسلام کے ساتھ نوافل بھی ادا کر چکی تھیں۔

مغرب کی نماز کے بعد لعل جان نے مجھے کہا: ''اعجاز صاحب میرے پاس ایک حاجی کے نام کی ریاض الجنہ کی اجازت ہے لیکن وہ موجود ہی نہیں۔اگر آپ چاہیں تو آج رات ہمارے ساتھ چلیں ایک اور حاجی بھی جا رہا ہے''۔ میں نے اس خیال سے حامی بھر لی کہ کسی اور ذرائع سے تو ریاض الجنہ حاضری کا اب امکان نہیں کیونکہ میں نے آن لائن بکنگ کی کوشش کر کے دیکھ لی تھی اور ایک ہفتہ تک کوئی تاریخ دستیاب نہیں تھی۔

لعل جان چونکہ ہمارے گروپ کے منتظم ہیں اور پہلے بھی ان کی بکنگ پر حاضری ممکن ہوئی تھی لہٰذا میرے دل نے کہا اور میں نے ہاں کر دی۔لعل جان کہنے لگے: ''رات 12 بجے کا وقت ہے اور میں یہ بکنگ آپ کو واٹس ایپ کر دیتا ہوں''۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام پڑھ کر دعا مانگی کہ اس حاضری میں کامیاب رہیں۔آدھ گھنٹہ پہلے ہم حرم نبوی میں داخل ہوئے اور صحن میں اس وقت زائرین کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔صفائی کا کام چل رہا تھا۔مسجد نبوی بقعہ نور بنی ہوئی تھی۔ فضائیں مہک رہی تھیں مہکیں بھی کیوں ناں جہاں نور و پاکیزگی برس رہی ہو۔اللہ کریم

اپنے فرشتوں سمیت سردار الانبیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر صبح شام درود بھیج رہے ہوں۔ سبز گنبد پر ہماری نظریں تھیں اور ہم جنوب مشرق کی طرف قائم لمبی قطار جو چیک پوسٹ سے پہلے ریاض الجنہ کی حاضری کے لیے عشاق نے بنا رکھی تھی سے جڑ گئے۔ طے یہ ہوا تھا کہ پہلے لعل جان تھوڑے وقفے کے بعد ہمارے روم میٹ حاجی خان اور ان کے بعد میں چیک پوسٹ تک پہنچوں گا۔

میں نے جب دیکھا کہ وہ دونوں چیک پوسٹ عبور کر گئے ہیں تو میں نے وہاں پہنچ کر موبائل پر واٹس ایپ میسیج دکھایا تو دائیں طرف کھڑے اہلکار نے سرسری نظر ڈالی اور بغیر پڑھے ہی مجھے آگے بھیجنے کی بجائے دائیں طرف اشارہ کر کے باہر نکال دیا۔ اس طرف میں نے دیکھا تو پچیس سے تیس اور بھی زائرین جن میں پاکستانی نمایاں تھے مایوسی کے عالم میں کھڑے تھے۔ انہیں موبائل اور پیپر میسیج دکھانے کے باوجود آگے نہیں جانے دیا گیا۔ میں خود بھی بہت پریشان اور بے بس محسوس کر رہا تھا کہ دروازے سے لوٹا دیا گیا ہوں۔ ایک لمحے کے لیے میں وہاں رکا اور وہیں گنبد خضرا کی طرف رُخ کر کے درود وسلام کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے درخواست گذار ہوا: ’’سرکار آپؐ کے روضہ انور پر بلا شبہ آپؐ کی اجازت سے حاضری ممکن ہے۔ آج ریاض الجنہ میں حاضری کی تمنا بھی آپؐ کی اجازت سے مشروط ہے۔ کرم کیجیے اور ناچیز کی عزت افزائی آپؐ ہی کر سکتے ہیں‘‘۔

دُعا کے بعد مجھ میں ایک توانائی سی آ گئی اور میں نے فیصلہ کیا کہ میں دوبارہ اس قطار میں شامل ہوتا ہوں۔ اس وقت 12 بج چکے تھے۔ قطار میں دوبارہ کھڑے ہونے کے لیے اوپر سے گھوم کر صحن میں داخل ہونا تھا۔ میں جلدی جلدی چلتا ہوا پھر سے قطار میں جا کھڑا ہوا اور زیر لب درود وسلام پڑھتا رہا۔ جب میں چیک پوسٹ پر پہنچا تو اس بار قطار میں دائیں کی بجائے بائیں طرف تھا۔ میرے سے پہلے شخص کو اہلکار نے پرنٹ دیکھنے کے بعد دائیں طرف بھیج دیا یعنی اسے باہر جانے کو کہہ دیا۔ میں نے فون میں ان

لارج کر کے بکنگ دکھائی تو اس نے سرسری نظر ڈالی اور پھر میرے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے مجھے ریاض الجنہ حاضری والے گروپ میں جانے کا اشارہ کر دیا۔ لعل جان نے مجھے آتے دیکھا اور اشارہ کیا کہ ہمارے پاس آنے کی کوشش کرو۔ باب جبرائیل کے باہر صحن میں باقی دنوں کی طرح یہاں 70 زائرین کو بٹھایا ہوا تھا۔ 20 کے گروپ کو اندر جگہ خالی ہونے پر بھیجا جا رہا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں درخواست اور عرض تمنا کرنے‘ اس کا فوری جواب ملنے اور خواہش کو پورا کرنے کے ضمن میں کئی عاشقان رسول سے میں نے سن رکھا تھا اور میرا اس پر کامل یقین بھی تھا۔

✧ ✧ ✧

سعید بدر کی آپؐ سے درخواست اور فوری مدد

چند سال قبل ہمارے دوست، استاد اور مہربان سعید بدر مرحوم و مغفور نے مسجد نبوی میں آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دراقدس پر اپنی عرض و دعا کی فوری قبولیت کا ذکر کیا تھا تو ہم دونوں اشکبار ہو گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے امتیوں کی بات سنتے بھی ہیں اور غیب سے مدد کا اہتمام بھی فرماتے ہیں۔

سعید بدر کہنے لگے کہ میں 80 کی دہائی میں روزنامہ امروز کا میگزین ایڈیٹر تھا اور وہاں ورکر کے لیے حج کی قرعہ اندازی میں نام نکل آیا جس پر انہیں حج کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد کئی دہائیاں بیت گئیں وسائل کی عدم دستیابی کا شکار ہو کر تڑپ کے باوجود عمرہ کی بھی توفیق نہ ہو سکی۔ سعید بدر نے بتایا کہ میرے پاس کوئی مالی وسائل نہیں تھے اور پھر بیماری کی وجہ سے روزگار کے سلسلہ میں باقاعدہ کام کاج بھی نہیں تھا۔ بس گھر میں بیٹھ کر لکھنے کا سلسلہ چلتا رہتا تھا۔ ان کی علامہ ریاض حسین شاہ سے دوستی تھی جو اتفاق مسجد میں جمعہ پڑھاتے تھے۔ انہوں نے ایک ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی میں قائم کر رکھا ہے۔ سعید بدر کو علامہ نے اپنے ماہنامہ دلیل راہ کے لیے ایڈیٹر کی ملازمت دے دی تھی۔ اس رسالے میں ایک مرتبہ شاہ صاحب نے خود اداریہ لکھا جس میں انہوں نے نواز شریف فیملی کی پالیسیوں کو حدف تنقید بنایا جس کا شریف فیملی نے برا منایا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سعید بدر کو بطور ایڈیٹر فارغ کر دیا گیا۔ اس پر سعید بدر بھی خفا تھے کہ ریاض حسین شاہ نے اس کا دفاع کیوں نہیں کیا؟

کئی سال عدم رابطہ میں گذر گئے۔ شاہ صاحب کے کہنے کے باوجود سعید بدر نے

میگزین کے لیے کوئی مضمون نہیں لکھا۔سعید بدر معروف نعت گو شاعر تھے اس لیے گھر بیٹھ کر وہ نعتیں لکھتے رہتے تھے اور دلیل راہ کو بھی بھیج دیتے تھے جو شائع بھی ہوتی رہیں۔

مجھے بتانے لگے کہ وہ گھر بیٹھے اللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعائیں کرتے تھے کہ انہیں زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در پر حاضری کا شرف مل جائے تو ان کی کوئی تمنا باقی نہیں رہے گی۔مقبول اکیڈمی نے اس دوران ان کی نعتوں کی کتاب ''عرضِ تمنا'' شائع کی تھی۔ایک دن اچانک سعید بدر جمعہ پڑھنے کے لئے اتفاق مسجد چلے گئے۔وہاں انہیں جگہ آخر میں ملی مگر جمعہ کی نماز ادا ہونے کے بعد علامہ ریاض حسین شاہ نے انہیں دیکھ لیا اور اپنے مینیجر بہاوالدین کے ذریعے دفتر میں بلایا۔ملاقات پر گلے شکوے ہوئے۔شاہ صاحب نے پوچھا: ''آپ نے عمرہ پر جانا ہے''؟ سعید بدر نے جواب دیا: ''میرے پاس تو پھوٹی کوڑی نہیں ہے عمرہ پر کیسے جا سکتا ہوں خواہش تو میری ہے''۔ بجھے لہجے میں یہ جواب سن کر شاہ صاحب نے کہا: ''بندوبست ہو جائے گا آپ کے پاس پاسپورٹ تو ہوگا''؟ اس پر سعید بدر نے بتایا: ''میرا پاسپورٹ تو کب کا زائد المعیاد ہو چکا۔ نیا پاسپورٹ بنوانے کے لیے فیس کی رقم بھی نہیں ہے''۔حسن اتفاق سے جب سعید بدر نے دلیل راہ کی ادارت چھوڑی تھی تب سے ان کے کچھ واجبات جو پانچ ہزار روپے تھے دفتر کے کھاتے میں پڑے تھے۔شاہ صاحب کی ہدایت پر وہ واجبات دیے گئے اور پاسپورٹ کی تجدید کرالی گئی۔آخر وہ دن آ گیا جب سعید بدر کو بتایا گیا کہ اگلے ہفتے ان کی فلائٹ ہے۔فلائٹ بھی مدینہ کی ڈائریکٹ تھی۔سعید بدر کی جسمانی کمزوری کی بنا پر شاہ صاحب نے ایک نوجوان شاگرد کو وہیل چیئر دے کر ان کی مدد اور خدمت پر لگا دیا تھا۔

سعید بدر مجھے بتا رہے تھے کہ وہ طالب علم میری وہیل چیئر کے ساتھ باب الاسلام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ انور پر سلام کے لیے دیگر زائرین کے ساتھ داخل ہوا تو میں بہت مغموم تھا کہ مجھے اس رش میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درودو

سلام کے لیے وہ وقت نہیں مل سکے گا جس کی میں تمنا لے کر آیا ہوں۔ یہ سوچ کر میں نے فوراً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کی کہ میری زندگی میں مجھے دوبارہ آپؐ کے در پر آنے کا شاید موقع نہ ملے۔ میں آپؐ کے روضہ کی جالیوں کے سامنے کھڑے ہو کر آپؐ پر سلام اور حاضری کا شرف چاہتا ہوں میری مدد فرمایئے۔ یہ کہتے ہوئے میری انکھوں میں آنسو آ گئے۔ بائیں جانب وہیل چیئر کو مددگار طالب علم آگے بڑھا رہا تھا کہ اچانک ریاض الجنہ سے ایک شخص نمودار ہوا اور مجھے روک کر کہنے لگا: ''آپ کھڑے ہو جائیں اور ہمارے ساتھ آئیں''۔ میں دم بخود رہ گیا۔ میں نے بتایا: ''چلنے سے معذور ہوں اور زیادہ دیر کھڑا نہیں رہ سکتا''۔ اس نے کہا: ''وہیل چیئر سے کھڑے ہونے کی کوشش کریں''۔ میں کوشش کر کے کھڑا ہوا تو اس نے مجھے سہارا دیا۔ طالب علم کو کہا: ''چیئر باہر لے جائیں ہم انہیں وہاں پہنچا دیں گے''۔

اس شخص نے سہارا دے کر قطار سے باہر مجھے آپ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضہ کے بالکل سامنے کھڑا کر دیا اور کہا: ''آپ یہاں سکون سے درود و سلام پیش کریں''۔ یہ کہہ کر وہ شخص وہاں سے چلا گیا جو بعد میں کہیں نظر نہیں آیا۔

سعید بدر نے بتایا کہ میں نے درود و سلام کے ساتھ وہاں اپنی نعت پیش کی اور اپنے لیے شفاعت کی دعاؤں کے بعد خود ہی باہر کی طرف چل دیا کیونکہ میرے جسم میں حیرت انگیز طور پر توانائی آ چکی تھی۔ یہ سوچ کر کہ میری طرح دیگر عشاق کی دادرسی بھی آپؐ فرماتے ہوں گے اور ان کے لیے جگہ خالی کرنا چاہیے۔

کہنے لگے: یہ میری زندگی کا حاصل ناقابل فراموش واقعہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جو عرض کیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فوراً قبول کر کے میرے لیے پر سکون حاضری کا بندوبست فرما دیا۔ سعید بدر کو ملال تھا کہ وہ اپنی نعتوں کی کتاب ''عرضِ تمنا'' عمرہ پر ساتھ لے جانا بھول گئے ورنہ ان کی خواہش تھی کہ کتاب کو ساتھ لے کر درِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حاضر ہوتا۔

اس کتاب کے حوالے سے بھی قبولیت کا عجیب وغریب اور ایمان افروز واقعہ سعید بدر مرحوم نے سنایا کہ انہیں پبلشر نے فون کیا کہ کتب کی صدارتی ایوارڈ کے لیے نامزدگی ہو رہی ہے۔ آپ آٹھ کتب اس مقابلہ کے لیے بھیج دیں۔ اس پر سعید بدر نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ ایک تو میرے پاس آٹھ کتب نہیں دوسرا میں نے یہ کتاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت میں لکھی اور شائع کی ہے۔ اگر میں نے انعام کے لالچ میں کتاب کو بھیج دیا تو میری محنت ضائع ہو جائے گی۔ اسی دوران ان کا عمرہ کا سفر بھی ہو گیا۔

سعید بدر بتانے لگے جب میں روضۂ رسولؐ پر حاضری سے واپس آیا تو مجھے ایئرپورٹ پر بتایا گیا کہ میری کتاب کو صدارتی ایوارڈ کے لیے منتخب کر لیا گیا ہے۔ پتہ چلا کہ ان کے پبلشر مقبول صاحب نے کتب اپنی طرف سے اکیڈمی ادبیات کی کمیٹی کے اصرار پر بھیج دی تھیں اور اسے انعام یافتہ بھی قرار دے دیا گیا۔ اس پر سعید بدر کو ایوان صدر بلا کر ایوارڈ اور 25 ہزار روپے نقد انعام صدر زرداری کے ہاتھ سے تقریب میں دیا گیا۔

سعید بدر اس اعزاز کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے قبولیت اور نوازنے کا مظہر قرار دیتے تھے۔ کتاب کو ایوارڈ بھی قواعد وضوابط کے برخلاف بطور خاص عطا ہوا تھا اور یوں لگتا تھا کہ ''منظوری'' کہیں اور ہوئی ہے۔

آج ہماری عرض پر بھی آپ کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ریاض الجنہ میں حاضری کا اہتمام فرما دیا تھا۔ یہ ہماری خوش نصیبی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے در پر حاضری کا حاصل تھا۔ ریاض الجنہ میں نوافل ادا کرنا اور دعائیں کرنا زندگی کا بہت بڑا اعزاز ہوتا ہے۔ آپ جنت کے ٹکڑے پر بیٹھ کر تصور کریں کہ سکون، اطمینان، پاکیزگی اور نور کیا ہوتا ہے؟۔ یہ ماحول کس طرح آپ کے قلب وروح کو سرشار کرتا ہے وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موجودگی میں۔ یہ سب کچھ ناقابل بیان حقیقت ہے۔

ریاض الجنہ میں دعاؤں اور التجاؤں کا بھی اپنا ہی ماحول اور سرور ہوتا ہے گو وقت کم

تھا مگر معیار ہمیشہ مقدار پر بلند ہوتا ہے۔ آپ کی ذات کا اس ہستیؐ سے رابطہ استوار ہونا شرط ہے۔ یہ لنک بن جائے تو خودبخود ایک اطمینان اور سرشاری کا ماحول بن جاتا ہے۔ آپ کے الفاظ‘ احساسات اور جذبات میں ترتیب آ جاتی ہے۔ آپ ایک سرشار روح کے ساتھ وہاں سے رخصت ہوتے ہیں۔ باہر نکل کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جالیوں کے سامنے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کا ورد کرتے ہوئے باب بقیع سے خروج کے بعد واپس مڑ کر روشنیوں میں گنبد خضرا پر نظریں جم گئیں۔ یہاں ذاتیات سے نکل کر دنیا بھر کے مسلمان بالخصوص پاکستان میں مصائب والام کا شکار ایمان والوں کے لیے مدد کی درخواست کی کہ اُمت پر کڑا وقت ہے۔ اللہ کریم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل سب کی مشکلات آسان فرما دے۔

✦✦✦

خریداری سے سامان میں اضافہ کا مسئلہ

مدینہ منورہ میں آٹھ روز چشم زدن میں گذر گئے اور ہمارا قیام اب اختتام کی طرف بڑھ رہا تھا۔کل ہمیں پاکستان روانہ تھا۔حجاج کی خریداری کے بعد پیکنگ کے سلسلے میں ہلچل دکھائی دیتی تھی۔اس دوران ایک دوسرے سے دریافت کرتے پائے گئے کہ آپ کے پاس کچھ گنجائش ہوتو میرا سامان رکھ لیں۔جس میں زیادہ تر کھجوریں اورآبِ زم زم کی وہ چھوٹی بوتلیں تھیں جوانہوں نے مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران اکٹھی کرلی تھی۔اکثر حجاج کے ذہن میں تھا کہ شاید یہ آبِ زم زم ایئرپورٹ پرروک لیا جائے کیونکہ جب لعل جان کے ساتھ پشاور کے حجاج کو چھوڑنے گیا تھا تو وہاں بنگالی ملازمین سے میں نے پوچھا تھا کہ آبِ زم زم اگر چیک ان بیگ میں رکھ کر بک کروایا جائے تو کوئی مسئلہ تو نہیں؟ وہ کہنے لگے کہ یہ آبِ زم زم روک لیتے ہیں اور کئی مسافروں کے بیگ ادھر ہی رہ جاتے ہیں۔ادھر ایئرپورٹ پر ایسے بیگ کا ڈھیر لگا رہتا ہے۔اس کے علاوہ حجاج ایک دوسرے کو ایسی ویڈیو شیئر کررہے تھے جس میں نامعلوم کس ایئرپورٹ پرحجاج کے بیگ کو کھول کر اس میں سے آبِ زم زم نکال کر ضبط کیا جا رہا تھا۔حالانکہ یہ ویڈیو پرانی تھی۔اس سے ایک بے یقینی کی فضا بن چکی تھی لیکن گروپ کے بہت سے لوگ مطمئن بھی تھے کہ آبِ زم زم وہ ساتھ لے کر جائیں گے کوئی دشواری نہیں ہوگی۔

سعودی ایئرلائن کی فلائٹ سے اس سفر میں لاہور سے سعودیہ کے لیے ایک چیک ان بیگ جبکہ واپسی پر دو بیگز کی اجازت تھی۔اس کا بھی وزن 23 کلوگرام ہونا چاہیے ورنہ زائد وزن کی ادائیگی کرنا ہوگی۔آج عابد ورک سے کھجوروں کی خریداری کو حتمی شکل

دینے کا پروگرام بن چکا تھا اس لیے نمازِ عصر کے بعد مسجد نبوی کے جنوب مغرب میں ایک بڑی عمارت کی بیسمنٹ میں ایک پاکستانی کی دکان پر رفاقت اور شہباز کے ساتھ پہنچے۔

عابد نے کھجور کے معیار اور قیمتوں پر بھاؤ تاؤ کر کے خریداری کا فیصلہ کیا۔ میں نے 23 کلوگرام عجوہ کھجور خرید کر ایک بیگ کے برابر پیکنگ کروالی تاکہ ایئرپورٹ پر اسی طرح بک ہو جائے۔ کچھ اضافی کھجوریں بھی خریدیں جو دوسرے بیگ میں رکھنا تھیں۔ وہاں سے ہم ٹیکسی میں کھجوروں کے بیگز رکھ کر ہوٹل واپس آ گئے اور انہیں اپنے اپنے کمروں میں لے گئے تاکہ صبح روانگی کے وقت نیچے اتار لیں۔

رانا اشرف سے ملاقات ہوئی تو پوچھنے لگے: ''آپ کے سامان میں کچھ گنجائش ہے تو میرا سامان رکھ لیں''؟ میں نے کہا: ''ہم اپنا وزن پورا کر چکے ہیں کسی کا سامان رکھنے کی گنجائش ہی نہیں؟''۔ ''آہو جی تسی اے ہی جواب دینا سی''۔ رانا نے اپنے مخصوص لہجے میں اظہار ناراضی کیا اور چل دیے۔

✧✧✧

مرکزِ تجلیات سے جدائی کے دن بھی آ گئے

شہر مدینہ میں درِ نبیؐ سے روانہ ہونے کے احساس سے اداسی دامن گیر ہو چکی تھی ہر نماز کے بعد کوشش تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے در پر حاضر ہو کر سلام اور درود پیش کیا جائے۔ایک بے تابی و بے قراری کا ماحول تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے در پر حاضر ہو کر درود و سلام سے روح سرشار ہو جاتی تھی۔

انوار و تجلیات کے مرکز سے جدائی کا غم کھائے جا رہا تھا۔ پھر دل سے آواز آتی کہ صد ہزار شکر بجا لاؤ تمہاری یہاں حاضری کے اسباب ہوئے اور کس محبت و عقیدت اور تندرستی سے حاضری سلام و درود کے مواقع میسر آئے۔اس خوش بختی پر ناز کرنا بنتا ہے کہ اللہ کے محبوب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منتخب فرمایا اور خیر کے مرکز پر بلا کر قلب و نگاہ کی ٹھنڈک اور روح کے سرور کا موقع فراہم کیا۔اب دُعا کرو کہ یہ اس استواری اور نسبت کے سلسلے قائم رہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی، اتباع اور محبت میں شب و روز بسر ہوں۔

یہ حقیقت ہے کہ بیت اللہ سے جدائی کے بعد یہ دوسرا موقع تھا کہ درِ نبیؐ سے جدائی کا مطلب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے فردوس بریں سے رخصت ہو رہے ہوں۔فجر کی نماز میں مسجد نبوی کے اندر ماحول میں خاموشی، ادب، روشنی اور نور بھرا ہوتا ہے اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔عشاق صرف روح و قلب پہ طاری کر کے سرشاری پاتے ہیں۔نماز کے فوراً بعد سلام اور حاضری کے لیے جلدی جلدی باب الاسلام سے مقصورہ شریف کی طرف عشاق کے ساتھ ادب سے چلتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضہ پر پہنچ کر

الوداعی درود وسلام پڑھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رخصت کی اجازت چاہی۔ دوبارہ اذن باریابی کی درخواست پیش کی۔اس لذت حضوری سے اس قدر سرور آیا کہ دل قرار اور شکر سے لبریز ہو گیا۔

ہماری روانگی کے لیے نمازِ ظہر اور دوپہر کے کھانے کے بعد کا وقت مقرر تھا۔احباب نے اپنا سامان لابی میں لا کر رکھنا شروع کر دیا۔ہوٹل کی لفٹ اس قدر مصروف تھی کہ لوگ مقررہ وقت کے بعد بھی نیچے نہیں پہنچ پائے تھے۔ ہمارے بیگ بھی بعد میں آنے کی وجہ سے کسی اور بس میں لوڈ کرنا پڑے۔ جب سب لوگ بیٹھ چکے تو کچھ حضرات ابھی بھی غائب تھے۔معلوم ہوا کہ مسجد نبوی نمازِ عصر اس لیے قبل از وقت پڑھنا چاہتے ہیں تا کہ ان کی چالیس نمازیں پوری ہو جائیں۔ان کے انتظار میں تقریباً آدھ گھنٹہ اور صرف ہو گیا۔

اب ہماری منزل مدینہ ایئرپورٹ تھی۔ آدھ گھنٹے میں ہم وہاں پہنچ گئے۔ ہمارے علاوہ اور بھی بسیں وہاں پارک تھیں۔ مدینہ منورہ کا موسم عام طور پر معتدل رہتا ہے مگر اگست کے پہلے عشرے میں آج یہاں شدید گرمی تھی۔بس کے اندر ماحول ٹھنڈا تھا مگر ایئر کنڈیشن سے ایئرپورٹ پر اترتے ہی گرم ہوا نے چکرا دیا۔ایک لائٹ ویٹ کینوس شوز جو میں نے کینیڈا سے خریدا آج کے لیے پہن رکھا تھا۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی جب میں نے دیکھا کہ میرے پاؤں کو کچھ ہوا ہے۔گرمی کی وجہ سے سڑک پر اتنی تپش تھی کہ جوتے کا ''ربر سول'' نیچے ہی چپک گیا اور اوپر سے الگ ہو گیا تھا۔اس صورتحال میں چلنا مشکل ہو گیا تھا۔گاڑیوں والے مسافروں کا سامان نکال کر مختلف جگہوں پر جمع کرتے جا رہے تھے۔ جہاں سے اپنے اپنے بیگ کی شناخت کیلئے کبھی ادھر تو کبھی ادھر۔گرمی میں ہوش ٹھکانے آ گئے تھے۔ایسے میں ہینڈ کیری سے چپل نکال کر پہننا پڑی کیونکہ سنیکر تو بیکار ہو گئے تھے اور پھینکنا پڑے۔شاید ان کی آخری منزل مدینہ ایئرپورٹ ہی تھی۔

بورڈنگ سے پہلے مکتب کے کاؤنٹر سے حجاج کے پاسپورٹ کی واپسی ہونا تھی۔اس میں کچھ زیادہ وقت نہیں لگا۔ٹرمینل سے باہر مغرب کی طرف دو کاؤنٹر بنے

تھے جہاں سے آبِ زم زم کی پانچ لیٹر کی پیکنگ میں فروخت جاری تھی۔ لعل جان نے اپنے گروپ کے موجود حجاج کی گنتی کے بعد ساڑھے آٹھ ریال فی بوتل ادائیگی کی اور کچھ پاسپورٹ بھی دکھائے کیونکہ ایک پاسپورٹ پر ایک بوتل جاری کی جاتی تھی۔ یہ بوتلیں فرداً فرداً حجاج کے حوالے کر دی گئیں۔ اس کے بعد بورڈنگ کا مرحلہ تھا۔ لاہور کی فلائٹ کے لیے بورڈنگ اوپن تھی میں نے اپنے بیگ جنہیں میں پلاسٹک ریپ کر کے لایا تھا اور آبِ زم زم بوتل بھی بکنگ میں جانا تھی۔ کھجور کا ایک الگ باکس تھا جسے پلاسٹک کی بوری میں پیک کیا گیا تھا اور میرا خیال تھا کہ اسے پلاسٹک ریپ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ بکنگ سٹیکر اوپر بخوبی چسپاں ہو جائے گا مگر کاؤنٹر پر موجود عربی وہی ''لکیر کے فقیر'' نے بک کرنے سے انکار کر دیا کہ اسے پلاسٹک ریپ کرواؤ۔ یہ بڑا تکلیف دہ لگ رہا تھا کہ اسے اٹھا کر ٹرمینل کے باہر دروازے تک جانا ہوگا۔ وہاں مشین سے پر یہ کام ہوگا اور وہ 25 ریال بھی وصول کرتے تھے۔ ابھی اس پریشانی میں اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ ایک بنگالی نوجوان جو غالباً یہاں ہیلپر تھا پوچھنے لگا: ''اس باکس کو پلاسٹک ریپ کروانا ہے''؟ میں نے جواب دیا: ''ہاں۔ کتنے ریال لو گے؟ اس نے کہا: ''10 ریال''۔ میں نے کہا: ''جلدی کرو''۔ تھوڑا سا پرے جا کر اس نے اپنے تھیلے سے رول نکالا اور دو منٹ میں پیک کر دیا۔ میں نے 10 ریال اسے تھمائے اور شکریہ ادا کیا کیونکہ میرا وہاں کھڑے کھڑے کام بن گیا تھا اور خرچہ بھی کم ہوا۔

سامان بک ہو چکا تھا اور بورڈنگ کارڈ تو ہمارے پاس پہلے سے موجود تھے۔ جب لاہور سے چلے تھے تو سٹاف نے ساتھ ہی نکال دیئے تھے۔ کچھ لوگ اس انتظار میں تھے کہ وزن زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ رقم ادا کرنے سے بچ جائیں اور آخر میں وہ زیادہ وزن والوں کو بھی جانے دیتے ہیں۔ ان کے ساتھ کیا ہوا کچھ معلوم نہیں لیکن ہم نے تو کوئی ایسا رسک لیا ہی نہیں تھا۔ وزن سے متعلق کوئی پریشانی نہیں تھی۔ اب سیکیورٹی سے گذر کر پاسپورٹ پر مہریں لگنا تھی۔ آج یہاں ہینڈ کیری اور بیک پیک کی

کچھ زیادہ پڑتال نہیں ہو رہی تھی اور متعین عربی عملہ جس میں خواتین بھی تھیں کافی ریلیکس تھے۔ رانا اشرف کے ہاتھ میں ضرورت سے زیادہ ہی سامان تھا اس لیے عملہ نے اسے چکر لگوائے مگر رانا نے کچھ سامان اپنی بیگم کو تھما کر برابر کر دیا۔

مدینہ ایئرپورٹ کے بورڈنگ ایریا میں بنگالی ہیلپرز زم زم کے چیک ان بیگ میں تلاشی لیے جانے پر جی کھول کر غلط بیانی کرتے پائے گئے کیونکہ چند دن قبل جب میں لعل جان کے ساتھ آیا تھا تو پوچھنے پر کہتے تھے کہ یہاں بک ہونے پر بھی بیگ چیک ہوتے ہیں اور واپس بھیج دیتے ہیں۔ میں نے اتنی ٹریولنگ کی ہے اس طرح کا کبھی کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اس لیے ان کی ''گپ'' کو دل نہیں مانتا تھا۔ ہم نے آبِ زم زم کی تمام چھوٹی پیکنگ والی بوتلیں چیک ان بیگ میں ڈال دی تھیں اور کچھ پینے کے لیے ہینڈ کیری میں بھی رکھ لیں۔ جن کے بارے میں کوئی مسئلہ نہیں ہوا۔ سب سے بڑھ کر یہ ہوا کہ عابد ورک نے ایسی چھوٹی زم زم بوتلوں کا بیک پیک بھر رکھا تھا اور ایک ایسا ہی اپنی بیگم کو تھما یا ہوا تھا۔ وہ دونوں بھی سیکیورٹی سے بآسانی گذر گئے کسی نے کوئی پوچھ گچھ نہیں کی۔

فلائٹ میں ابھی تین گھنٹے سے زائد وقت باقی تھا۔ ویٹنگ ایریا میں جسے جہاں جگہ ملی براجمان ہو گیا۔ نمازِ عصر بھی وہیں موجود کمرہ نما مسجد میں پڑھی۔ کسی نے بتایا کہ انٹری گیٹ کے ساتھ ایک کاونٹر سے قرآن پاک کے نسخے ہدیہ کیے جا رہے ہیں۔ جا کر معلوم کیا تو وہ پاسپورٹ دیکھ کر ایک نسخہ دے رہے تھے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ حجاج نے اسے شغل بنا لیا اور ایک ایک شخص پانچ پانچ یا اس سے زیادہ بھی نسخے لے آیا۔

مفت کی چیز کو بخشنے کی تو ہماری عادت ہی نہیں ہے بھلے وہ قرآن پاک ہی کیوں نہ ہو۔ اور تو اور رانا اشرف اس کام میں پیش پیش تھا کہ رشتہ داروں کو مدینے کے قرآن شریف تحفے میں دیں گے۔ مدینہ ایئرپورٹ پرسکون عمارت تھی۔ بین الاقوامی ایئرپورٹس کی طرح یہاں کوئی خاص آمدورفت نظر نہیں آئی۔ مغرب سے کچھ پہلے خواتین وحضرات کو بھوک ستانے لگی تھی۔ ایئرپورٹ پر برگر کنگ کی آؤٹ لٹ تھی مگر ان کے ہاں

بھی رش کی وجہ سے ایک ہی چکن میل کے آرڈر لیے جا رہے تھے۔ اہلیہ کو میں نے اس بارے میں بتایا تو وہ وہاں بیٹھ کر کھانا چاہتی تھیں۔ ہم نے وہاں آرڈر کیا۔تقریباً آدھ گھنٹے بعد ہمیں فوڈ ملا۔ اہلیہ کو برگر بہت اچھا لگا جب کہ میں نے فرائز سے دو دو ہاتھ کر دیے۔دائیں بائیں بھی فاسٹ فوڈ کی چند شاپس تھیں مگر زیادہ رش برگر کنگ پر ہی نظر آیا۔

ڈیوٹی فری شاپس پر پرفیوم، گھڑیاں اور گفٹ مہنگے تھے اس لیے زیادہ خریدار بھی نہیں تھے۔مغرب کا وقت سات بجے تھا مگر ہماری فلائٹ کا وقت 6.30 تھا۔اس لیے جہاز میں بیٹھنے کا اعلان کر دیا گیا۔ جب سب لوگ اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ چکے اور گنتی مکمل ہوئی تو مقررہ وقت سے 10 منٹ لیٹ ٹیک آف ہوا۔سات بجے ہم فضا میں محو پرواز تھے تب سب نے اپنی اپنی نشستوں پر مغرب کے فرض پڑھ لئے۔

سفرِ سعادت سے بخیریت واپسی ”لاہور لہورا ے“

لاہور کے لیے یہ ڈائریکٹ فلائٹ عام طور پر پانچ گھنٹے دورانیہ کی ہوتی ہے۔ فلائٹ کا درج شدہ لینڈنگ ٹائم ایک بج کر 20 منٹ تھا مگر الحمدللہ فلائٹ ایک بج کر 30 منٹ پر لاہور ایئرپورٹ پر لینڈ ہوئی۔

فخر و شکر کے ملے جلے جذبات کے ساتھ ہم نیچے اترے۔ لاہور اترتے ہی حجاج نے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ نیچے سیڑھیاں اترنے سے پہلے اہلکار کاؤنٹر لگا کر بیٹھے تھے جہاں ہر مسافر کا سیمپل لیا جا رہا تھا تاکہ کرونا کے نئے ویرینٹ جو پاکستان میں سر اٹھا رہا تھا کا ٹیسٹ کیا جا سکے۔ وجہ یہ تھی کہ اس فلائٹ کے مسافر سعودی عرب میں مختلف ممالک کے زائرین کے درمیان وقت گذار کر آئے تھے۔ اس عمل نے مسافروں کو لمبی قطار میں کھڑا رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ کاؤنٹر تین اور مسافر سینکڑوں میں تھے۔ ایسے میں قطار توڑ کر بھی لوگ آگے نکل آتے تھے۔ ہم نے صبر و تحمل کے ساتھ اپنی باری کا انتظار کیا اور بالآخر امیگریشن کے بعد اپنے سامان کے لیے انتظار گاہ میں آ گئے۔

یہاں بھی حاجی صاحبان جو نہ صرف مدینہ سے آئے تھے بلکہ مکہ مکرمہ کی فلائٹ بھی آ چکی تھی سامان کے کنویر بیلٹ پر چڑھ گئے تھے اور جس ونڈو سے سامان تھرو کیا جا رہا تھا وہیں سے جھپٹ رہے تھے۔ یہ بڑے مزاحیہ مناظر تھے اور پتہ چل گیا تھا کہ لاہور آ گیا ہے۔ حج و عمرہ پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ تلاش بسیار کے بعد ایک پورٹر کی مدد سے اپنے بیگ اٹھانے میں کامیاب ہوئے تو ہماری زم زم کی بوتل نہیں مل رہی تھی۔ اِدھر اُدھر

نظریں دوڑاتے رہے مگر کسی پیک بوتل پر نام نظر نہیں آ رہا تھا کیونکہ بڑی مار کر سے ہم نے اعجاز لکھا ہوا تھا۔ آخر ایک پھٹے ہوئے خالی باکس پر اپنا نام نظر آیا اسے اٹھا لیا۔ پھر ایک بغیر باکس بوتل بھی گھومتی ہوئی ہتھے چڑھ گئی جسے ہم نے ٹرالی میں رکھ لیا اور اہلیہ کے ساتھ ایئرپورٹ سے نکلنے کے لیے چل پڑے۔ راستے میں اہلکار نے ٹوٹل پیس چیک کئے تو پوچھا: ''آپ کے پاس زم زم کی تین بوتل کیسے ہیں''؟ میں نے بتایا کہ ایک خالی ڈبہ بھی ساتھ رکھا ہے تاکہ آپ کی تسلی کے لیے دکھایا جا سکے۔ وہاں سے باہر نکلے تو حجاج کے لیے جم غفیر موجود تھا۔ لوگ ہاتھوں میں گلاب کے ہار لیے کھڑے تھے تاکہ پیاروں کا حج وعمرہ کے مبارک سفر سے واپسی پر استقبال کر سکیں۔ رات کے اس پہر اُن میں ہمارے برادرِ خورد افضال گیلانی بھی موجود تھے۔ انہوں نے میرے اور اہلیہ کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے۔ بخیریت واپسی پر خوش آمدید کہا اور حج کی مبارک باد دی۔ اس سے پہلے ایک نوجوان لڑکی نے والہانہ انداز میں میری اہلیہ کے گلے میں ہار ڈال دیا اور گلے ملنے لگی تو اہلیہ نے پوچھا: ''بیٹا! آپ کون ہو میں نے تمھیں پہچانا نہیں''؟ لڑکی نے غور سے دیکھا اور شرمندہ سی ہو کر پیچھے ہٹ گئی کیونکہ اس نے بھی پہچانا نہیں تھا۔

بھائی نے سامان گاڑی میں رکھا اور رات کو لاہور کی خالی سڑکوں پر تیز رفتاری سے سفر کرتے ہوئے گھر پہنچ گئے۔ گھر کے راستے میں اہلیہ کی بہنوں کے فون آئے اور پوچھا کہ خیریت سے واپسی ہوگئی۔ اسی طرح میری والدہ محترمہ سے بھی بات ہوئی جو جاگ رہی تھیں۔ انہیں ہماری واپسی کا علم تھا اور بھائی نے بتا بھی رکھا تھا کہ وہ ہمیں ایئرپورٹ سے گھر چھوڑے گا۔ لاہور سے مکہ مکرمہ پھر مدینہ منورہ اور واپس لاہور محبت اور عقیدت کا یہ بے مثال سفر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضل وکرم سے آسان ہوا اس پر جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

✧✧✧

- 1980 کی دہائی میں گلستان ادبی سوسائٹی، چونیاں ضلع قصور کی بنیاد رکھی۔
- 1983 میں بطور چیف ایڈیٹر بچوں کے میگزین "گلستان" کا اجراء کیا۔
- 1987 سے 2000 تک ماہنامہ ساحل رنگ قصور کے ایڈیٹر کی حیثیت سے ذمہ داریاں سرانجام دیں۔
- ضلع قصور کی ممتاز سماجی تنظیم عوامی ثقافتی انجمن سے بطور ڈائریکٹر انفارمیشن اینڈ پبلیکیشنز منسلک ہیں۔
- پنجاب یونیورسٹی سے پنجابی زبان و ادب میں ایم اے کیا۔
- روزنامہ امروز، مشرق اور جنگ لاہور کے میگزین آرٹیکل رائیٹر کے علاوہ نوائے وقت لاہور کے فیملی میگزین سے بطور سب ایڈیٹر/فیچر رائٹر وابستہ رہے۔
- انگریزی اخبارات دی نیوز لاہور اور دی فرنٹیئر پوسٹ لاہور کے لئے بطور کارسپانڈنٹ کام کیا۔
- اے این ایف کے 100 این جی اوز نیٹ ورک پنجاب کے ضلع قصور کے صدر رہے۔
- علامہ اقبال میڈیکل کالج/جناح ہسپتال لاہور کے او ایس پی آر او/میڈیا کوآرڈینیٹر کے طور پر کام کیا۔
- ایسوسی ایشن آف پاکستانی کینیڈینز وڈی پیگ میں نوبہ کے ڈائریکٹر میڈیا اینڈ پبلک ریلیشنز ہیں۔
- پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شعبہ ابلاغیات میں وزیٹنگ لیکچرار کے علاوہ لیکچر ٹرینر ہیں۔
- اردو کینیڈا آفیشل ڈیجیٹل میڈیا پلیٹ فارم سے کمیونٹی جرنلزم کر رہے ہیں۔
- 5 کتب سرزمین خاک وخون، دور کے ڈھول سہانے، دنیا کی امید پاکستان، باتوں کے رنگ، منتخب مضامین اور اداریے۔ شائع ہو چکی ہیں۔

YouTube urducanadaofficial

Facebook urdu canada